

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
ہم نے یہ خطبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے لکھا ہے

جس شخص نے امامت کی رسول کی بیگم اس نے اللہ کی امامت کی

# دیوان الحادیث

اظادات

مفسر قرآن حضرت مولانا صفی عبدالحمید خان مولائی

بانی

جامعہ نصرۃ العلوم لاہور

مرتب

الحاج لعل دین، ایم اے (علوم اسلامیہ)

ناشر

اوارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم

فلورق گنج گوجرانوالہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطاعَ اللَّهَ

جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی

# دروس الحدیث

افادات

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی

بانی

جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مرتب

الحاج لعل دین، ایم اے (علوم اسلامیہ)

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم

فاروق گنج گوجرانوالہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# دروک الحدیث

جلد سوم

— افادلات —

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

— مرتب —

الحاج لعلہ دینے ایم اے علوم اسلامیہ

— ناشر —

ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

طبع دوم  
(جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب	..... دروس الحدیث (جلد سوم)
افادات	..... حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی "بانی جامعہ نصرۃ العلوم
مرتب	..... الحاج لعل دین ایم اے
مطبع	..... طفیل آرٹ پریس۔ لاہور
تعداد طباعت	..... پانچ سو (500)
کتابت	..... سید عصمت اللہ بخاری موضع کھنیکے
ناشر	..... ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم فاروق منج گوجرانوالہ
قیمت	.....
تاریخ طبع دوم	..... جولائی 2014ء

ملنے کا پتہ

(۱) ادارہ نشر و اشاعت  
جامعہ نصرۃ العلوم فاروق منج گوجرانوالہ



# فہرست مضامین

## دروس الحدیث جلد سوم

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۹	ذکر کی فضیلت	۱۱	پیش لفظ از محمد فیاض خان سواتی
۴۰	حضرت سعدؓ کے لیے خیر و برکت کی دعا	۱۵	حضرت انسؓ کی عمر
۴۲	تشہد میں رفع سبابہ	۱۷	نسب پر فخر کرنے کی ممانعت
۴۳	سفر میں جمع صلاتین کا مسئلہ	۱۹	حضرت مجلیب شہیدؒ
۴۵	قریش کی حکومت اور ان پر لوگوں کے حقوق	۲۱	مخلوق کے مالی حقوق
۴۷	صلوٰۃ خمسہ کے اوقات	۲۲	بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا ثواب
۴۸	حضرت ابی بن کعبؓ کی خصوصیت	۲۵	حضور علیہ السلام کا خوشبودار پسینہ
۴۹	نفاق سے بریت	۲۶	جنت کا دروازہ حضور علیہ السلام
۵۱	خواب کی حقیقت		کھلوائیں گے۔
۵۲	انسان کی آرزوئیں اور موت	۲۷	حیمر بن الحمامؓ کی جگہ بد میں شہادت
۵۵	جنت کے درختوں کی وسعت	۳۰	حضرت ثابت بن قیسؓ اور جنگ یمامہ
۵۶	بعض خواتین کی فضیلت	۳۲	موتے مبارک بطور تبرک
۵۷	انصار مدینہ کے لیے بخشش کی دعا	۳۴	بابرکت پانی
۵۹	حضور علیہ السلام کے لیے لغلی قبر تیار ہوئی	۳۵	ستر قرآن کی شہادت کا سانچہ
۶۰	داغ دینے سے علاج کرنا	۳۷	حضرت ابی بن کعبؓ اس آخری امت
۶۱	دنیا اور آخرت میں تقابل		کے سب سے بڑے ستاری
۶۳	حضور علیہ السلام بطور شافع امت	۳۸	لاٹھیلوں کے ذریعے روشنی کا مجرہ

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۹۱	انسان کی عظمت	۶۲	جبل احد کی فیصلت
۹۳	نیکیوں کا بدلہ	۶۶	ڈاکہ زنی پر سخت وعید
۹۵	قبر کے سوال جواب	۶۷	ازار باندھنے کی کیفیت
۹۷	جنت اور دوزخ کا مشاہدہ	۶۸	دروازے کی دروازے سے جھانکنے کی نعت
۹۸	سواری پر نماز ادا کرنا	۶۹	نماز میں نگاہیں اوپر اٹھانے کی ممانعت
۹۹	تین حالتوں میں سوال کرنے کی اجازت	۷۰	اہل کتاب کا منافقانہ طرزِ سلام
۱۰۰	اہل قرآن کی تعریف	۷۲	سحری کا وقت طلوع فجر تک ہے
۱۰۱	چڑھتے اور اترتے وقت اللہ کی تعریف	۷۳	قرب قیامت کی ایک نشانی
۱۰۲	تین بیماریوں میں جھڑ پھونک کی اجازت	۷۴	اللہ کے لیے محبت کا اظہار
۱۰۳	دورانِ خطبہ گفتگو کی ممانعت	۷۵	حضور کی بددعا بخشش کا ذریعہ
۱۰۴	قیامت کو فدیہ کی عدم قبولیت	۷۸	سورۃ اخلاص کی فیصلت
۱۰۶	معافی اور عافیت کا سوال	۷۹	ہر جان کے لیے موت اٹل ہے۔
۱۰۸	تین پسندیدہ چیزیں	۸۰	علماء ستاروں کی مانند ہیں
۱۰۹	پانی پینے کا طریقہ	۸۱	جنت کی معمولی چیز بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔
۱۱۰	زکوٰۃ کا انصاب		
۱۱۲	حضرت حمزہؓ کی شہادت	۸۲	ایک صحابی کے دعائیہ کلمات
۱۱۴	ایک ہزار آیت کی تلاوت کا اجر	۸۳	بہت بڑی فیصلت والے کلمات
۱۱۶	اہل اسلام کی حفاظت کے لیے ہر دینا	۸۴	لکڑی کے تنے کی زاری
۱۱۷	ذکر فی سبیل اللہ کا اجر	۸۶	شہر مدینہ کی خصوصیت
۱۱۸	ذکر الہی کی برکات	۸۷	قرب قیامت
۱۲۰	مجلس میں آتے اور جاتے وقت سلام کرنا	۸۸	نماز میں زیادہ لمبی قراۃ کی ممانعت
۱۲۱	عمارت یاد رخت بطور صدقہ جاریہ	۹۰	شہدائے بدر کے لیے جنت الفردوس



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۵۲	ناقابل انتفاع پھل فروخت کرنے کی ممانعت۔	۱۲۲	بکیں ایمان کا ذریعہ
۱۵۳	ظالم اور مظلوم کی مدد۔	۱۲۳	کرنے کے بہترین کام
۱۵۵	ہری کے جانور پر سواری کرنا	۱۲۴	جنت کی حور اور لباس کا تحفہ
۱۵۶	حیلہ سازی سے حرام کو حلال بنانے کی ممانعت۔	۱۲۶	کلمات اذان کا جواب
۱۵۸	راز کی بات امانت ہوتی ہے	۱۲۷	مکروہات نماز
۱۵۹	زائد از استعمال اشیاء کی ممانعت	۱۲۸	حضور علیہ السلام کی تعمیل حکم کی فضیلت
۱۶۰	مومن اور کافر کی مثال	۱۳۰	بعد از نماز فجر ذکر کی فضیلت
۱۶۱	گھروں میں اچانک داخلے کی ممانعت	۱۳۱	سورۃ بنی اسرائیل کی آخری آیت کی فضیلت
۱۶۳	سحری کے کھانے کی تاکید	۱۳۲	سورۃ الکہف کی فضیلت
۱۶۴	اچھے مال کی تعریف	۱۳۳	ترک نماز پر وعید
۱۶۶	مومن غیر تمند ہوتا ہے۔	۱۳۴	شرعیات سے زوال کی علامات
۱۶۷	بلندی درجات کے تین ذرائع	۱۳۵	جانوروں سے خیر خواہی
۱۶۸	قیامت والے دن حقوق کی ادائیگی	۱۳۸	خطبہ جمعہ کے آداب
۱۶۹	شکر سے برأت	۱۳۹	کھانا کھانے کے بعد دعا کی اہمیت
۱۷۰	نذر ماننے کی مخالفت	۱۴۱	جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت
۱۷۱	کھنبیوں اور عجمیوں میں شغل ہے	۱۴۳	اہل کتاب سے استفادہ گمراہی ہے
۱۷۲	کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت	۱۴۵	ہر رنگ کی پگمائی جائز ہے۔
۱۷۳	بلند اور آہستہ آواز سے قرأت	۱۴۶	بہترین اور بدترین صفیں
۱۷۴	فاتحہ خلف امام کا مسئلہ	۱۴۷	حرم کے لیے شکار کے گوشت کی ابا
۱۷۵	نہایت قیمتی کلمات	۱۴۸	بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں آنا مکروہ ہے
		۱۴۹	بعض صحابہ کو جنت کی بشارت
		۱۵۱	احرام کا لباس

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۰۲	ایک نیکی کا لاکھ گنا اجر	۱۷۷	بحان اللہ و بحمدہ کا اجر و ثواب
۲۰۳	مومن غرباء کی اغیار پر برتری	۱۷۸	بخل اور بزدلی بُری خصلتیں ہیں
۲۰۴	اہل فارس کے مناقب	۱۷۹	چار منتخب کلمات
۲۰۵	شہید کا مقام	۱۸۰	ہدیہ اور صدقہ میں امتیاز
۲۰۶	اچھا لگانا اچھی عبادت ہے	۱۸۱	مدینہ میں رہائش پذیر ہونے کی فضیلت
۲۰۷	کلام کرنے میں احتیاط کی ضرورت	۱۸۲	خطبہ کا آغاز اللہ کی حمد و ثناء سے
۲۰۸	عورت کیلئے مسجد جاتے وقت خوشبو لگانے کی ممانعت	۱۸۳	عُسن کا شکر یہ ادا کرنا
۲۱۰	حاکم اور محکوم کے حقوق	۱۸۴	وضو کے ذریعے صفائے کی معافی
۲۱۱	صبح شام پڑھنے کی دعا	۱۸۵	چھوٹے اعمال کا زیادہ اجر
۲۱۲	تنگدستی کی خوراک	۱۸۶	اذان اور صفِ اول کا اجر
۲۱۳	حضور علیہ السلام کی اپنی بیویوں سے علیحدگی	۱۸۷	حاکمِ وقت کی اطاعت
۲۱۴	حضور علیہ السلام کا تعوذ	۱۸۸	کھانے میں خادم کی شرکت
۲۱۵	تنگدستی کا زامہ	۱۸۹	ایک بیش قیمت دعا
۲۱۶	جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ	۱۹۰	نماز کا سکون خراب کرنے والی چیزیں
۲۱۷	بعض قسم کی کمائی کی ممانعت	۱۹۱	شراب نوشی پر سزا کا حکم
۲۱۸	حج ۹۷ کے موقع پر چار خصوصی اعلانات	۱۹۲	گداگری حرام ہے۔
۲۱۹	نکاح سے پہلے مرد و زن کا ایک دوسرے کو دیکھنا۔	۱۹۳	انسان کی ناشکر گزاری کا شکوہ
۲۲۰	مدینہ طیبہ مرکز علم ہوگا	۱۹۴	قرآن کا حق
۲۲۱	ہجرت کی تشریح اور جنت کا لباس	۱۹۵	مدینانِ سفر روزے کا اجر
۲۲۲	طہارت جنابت بذریعہ تیمم	۱۹۶	مختلف نمازوں میں قراءت کی مقدار
۲۲۳		۱۹۷	حین سلوک کی برکات
۲۲۴		۱۹۸	اہل قبور کے لیے دعائیں
۲۲۵		۱۹۹	
۲۲۶		۲۰۰	



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۵۱	جنت اور دوزخ میں لیجانے والے اعمال	۲۲۸	بیعت کہتے وقت عورتوں سے عدم مصافحہ
۲۵۲	نصف شعبان کو خصوصی رحمت کی تقسیم	۲۲۹	مکبر کی مذمت
۲۵۳	وحی الہی کا ثقل	۲۳۱	دو آدمیوں میں جدائی ڈالنے کی مذمت
۲۵۴	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی ثانی تین حدیثیں۔	۲۳۲	حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام
۲۵۷	عذاب قبر میں تخفیف	۲۳۳	بیٹھے کے مال میں باپ کا حق
۲۵۸	حضور علیہ السلام کے چار گوہر پارے	۲۳۴	جمعہ میں حاضری کے آداب
۲۶۰	حسن، سلاق اور طبیعت کا کرم	۲۳۵	کلمہ توحید کا اجر و ثواب
۲۶۱	غریب لوگ کون ہیں۔	۲۳۶	اہل عرفہ کی اللہ کے ہاں پذیرائی
۲۶۳	محاسن ذکر کی غنیمت	۲۳۷	مجلس میں ذکر الہی نہ کرنے پر حسرت
۲۶۴	چار بہترین خصلتیں۔	۲۳۸	مالک کی اجازت کے بغیر پھل توڑنا
۲۶۵	جہاد کی فضیلت	۲۳۹	قتل شبہ عمدہ میں قصاص نہیں بلکہ دیت
۲۶۶	خاموشی ذریعہ نجات ہے۔	۲۴۰	جہاد میں حصہ لینے والوں کے لیے اجر
۲۶۷	حضور قلب کیساتھ دعا	۲۴۱	جہاد سے واپسی بھی جہاد پر جانے سے
۲۶۸	جانے پیدائش کے علاوہ فوت ہونے کا فائدہ۔	۲۴۲	کم نہیں۔
۲۷۰	چوری اور اس کی سزا۔	۲۴۳	روزے اور قرآن کی سفارش
۲۷۲	غیر موجود چیز کی خرید و فروخت	۲۴۴	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے بیان کردہ تین مسائل
۲۷۳	دنیا کے مال کی حقیقت	۲۴۵	ہبہ شدہ چیز کی واپسی
۲۷۵	صحیح خرید و فروخت میں برکت ہے	۲۴۶	حضرت ابوذر غفاریؓ کی زہد
۲۷۶	مساجد کا احترام	۲۴۷	اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کا طریقہ
۲۷۸	حب نبویؐ کا عجیب انداز	۲۴۸	نفس کو زندہ رکھنے کا طریقہ۔
۲۷۹		۲۵۰	خالص دودھ کا حق

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۱۰	فوت شدہ نمازوں کی ترتیب	۲۸۰	ہامی روزے دار آدمی
۳۱۱	بہتر لوگ کون ہیں۔	۲۸۱	حمد باری تعالیٰ اشعار میں
۳۱۲	حضور علیہ السلام کے بعد جگڑوں کا آغاز	۲۸۲	توبہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی کی جا
۳۱۳	اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان		سکتی ہے۔
۳۱۴	تین بڑے بہتان	۲۸۴	جنگ میں بچوں کے قتل کی ممانعت
۲۱۶	توراة، زبور اور انجیل کا نعم البدل	۲۸۵	چار بیش قیمت کلمات
۳۱۷	کتب سماویہ کا نزول رمضان المبارک میں	۲۸۹	تسبیحات کی عظمت
۳۱۸	حضور علیہ السلام کے خاندان کی فضیلت	۲۹۱	نماز کی صف اول کی فضیلت
۳۱۹	حبیبیت کی تعریف	۲۹۲	مجاہد فی سبیل اللہ کا مرتبہ
۳۲۰	مسجد قبا میں نماز پڑھنے کا اجر	۲۹۳	نماز تراویح کا بیان
۳۲۱	تین اہم مسائل	۲۹۵	قیامت سے پہلے فتنوں کا ظہور
۲۲۳	مظلوم کی مدد ضروری ہے۔	۲۹۷	بیماری میں علاج کرنے کا حکم
۲۲۴	اللہ کے سامنے میں جگہ	۳۰۰	کلمہ توحید کا اجر و ثواب
۳۲۵	سنگی اور فراخی کا زمانہ	۳۰۱	گھوڑے کی خدمت پر اجر
۳۲۷	مسلمہ کذاب کی طرف سے قاصدوں کی آمد	۳۰۲	دین اسلام کی برکات
۳۲۹	کھانا کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۳۰۳	ایک سو آیات کی تلاوت کا اجر
۳۳۰	حضور علیہ السلام کو حجرات کے باہر سے پکارنا	۳۰۴	مسلمان بھائی کی خیر خواہی کا اجر
۳۳۲	جنگ میں بے گناہ لوگوں کے قتل کی ممانعت	۳۰۵	خطبہ جمعہ کے آداب
۳۳۴	اہل بقیع کے لیے دعا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر آخرت۔	۳۰۶	نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ
۳۳۷	حضور علیہ السلام کی امت کے شہداء	۳۰۷	چھوٹے فوت شدگان بچوں کی والدین
۳۳۹	قاری قرآن ابی بن کعب کی منقبت		کے لیے سفارش۔
		۳۰۸	زمانہ فتن کے دوران لائحہ عمل



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۶۳	رویت الہی کا مسئلہ	۳۴۱	صدقہ اور ہدیہ میں فرق
۳۶۸	حضور علیہ السلام کی نبوت کا آغاز	۳۴۲	عورت کی تین زائد دراثیں
۳۶۹	اسلامی اخوت اور تقویٰ	۳۴۴	مسجد کی تعمیر کا اجر
۳۷۱	ہام نظر بد اور فال	۳۴۵	کھانے میں برکت
۳۷۳	تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے کی	۳۴۷	مسواک کی اہمیت
	نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۳۴۸	مسجد میں تھوکنے کا مسئلہ
۳۷۴	جانوروں کے بارے میں نماز پڑھنا	۳۴۹	سودا کرتے وقت مال کا نقص ظاہر کرنا
۳۷۶	تقدیر کا مسئلہ	۳۵۱	اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کرنا۔
۳۷۷	بیت المقدس کی فضیلت	۳۵۳	صحابی رسول کے ساتھ محبت
۳۷۸	ذی الحوشن کے قبول اسلام کا واقعہ	۳۵۴	جنازے کی ایک دعا
۳۸۰	عقیقہ اور صلہ رحمی	۳۵۵	مسلمان بھائیوں کے لیے ایک دوسرے
۳۸۲	مشرک کی اجر سے محرومی		پر حقوق۔
۳۸۴	نماز پڑھنے کے بعد جماعت کیساتھ شمولیت	۳۵۷	ذی المجاز میں دعوت اسلام
۳۸۶	حضور علیہ السلام کا سن ولادت	۳۵۹	دوران جنگ شناختی الفاظ
۳۸۷	شہداء کی دنیا میں واپسی کی تمنا	۳۶۰	حضور علیہ السلام کی چند بیش قیمت نصائح
۳۸۸	امیر معاویہ کے لیے ہادی اور مہدی پر نبی	۳۶۲	سورۃ کافرون اور اخلاص کی فضیلت
۳۹۰	بیت المقدس کی فضیلت		





## پیش لفظ

از احقر محمد فیاض خان سواتی مہتمم مدرسہ نصرہ العلوم گوہر النوالہ  
الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی خاتم الانبیاء  
والمُرسَلین وعلی السَّلم و اصحابہ اجمعین  
اَمَّا بَعْدُ !

محترم قارئین کرام۔ دروس الحدیث جلد اول اور جلد دوم کی اشاعت کے بعد اس سلسلہ  
الذہب کی تیسری جلد آپ کے سامنے ہے اللہ تعالیٰ نے معالم العرفان فی دروس القرآن کی  
طرح دروس الحدیث کو بھی اپنے خصوصی فضل و کرم سے مقبولیت سے نوازا ہے جو ام و خواں  
نے ان سے استفادہ کیا ہے اور ان کی اشاعت کو قابل مدحین و آفرین قرار دیا ہے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو نہایت دلنشین انداز میں امت مسلمہ کے اذہان کے  
قریب کرنے اور ان کی تفہیم میں دروس الحدیث کے مفید عام سلسلہ کو نہایت ہزیرائی حاصل ہوئی  
ہے اس افراط و تفریط کے بھیانک دور میں نہایت اعتدال کے ساتھ جناب نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو ان دروس میں بیان کیا گیا ہے۔ حدیث کا لغوی معنی بات اور  
کلام جو تلبہ ہے اور اصطلاح میں حدیث حضور علیہ السلام کے ارشادات اور افعال کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ  
کے کلام قرآن کریم کے بعد جس کلام کو فوقیت اور افضلیت حاصل ہے وہ حضور علیہ السلام کے ارشادات ہیں اللہ تعالیٰ  
نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔  
جیسا کہ ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا  
لِلَّهِ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (النساء ۵۹)  
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ  
(آل عمران، ۳۲)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو۔  
اور رسول کی اطاعت کرو۔  
آپ کہہ دیجئے اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ  
فَاتَّبِعُونِي (آل عمران، ۳۱)  
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ  
أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب، ۲۱)  
وَمَا اتَّكُمْ الرَّسُولُ مِنْ خُذُوهُ  
وَمَا نَهَى كُمْ عَنْهُ فَاتَّبِعُوا۔

آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ تکے سے محبت  
کرنا چاہتے ہو تو تم میرا اتباع کرو۔

مسلمانو، تمہارے واسطے جناب رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل پیروی کے لیے بہترین نمونہ  
جو تم کو اللہ کا نبی (دے یا سکھائے) اس کے  
لو اور جس سے وہ تم کو منع کرے اس سے رک

(المحشر، ۷)

جاؤ۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی  
ان تمام آیات قرآنی سے احادیث مبارکہ کی عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے اور جبکہ ماننا  
اور ان پر عمل پیرا ہونا ہر ایماندار شخص پر لازم ہے جو شخص حضور علیہ السلام کی سنت مبارکہ سے  
اعراض کرتا ہے۔ اس کے متعلق خود حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي (بخاری و مسلم)  
جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا  
وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میری سنت کو ترک کرنے والا ملعون ہے

(مسند احمد و مستدرک حاکم)

اس وقت دنیا میں بے حد بے شمار فتنے رونما ہو چکے ہیں من جملہ ان میں سے ایک  
جو افتنہ انکار حدیث کا فتنہ بھی ہے بعض لوگوں نے حضور علیہ السلام کی احادیث کو سرے سے  
ماننے سے ہی انکار کر دیا ہے جس سے اسلام کی بنیادوں کو سخت ترین نقصان پہنچ سکتا ہے  
قرآن کی تفسیر و تشریح من مانی کی گئی ہے جس کی وجہ سے اخلاقیات میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔  
عقائد و اعمال میں کجی واقع ہو چکی ہے اور معاشرت و سیاست میں ان گنت خرابیوں نے جنم

لیا ہے۔ یہ سب فتنے انکار حدیث کا نتیجہ ہیں۔ نزول وحی کے زمانہ سے لیکر پہلی صدی تک تقریباً صحیح احادیث کو بغیر کسی تفصیل کے متفقہ طور پر حجت سمجھا جاتا تھا پھر آہستہ آہستہ گمراہ فرقوں نے اس میں رخنے ڈالنے شروع کر دیئے اور انکار حدیث کی داغ بیل ڈال دی ان فرقوں میں معتزلہ فرقہ پیش پیش تھا۔ قریبی دور میں اس فتنہ کو ابھارنے والے ۱۔ جلیلہ چکڑاوی ۲۔ اسلم جیرچوری ۳۔ نیاز فتحپوری ۴۔ ڈاکٹر غلام جیلانی ۵۔ ڈاکٹر امجدین ۶۔ علامہ مشرقی ۷۔ غلام احمد پرویز ۸۔ تمنا عمادی پھلواری وغیرہ فتنہ پروروں نے اپنی تقریر و تحریر کے زور پر فتنہ انکار حدیث پکاکر کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے میں بڑا کام کیا کہ داراد کیا ہے۔ ایسے فتنہ پروروں کی سرکوبی کے لیے اللہ رب العزت نے ہر دور میں علمائے راسخین کو پیدا فرمایا ہے جنہوں نے بڑی محنت لگن اور جانفشانی سے ایسے فتنوں کا سینہ کمر ہو کر مقابلہ کیا ہے اور لوگوں کو حضور علیہ السلام کی احادیث سے قریب کرنے کے لیے بڑی بڑی کاوشیں اور محنتیں کی ہیں۔ زیر نظر کتاب دروس الحدیث جلد سوم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو نہایت شستہ پیرایہ میں بالکل آسان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جس کے پڑھنے سے ذہن میں کوئی خلجان پیدا نہیں ہوتا ہر آدمی خواہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو یا متوسط پڑھا لکھا یا معمولی اردو خوان ہو ان سے بخوبی استفادہ کر سکتا ہے۔ اس جلد میں بھی امام احمد بن حنبلؒ کی سند احمد کی منتخب احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ جو کہ دو صدی سے روایات ہیں اس جلد کے بعد چوتھی جلد کی کتابت بھی مکمل ہو چکی ہے۔ قارئین کرام اس کی اشاعت کے لیے بھی خصوصی و عافرمائیں کہ اللہ رب العزت اپنے غیب کے خزانے سے اسباب ہیبا فرمائے۔ صاحب دروس حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب مدظلہ کی صحت اور عافیت کے لیے اور

جو جو حضرات اس مشن میں دامن، درمے، قدمے اٹھنے حقہ لے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی جان و مال میں برکت نصیب فرمائے اور اس کار خیر میں مزید بڑھ چڑھ کر حقہ لینے کی توفیق مرحمت فرمائے اور استقامت علی الخیر کی توفیق دے۔ اس جلد کی پروف ریڈنگ میں احقر کے ساتھ حافظ محمد عمار خان ناصر نے حقہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت و کاوش کو بھی شرف

قبولیت سے نوازے۔ آمین

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهِ  
اَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْنَ۔

احقر محمد فیاض خان سواتی  
مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ  
۲۴ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ یکم اکتوبر ۱۹۹۴ء



## حضرت انسؓ کی عمر

عَنْ حَمِيدٍ عَنْ أَنَسٍ عَمْرٍ مِائَةً سَنَةً غَيْرَ مَنِيَةٍ  
(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ ص ۱۲۴)

حضرت انس بن مالکؓ کے شاگرد حضرت حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی عمر ننانوے سال یعنی ایک کم سو سال ہوئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انسؓ کے مال اور عمر میں برکت کے لیے خصوصی دعا کی تھی۔ چنانچہ اللہ نے آپؐ کی عمر میں بھی برکت دی اور آپؐ کو اولاد بھی بہت دی۔

حضور علیہ السلام نے جب مدینہ ہجرت کی تھی تو انس بن مالکؓ دس سال کی عمر کے تھے والد نے لاکھ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا تو یہ حضور علیہ السلام کی وفات تک دس سال حضور کی خدمت کرتے رہے حضور کے خادم خاص تھے ہر وقت آپؐ کے پاس آنا جانا تھا۔ آپؐ کی خدمت کرتے تھے بڑی سعادت ان کو حاصل ہوئی ہے یہ بعد میں بصرہ میں آکر مقیم ہو گئے تھے اور بصرہ میں ہی ان کی وفات ہوئی بصرہ اور کوفہ جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دو بڑے شہر آباد ہوئے تھے عراق میں یہ بصرہ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ کوفہ میں چودہ سو صحابہ کرامؓ آکر آباد ہوئے تھے حضرت علیؓ بھی تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے اور بھی بے شمار بڑے بڑے صحابہ تھے ایسے ہی بصرہ کے اندر بھی تھے۔ حضور علیہ السلام ان کے لیے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَارْحَمْهُ مِنْ عَائِلَتِهِ کی تھیں کہتے ہیں دود عائیں اللہ نے منظور فرمائی ہیں دنیا میں ہیں نے دیکھ لیا تیسری کی امید رکھتا ہوں اے اللہ اس شخص کے مال اور اولاد میں برکت عطا فرما۔ مال بھی اللہ نے بہت دیا۔ بصرہ میں ان کا باغ تھا لوگوں کے باغ سال میں ایک دفعہ پھل دیتے تھے ان کا باغ دود دفعہ پھل دیتا تھا یہ حضور کی دعا کی برکت تھی ان کے باغ میں نیاز ہو تھی جس سے کسٹوری کی خوشبو آتی تھی حالانکہ یہ نیاز ہو جو ہے اس کی الگ خوشبو ہوتی ہے لیکن وہاں کسٹوری کی خوشبو آتی تھی یہ حضور کی دعا کی برکت تھی مال بھی اللہ نے بہت دیا اور اولاد بھی خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے صلیبیٹوں

میں سے ایک سو اکیس یا ایک سو بائیس دفن کیے ہیں اور اولاد کی اولاد تو بہت تھی اور عمر بھی لمبی ہوئی کیونکہ انہوں نے ۹۳ھ میں وفات پائی ہے اور تیسری دعایہ تھی کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں بخش فرمائے کہتے ہیں کہ اسکی امید رکھتا ہوں وودعائیں تو دیکھ لیں۔

اس حدیث میں سطر نمبر ۷ سے آخر تک حضرت انسؓ کے جو حالات منسلک ہیں وہ احقر نے والد محترم مدظلہ کی شمائل ترمذی کی کیسٹ خدہ تقریب سے نقل کیے ہیں۔ حضرت انسؓ کی تاریخ ولادت و وفات کے متعلق کوئی حتمی بات کتب میں درج نہیں ہے بعض کے نزدیک آپؓ کی عمر ایک سو سات برس ہے بعض کے نزدیک ایک سو دس برس بعض کے نزدیک ایک سو ترسیٹھ برس ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت انسؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت سات برس کی یا آٹھ برس کی یا دس برس کی پھر آپؓ کی تاریخ وفات کے متعلق بھی بعض نے ۹۰ھ بعض نے ۹۱ھ بعض نے ۹۲ھ اور بعض نے ۹۳ھ نقل کیا ہے۔ علامہ عزالدین ابی الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم الجزری المعروف بابن الاثیر المتوفی ۶۲۰ھ نے حضرت انسؓ کے متعلق مندرجہ بالا جملہ اقوال نقل کرنے کے بعد ۹۳ھ کو ہی آپؓ کی وفات کا سن قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ص ۱۲۷ و ۱۲۸ ج ۱ نیز صاحب تہذیب نے بھی آپؓ کی وفات کے متعلق ۹۱ھ ۹۲ھ اور ۹۵ھ کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ واقرب ما قیل وفاتہ سنۃ ۹۳ھ آپؓ کی وفات کا سن ۹۳ ہی زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۷۸ ج ۱)

(نیاض)

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت حفصہؓ نے آپؐ کی دوسری زوجہ محترمہ حضرت صفیہؓ کے متعلق کہا کہ یہ یہودی کی بیٹی ہے جب بات حضرت صفیہؓ کو پہنچی تو وہ رسنے لگیں۔ اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت صفیہؓ رو رہی ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کیا بات ہے تو انہوں نے بتایا کہ حضرت حفصہؓ نے اسے یہودی کی بیٹی ہونے کا طعنہ دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کی دلجوئی کی اور فرمایا اِنَّكَ ابْنَةُ نَبِيِّ وَاِنَّ عَمَلَكَ نَبِيٌّ وَاِنَّكَ لَتَحْتَ نَبِيِّ فَفِيْهِ كَخَفْ عَلَيْكَ۔ دیکھو! تم ایک بنی موسیٰ علیہ السلام کی بیٹی ہو۔ اس کی اولاد میں سے ہو تمہارے چچا حضرت ہارون علیہ السلام بنی تھے اور پھر تم اللہ کے آخری نبی یعنی میری زبیت میں ہو، لہذا حفصہؓ تم پر کس چیز میں فخر کرتی ہے اور تمہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بناتی ہے۔ پھر آپؐ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا اَللّٰهُ يٰ اَحْفَصَةُ۔ اے حفصہ! اللہ سے ڈرو، خاندان اور نسب کی بنا پر کسی کو طعن کرنا عارم ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے كُلُّكُمْ اَبْنَاءُ اَحَدٍ۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام کا سلسلہ نسب مٹی کے ساتھ ملتا ہے لہذا خود کو برتر اور دوسرے انسان کو حقیر نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں بھی فرمان ہے وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَاۗءِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ (المحجرات - ۱۳) لوگو ہم نے تمہارے خاندان اور قبائل بنائے

تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، مگر یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے ہاں برتری اسی کو حاصل ہوگی جو تم میں سے زیادہ متقی ہوگا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس شخص کو اس کا عمل پیچھے ہٹانے کا اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا، مضافت کا دار و مدار ایمان اور اچھے عمل پر ہے نہ کہ خاندان اور نسب پر۔ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو کسی معزز خاندان میں پیدا کیا ہے، اس کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ یہ اس کی مہربانی سے ہوا ورنہ کون ہے جو اپنی مرضی سے کسی کے ہاں پیدا ہو۔ لہذا کسی دوسرے شخص کو حقیر سمجھنا ہرگز مناسب نہیں۔ ویسے بھی کسی مسلمان کو یہودیت کا طعنہ دینا درست نہیں ہے ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو یہودی کہہ کر مخاطب کرے وہ میں کوڑوں کی سزا کا مستحق بنتا ہے۔ بہر حال حضرت حفصہ کی زبان سے نکلنے والی یہ بات غلط تھی۔ سو کنوں کے درمیان اس قسم کی باتیں نکل آتی ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو عمدہ پیرائے میں بات سمجھا دی جعفریہ کی دلجوئی کی اور حفصہ کو خبردار کیا کہ آئندہ ایسی بات نہیں ہونی چاہیے۔ ایک اور روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ کی ایک بیوی نے دوسری کو بہت قد ہو لے کا طعنہ دیا حضور علیہ السلام سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم نے زبان سے ایسی بات نکالی ہے کہ اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو سارے کے سارے سمندر کڑوے ہو جائیں۔



## حضرت جلیب شہید

عَنْ النَّبِيِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَلِيبٍ امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِيهَا فَقَالَ حَتَّى اسْتَأْمَرَ أُمُّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ فَأَنْطَلَقَ الرَّجُلُ إِلَى امْرَأَتِهِ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهَا ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک غریب صحابی حضرت جلیبؓ کے متعلق انصار کے خاندان میں ایک شخص کی بیٹی کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ روایت کے آخر میں آتا ہے وَأَنْتَ لَهَا لِمَنْ أَتَفَقَّ بَيْتٌ فِي الْمَدِينَةِ۔ وہ مدینہ کا اچھا خرچ کرنے والا یعنی مالدار خاندان تھا۔ اس خاندان میں حضور نے اس غریب آدمی کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا وہ شخص کہنے لگا حضور! مجھے اجازت دیں تاکہ میں لڑکی کی ماں سے مشورہ کر لوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ پھر جب اس شخص نے اپنی بیوی سے اس رشتہ کے متعلق بات کی تو وہ غصے میں آگئی اور کہنے لگی لَاحَا اللَّهُ إِذَا مَا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا جُلَيْبِيًّا۔ بخدا یہ بات نہیں ہو سکتی۔ کیا حضور علیہ السلام کو ہماری بیٹی کے لیے جلیب، جیسا نادار آدمی ہی ملا تھا حالانکہ ہمارے پاس فلاں فلاں آدمیوں کے اچھے رشتے آرہے تھے۔ مگر ہم نے قبول نہ کئے یہ سن کر پیغام لانے والا شخص واپس چلا گیا تاکہ حضور علیہ السلام کو بتلائے کہ گھر والے اس رشتہ پر رضا مند نہیں ہیں متعلقہ لڑکی پر دسے کے پیچھے یہ باتیں سن رہی تھی۔ وہ فوراً کہنے لگی اَتُرِيدُونَ أَنْ تَرْمِثُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات رد کرنا چاہتے ہو حالانکہ آپ نے اس رشتہ کے لیے سفارش کی ہے۔ یہ تو بہت بُری بات ہے یہ سن کر میاں بیوی کہنے لگے کہ لڑکی بات تو سچی کہتی ہے حضور

علیہ السلام کی سفارش کو رد کرنا اچھا نہیں ہے۔ چنانچہ لڑکی کا باپ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اِنْ كُنْتُ قَدْ رَضِيتُكَ فَقَدْ رَضِينَا. حضور! اگر آپ اس رشتہ پر راضی ہیں تو ہم بھی راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا فَإِنِّي قَدْ رَضِيتُكَ۔ بھائی میں تو راضی ہوں۔ پھر آپ نے اس لڑکی کا نکاح حضرت جلیبیبؓ کے ساتھ کر دیا۔

پھر اتفاق ایسا ہوا کہ مدینہ میں جنگ کا واقعہ پیش آگیا اور جلیبیبؓ بھی مجاہدین اسلام میں شامل ہو گیا اور دشمنوں کا خوب مقابلہ کیا۔ بہت سے مشرکوں کو ہلاک کیا اور پھر خود بھی شہید ہو گیا۔ مسلم شریف کی روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ اس نے سات کافروں کو قتل کیا اور پھر خود شہید ہو گیا۔ جنگ کے بعد حضور علیہ السلام نے مجاہدین کی تلاش شروع کی تو صحابہؓ نے بتلایا کہ فلاں فلاں آدمی نہیں ہے مگر جلیبیبؓ کسی کی نگاہ میں نہ آیا پھر غریب آدمی کو کھن جانتا ہے حضور علیہ السلام نے پوچھا اور کون سا آدمی اس جنگ میں شہید ہوا ہے؟ صحابہؓ نے کچھ نام بتائے مگر جلیبیبؓ کا نام پھر بھی نہ آیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ مجھے جلیبیبؓ نظر نہیں آ رہا ہے۔ جب پتہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ سات کافروں کو تہ تیغ کرنے کے بعد وہ خود بھی شہید ہو گیا حضور علیہ السلام اس کی لاش پر خود تشریف لائے اور اس کی بہادری کی تعریف کی پھر آپ نے اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور خود قبر میں اتارا۔

(منذ امد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دوسری بات یہ فرمائی۔ وَتَصِلُ  
أَقْرَبَ بَأْوِكَ۔ اپنے قریبداروں کے ساتھ صلہ رمی کر۔ اگر رشتہ دار نادار ہیں تو ان کی  
امانت کر۔ تیسری نصیحت یہ فرمائی۔ وَتَعْرِفُ حَقَّ السَّائِلِ وَالْجَارِ وَالْمَسْكِينِ

محتاج، ٲڑوسی اور مسکین کا حق پہنچانوں۔ سائل سے مراد محتاج انسان ہے نہ کہ بھکاری جو بطور پیشہ بھیک مانگتا ہے کیونکہ یہ تو دیسے ہی حرام ہے وَ اَمَّا التَّسَاوُلُ فَلَا تَنْهَوْنِ (الضحیٰ - ۱۰) سائل کو مست جھڑکو۔ اس سے وہی سائل مراد ہے جو واقعی محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے۔ وَفِيْ اَمْوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْسُوْرِ (الذریات - ۱۹) مالداروں کے مال میں محتاج اور محروم کا بھی حق ہے۔ محروم سے مراد وہ شخص بھی ہو سکتا ہے جس پر کوئی مادہ وارد ہو جاتے جس سے اس کا مال ضائع ہو جاتے۔ یا کوئی خارا آجاتے۔ اس حدیث میں بھی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم محتاج، ٲڑوسی اور مسکین کا حق پہنچانوں۔ اگر ٲڑوسی مسکین ہے تو دور والوں کی نسبت اس کا حق فائق ہے کیونکہ حضور کا فرمان ہے لِلْجَارِ عَلٰی الْجَارِ حَقٌّ۔ ایک ٲڑوسی کا دوسرے ٲڑوسی پر بڑا حق ہے آپ نے یہ بھی فرمایا۔ مَا ذَا لِجَنْبِیْلِ یُوحِیْنِی بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنْہٗ سَیُوحِیْ رِثَیْہٗ۔ جبریل علیہ السلام مجھے برابر اللہ کی طرف سے ٲڑوسی کے متعلق تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ شاید اللہ تعالیٰ ٲڑوسی کو دراشت میں حصہ دلا رہے ہیں اس طرح دوسری جگہ فرمایا۔ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْخِجْ جَارًا جَوْ اَدَمٰی التَّوَادُّ قِیَاسًا پرایان رکھتا ہے وہ اپنے ٲڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ لوگ ان چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا میں فتنہ فساد اور بددینی پیدا ہوتی ہے۔

جب یہ بات ہوتی تو وہ مالدار شخص کہنے لگا۔ اَقْلَلْ لِّی۔ حضور مجھے کوئی مختصر بات بتلائیں جس پر میں عمل درآمد کر سکتا ہوں آپ نے فرمایا وَ اٰتِ خَالَ الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمَسْکِیْنَ وَ اٰتِ الْجُنَّ السَّبِیْلَ وَلَا تُبْسِطْ تَبْطِیْرًا (بنی اسرائیل - ۲۶) قرابت دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق ادا کر۔ اور فضول خرچی مت کر۔ اپنے مال کو ناجائز کاموں پر مست لگاؤ۔ فرمایا یہ جامع اور مانع بات ہے۔ اس شخص نے پھر عرض کیا احفظوا اگر میں زکوٰۃ کا مال آپکے قاصد کے ذریعے ادا کروں فَقَدْ بَرَأْتُ مِنْہَا



تو کیا میں اللہ اور رسول کے ہاں بری الذمہ ہو جاؤں گا؟ فرمایا، ہاں اگر تم زکوٰۃ کا مال میرے قاصد کے ذریعے بھیج دو۔ فَقَدْ بَرَأْتَ مِنْهَا تَوَنَّمْ بِرَى الذَّمِّ ہو گئے فَذَلِكَ اجْزَاؤُهَا۔ اور تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ وَ اِثْمُهَا حَتَّى مَكَنْ مَثَلُهَا۔ اور اس کا گناہ اس کی خلاف ورزی کرنے والے پر آئے گا اور وہ اللہ کے ہاں ماخوذ ہو گا۔

بنی تمیم کے اس آدمی کے ساتھ گفتگو سے ثابت ہوا کہ مالی حقوق میں سب سے پہلے زکوٰۃ آتی ہے جو کہ فرض ہے اس کے بعد صدقہ فطر، قربانی، محتاج مسکین اور رشتہ دار کا حق واجبات میں سے ہیں۔ اس کے بعد حج اور عمرہ کا خرچہ بھی صاحب استطاعت پر لازم ہے بعض حقوق سنت اور بعض مستحب ہیں اگر کوئی شخص بھوکا سر رہا ہے تو دامد مالدار آدمی پر اس کی جان بچانا فرض ہو جاتا ہے جب کہ کوئی دوسرا مدد کرنے والا نہ ہو۔ اور اگر اور لوگ بھی مدد کر سکتے ہوں تو پھر ایسا کرنا سنت یا مستحب کے درجہ میں آئے گا۔

## بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا ثواب

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهِيَ مُحْتَمَّةٌ فَخَرَّ النَّاسُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ قُفُوعِي يَصْلُحُونَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الْقَاعِدِ نِصْفُ صَلَاةِ الْقَائِمِ فَتَجَشَّعَ النَّاسُ الصَّلَاةَ قِيَامًا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۴)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ میں بخمار عام تھا اور مہاجرین خاص طور پر اس کی زد میں آگئے بخمار کی وجہ سے لوگوں میں قدرے کمزوری بھی آگئی تھی۔ ایک دن حضور علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ نفل نماز بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے کی نسبت آدھا ہے حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے مشقت کے ساتھ بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو ترجیح دی تاکہ ان کے اجر میں کمی واقع نہ ہو جلتے۔ صحابہ ہمیشہ پورا ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے البتہ معذور آدمی بیٹھ کر نماز ادا کر سکتا ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص مام حالات پر پورے طریقے سے کھڑے ہو کر نماز پڑھتا تھا، پھر مذہر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھنے لگا تو اسید ہے کہ اسے اس کی عزیمت کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھنے میں بھی پورا ثواب حاصل ہوگا۔

## حضور علیہ السلام کا خوشبودار پسینہ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَلَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حَيْثُ نَأْفَعُ فِيَّ وَجَاءَتْ أُمِّي بِقَارُورَةٍ فَجَعَلَتْ تُسَلِّطُ الْعَرَقَ فِيَّهَا فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُمَّهُ سَلِّطِي مَا هَذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ قَالَتْ هَذَا عَرَقُكَ تَجْعَلُهُ فِي طِينِنَا وَهُوَ أَطْيَبُ الطِّيبِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک دوپہران کے گھر میں آرام کیا۔ کہتے ہیں کہ میری والدہ ایک شیشی لے آئیں اور اس میں حضور علیہ السلام کا پسینہ جمع کر لیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا ام سلیم اکیا کر رہی ہو۔ عرض کیا آپ کا پسینہ اس شیشی میں جمع کیا اسے ہم اپنی خوشبو میں ملا لیتے ہیں تو خوشبو کی پاکیزگی بڑھ جاتی ہے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ ام سلیمؓ نے کہا کہ ہم یہ اپنے بچوں کو برکت کے لیے دیں گے جو کہ ایک متبرک خوشبو ہوگی۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ دنیا کی کسی خوشبو میں وہ چیز نہیں پائی جاتی جو آپ کے پسینہ مبارک میں ہے یہ آپ کی خصوصیت میں داخل ہے ویسے بھی آپ کے پسینہ سے بہت خوشبو آتی تھی اور آپ جس گلی سے گزر جاتے تھے وہ گلی معطر ہو جاتی تھی۔

## جنت کا دروازہ حضور علیہ السلام کھلوائیں گے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنِّي بَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاسْتَفْتِمْنِي فَيَقُولُ الْخَازِنُ مَنْ أَنْتَ  
قَالَ فَأَقُولُ مُحَمَّدٌ قَالَ يَقُولُ بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ  
قَبْلَكَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت  
والے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اسے کھلوائوں گا جنت کا دربان کہے گا آپ  
کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ میں محمد ہوں۔ اس پر دربان کہے گا کہ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ  
سے پہلے میں کسی اور کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں بطلب یہ کہ جنت کا دروازہ سب  
سے پہلے آپ کے لیے کھولا جائیگا اور آپ ہی سب سے پہلے اس میں داخل ہوں گے پھر  
تمام امتوں میں سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پہلے جنت میں داخل ہو  
گی۔ صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام اور آپ کی امت کو  
یہ فیض عطا فرمائی ہے۔

## عمیر بن الحارث کی جنگ بدر میں شہادت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بُسَيْنَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا فَعَلَتْ عَيْرُ ابْنِ سُفْيَانَ فُجَاءَ وَمَا فِي الْبَيْتِ  
أَحَدٌ غَيْرِي وَغَيْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
لَا أَذَرِي مَا اسْتَكْنَى بَعْضُ لِسَائِهِ فُحْتُ ثُمَّ الْحَبِيثُ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۶)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص بسیرہ نامی کو ابوسفیان کے قافلہ کا پتہ چلانے کے لیے بھیجا۔ یہ وہ واقعہ ہے جو جنگ بدر کی بنیاد بنا۔ مشرکین نے فیصلہ کیا تھا کہ ابوسفیان کی سرکردگی میں جانے والے تجارتی قافلے کا کل منافع مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے استعمال کیا جائیگا۔ مسلمانوں کو اس قافلے کی خبر ملی تو آپ نے بسیرہ کو بطور جاسوس بھیجا تاکہ پتہ کرے کہ یہ قافلہ کس راستے سے جا رہا ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ جاسوس خبر لے کر واپس آیا تو گھر میں میرے اور حضور علیہ السلام کے سوا کوئی نہیں تھا۔ شاید حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات میں سے بھی کوئی تھی۔ بہر حال جاسوس نے مکمل حال بیان کیا کہ قافلہ آنا بڑا ہے، اس کے پاس اس قدر سامان ہے اور یہ فلاں راستے سے جا رہا ہے۔ یہ اطلاع پا کر حضور علیہ السلام گھر سے باہر نکلے اور فرمایا: اِنَّ لَنَا طَلِبَةً ہمارا کچھ مقصود ہے یعنی ہم اس قافلے کا تعاقب کرنا چاہتے ہیں لہذا لوگوں کو ہمارے ساتھ اس مہم میں نکلنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کے پاس سواری ہے فَلْيَنْ كَبْ مَعَنَا۔ وہ فوراً سوار ہو کر ہمارے ساتھ چل پڑے، بعض لوگوں نے مذر پیش کیا کہ ہماری سواریاں مدینہ سے باہر اطراف میں ہیں، اگر اجازت ہو تو ان کو لے آئیں اور پھر آپ کے ساتھ چل دیں۔ آپ نے فرمایا لَا اِلَّا مَنْ كَانَ ظَہْرُہٗ مُخْلِصًا نہیں بلکہ جن کی سواریاں موجود ہیں وہ فوراً روانہ ہو جائیں کیونکہ باہر سے سواریوں کی آمد کیلئے



وقت نہیں ہے چنانچہ حضور علیہ السلام اور آپ کے سوار ساتھی چل دیئے۔ حتیٰ سَبَقُوا  
 الْمُشْرِكِينَ إِلَى بَدْرٍ حَتَّىٰ كَرِهَ الْمُشْرِكِينَ سے پہلے بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ ادھر  
 مشرکین کو بھی اطلاع مل گئی کہ مسلمان ان کے قافلے کا تعاقب کر رہے ہیں لہذا ابو جہل نے  
 بھی اپنے لوگوں کو قافلے کی حفاظت کی غرض سے نکالا اور مشرک بھی اسی بدر کے مقام  
 پہنچ گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جنگ کا ارادہ نہ مسلمانوں کا تھا اور نہ کفار کا۔ مسلمان محض قافلے  
 کے تعاقب میں نکلے تھے اور مشرک اس کی حفاظت کرنا چاہتے تھے۔ قدرت کو اسی طرح منظور  
 تھا کہ دونوں فریق بدر کے مقام پر جمع ہو گئے اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جنگ بدر کے  
 موقع پر کسی طرف سے پہنچ نہیں دیا گیا تھا بلکہ بغیر اعلان جنگ، دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہو گیا  
 مسلمانوں کا مقصد محض قافلے کو بچانا تھا مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ لہذا بلا مقصد  
 دونوں لشکروں کو ایک مقام پر جمع کر دیا اس مقام پر حضور علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا۔  
 لَا يَتَقَدَّمُ مِنْ أَحَدٍ مُنْكَسِرٌ إِلَى شَعْبِي حَتَّىٰ أَكُونَ أَنَا أَوْ جُنَاكُ۔ مجھ سے پہلے  
 کوئی شخص کوئی قدم نہ اٹھائے یہاں تک کہ میں خود اس کی ڈیوٹی لگاؤں اور جو کام سپرد کروں  
 وہی کچھ کرنا۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ یا ۲۱۹ تھی جب کے مقابلے میں ایک ہزار  
 کا لشکر تھا۔ تفصیلی واقعات قرآن پاک اور احادیث میں مذکور ہیں اس موقع پر اللہ کے  
 رسول نے اللہ کے حضور گڑ گڑا کر دعا کی تو اللہ نے اہل ایمان کے لوگوں میں الطہبان پیدا کر دیا۔ آپ  
 نے فرمایا اے میرے صحابہ! قُومُوا إِلَى الْجَنَّةِ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ۔  
 اس جنت کے حصول کے لیے اٹھ کھڑے ہو جس کا عرض زمین و آسمان سے بھی زیادہ  
 ہے۔ انصار مدینہ میں سے حمیر بن المہائم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ایسا جنت جس  
 کا چوڑاں زمین و آسمان سے بھی زیادہ ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس پر حمیر نے بے بخی کا نعرہ  
 لگایا یعنی واہوا، بہت خوب، ایسی عظیم جنت کو کیوں نہ حاصل کیا جائے۔ حضور علیہ  
 السلام نے فرمایا۔ حمیر! تم نے یہ کلمہ کیوں کہا ہے تو وہ کہنے لگے۔ حضور!۔۔۔ میں  
 نے جلد اس لیے زبان سے نکالا ہے، إِلَّا رَجَاءُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِهَا۔ کہ خدا تعالیٰ

مجھے اس جنت کے رہنے والوں میں سے بنا دے حضور علیہ السلام نے اس کے اشتیاق کو  
 دیکھ کر فرمایا فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا بے شک تم جنت کے اہل میں سے ہو گویا ان کو جنت  
 کی بشارت مل گئی۔ پھر حرب و فتن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو یہ صاحب اپنی میاں میں رکھی ہوئی کھجوریں  
 کھا رہے تھے پھر انہیں یکدم خیال آیا۔ لَکِنْ أَنَا حَيِّثُ حَتَّى أَكُلَ تَمْرًا قِيَّ هُنَا ۝  
 اِنَّهَا حَيَاةٌ طَوْنِيَّةٌ کیا میں اتنی لمبی عمر پاؤں گا کہ کھجور کے یہ سارے دانے کھا سکوں؟  
 چنانچہ کھجور کے باقی ماندہ دانے زمین پر پھینک دیئے اور میدان جنگ میں کود پڑے  
 ثُمَّ قَاتَلَ لَهُوَ حَتَّى قُتِلَ۔ پھر انہوں نے بہت سے کافروں کو تہ تیغ کیا حتیٰ کہ  
 خود بھی بام شہادت نوش کر لیا۔ میدان بدر میں کل چودہ مسلمان شہید ہوئے جنہیں اسی  
 میدان میں دفن کر دیا گیا۔ حاجی صاحبان ان کی قبور کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

---

## حضرت ثابت بن قیس اور جنگ یمامہ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ إِلَى قَوْلِهِ وَانْتَهُ  
لَا تَشْعُرُونَ وَكَانَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ بْنُ الشَّامِ رَفِيعَ الصَّوْتِ فَقَالَ  
أَنَا الَّذِي كُنْتُ أَرْفَعُ صَوْتِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ حَبِطَ عَلَيَّ أَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۳۷)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جس وقت قرآن پاک کی یہ آیت نازل  
ہوئی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا  
تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ  
لَا تَشْعُرُونَ (المجمعات - ۲۰) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آوازیں  
نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کے روبرو آپس کی طرح زور زور سے نہ بولو، ایسا نہ ہو کہ  
تمہارے اعمال ہی ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس دور  
میں مدینہ طیبہ میں خطیب الانصار حضرت ثابت بن قیس بن شماس بڑی بلند آواز والے  
شخص تھے اس آیت کے نزول پر ان کو خطرہ پیدا ہوا کہ بلند آواز ہونے کی وجہ سے کہیں وہ  
اس آیت کی زد میں آکر اپنے اعمال ہی ضائع نہ کر بیٹھیں۔ حضور کی مجلس میں تو آنا جانا رہتا  
تھا اور جب بات کرتے تو قدرتی طور پر ان کی آواز بلند ہو جاتی لہذا وہ غمگین ہو کر گھر میں  
بیٹھ گئے تاکہ نہ حضور علیہ السلام کی مجلس میں جائیں اور نہ مذکورہ آیت کا مصداق ٹھہرائیں۔ جب  
دو چار دن تک حضرت ثابت نظر نہ آئے تو حضور علیہ السلام نے ان کے متعلق دریافت کیا  
کہ وہ کہاں ہیں۔ لوگوں نے جا کر اس سے غیر ماضی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ میں تو  
اس خوف سے گھر میں مقید ہو گیا ہوں کہ اپنی آواز کی بلندی کی وجہ سے جہنمی نہ بن جاؤں۔

حضرت ثابتؓ کا یہ مذہب حضور علیہ السلام تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ ثابت جہنمی نہیں ہے بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ بلکہ وہ تو جنت والوں میں سے ہے اللہ نے اس کو قدرتی طور پر بلند آواز دی ہے تو یہ گتانی کے زمرہ میں نہیں آتی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ہم اس شخص کو اپنے درمیان چلنا پھرنا دیکھتے تھے وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔ اہم ہم خوب جانتے تھے کہ یہ اہل جنت میں سے ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میلہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ کا واقعہ پیش آیا تو ایک موقع پر میلہ اور اس کے حلیف قبائل کی یلغار کی وجہ سے مسلمانوں کو قدرے پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ اس موقع پر حضرت ثابتؓ اس حالت میں آئے کہ کفن پہنا ہوا تھا اور خوشبو لگا رکھی تھی۔ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ اگر مسلمانوں کو شکست ہو جائے تو یہ بہت بُری بات ہوگی۔ آپ نہایت جگہ کی کے ساتھ مرتدین سے لڑتے رہے حتیٰ کہ جام شہادت نوش کیا۔ آپ نے ان کے جنتی ہونے کی پیشین گوئی تو پہلے ہی فرمادی تھی اور فرمایا تھا کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے۔ اَنْ تَعِيشَ۔ وَ تَمُوتَ شَهِيدًا۔ کہ تم پتہ دیدہ زندگی گزارو اور شہادت کی موت مرو؟ جنگ یمامہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں واقع ہوئی تھی جب مسلمانوں نے میلہ کذاب کا مکمل قلع قمع کرنے کا فیصلہ کیا تھا اس جنگ میں کم و بیش چالیس ہزار آدمی کام آئے تھے جن میں بارہ سو قاری اور حفاظ نے بھی شہادت پائی۔ بعض روایات کے مطابق میلہ کو حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشیؓ نے قتل کیا اور بعض روایات میں امیر معاویہؓ کا نام آتا ہے۔ اس طرح یہ فتنہ فرو ہو گیا۔

## موتے مبارک بطوتبرک

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقَ يُخَلِّقُهُ أَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يَرِيذُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ.

(مسند مطبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ حجام آپ کے سر کے بال مونڈ رہا تھا اور آپ کے صحابہؓ آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے اور آپ کے کسی بال کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے حتیٰ کہ ہر بال کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں آتا تھا۔

لوگ حضور علیہ السلام کے موتے مبارک تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھتے تھے حجتہ الوداع کے موقع پر جب منیٰ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوایا تھا تو آپ نے بالوں کا ایک حصہ حضرت ابو طلحہؓ کے پر کر دیا تھا جو انہوں نے اپنی صوابدید کے مطابق دوسرے صحابہ میں تقسیم کر دیا۔ باقی بال لوگوں نے موقع پر ہی آپس میں بانٹ لیے کسی کے ہاتھ میں ایک بال کسی کے ہاتھ میں دو یا زیادہ بال آ گئے۔

تبرک محض اعتقادی چیز نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ قرآن سے بھی ثابت ہے۔ سورۃ بقرہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے تبرکات کا ذکر موجود ہے جب بنی اسرائیل نے اپنے زمانہ کے نبی سے درخواست کی کہ وہ ان کے لیے بادشاہ مقرر کر دیں تو انہوں نے اللہ کے حکم سے طاوتؑ کو مقرر کر دیا مگر انہوں نے اس فیصلے پر حیل و جنت کی۔ اللہ کے نبی نے کہا کہ جلاوت سے جنگ کرو اللہ تمہیں فتح نصیب کریگا اور اس کی علامت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے تبرکات والا تابوت خود فرشتے تمہارے پاس لے کر آئیں گے۔ اس صندوق میں خاندان نبوت کے بال اور ناخن وغیرہ جیسے کچھ تبرکات تھے۔ امیر معاویہؓ کے

کے پاس بھی حضور علیہ السلام کے ناخن کا ایک تراشہ بطور تبرک موجود تھا۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ دفن کرتے وقت یہ تبرک میری آنکھوں میں ڈال دیا جائے۔ اس طرح خود حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کو اپنے تہ بند کا کفن پہنایا۔ نیز فرمایا کہ میری یہ چادر جسم کے ساتھ رکھنا اور پھر دوسرے کپڑے اور پر ڈال دینا یہ بھی تبرک ہی تھا۔ اس حدیث کا مضمون بھی یہی ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترسے ہوئے بال ہاتھوں میں لیتے تھے اور زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔



## بابرکت پانی

عَنْ النَّبِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى  
الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمَ أَهْلَ الْمَبْنِيَّةِ بِالنِّيَّةِ فِيهَا الْمَاءَ مَقْمًا  
يُوقِي بِإِنَاءٍ إِلَّا خَمْسَ يَدٍ فِيهَا فَرَسِمًا جَاءَهُ فِي الْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ  
فَغَمَسَ يَدَهُ فِيهَا.

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کر لیتے تو اہل مدینہ کے خادم پانی ڈال کر برتن آپ کے سامنے رکھ دیتے اور آپ ان برتنوں میں اپنا دست مبارک رکھ دیتے تاکہ پانی بابرکت ہو جاتے۔ یہ پانی لوگ اپنے مریضوں کو شفا یابی کے لیے استعمال کراتے تھے۔ موسم سرما میں اگر پانی بہت ٹھنڈا ہوتا تو بھی حضور علیہ السلام اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال کر پانی لانے والوں کی حوصلہ افزائی فرما دیتے۔ مسلم شریف کی روایت ہیں آپ کے ایک چغہ کا ذکر بھی ملتا ہے جو حضرت اسماءؓ اسے پانی میں ڈال کر وہ پانی خواہشمندوں کو دے دیتیں تاکہ اللہ تعالیٰ مریض کو شفا بخش دے۔

## ستر قرار کی شہادت کا سامحہ

عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّسِ بْنِ مَالِكٍ ..... الخ  
(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

اس حدیث شریف میں حضرت انس بن مالکؓ نے ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کو کافروں نے دھوکے کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔ ان لوگوں میں اکثریت اصحاب صفہ کی تھی جو مسجد نبوی سے ملحق برآمدے میں رہتے تھے اور حضور علیہ السلام سے دین سیکھتے تھے ان کی تعداد عام طور پر ستر یا اسی کے قریب ہوتی تھی اور کبھی کبھار چار سو سے بھی بڑھ جاتی تھی حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ان میں ہمارے ماموں بھی شامل تھے۔ چونکہ یہ لوگ قرآن پاک کو احسن طریقے سے پڑھتے تھے اس لیے ہم انہیں قرار کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ رات کو دین سیکھتے اور دن کے وقت مختلف کاموں پر چلے جاتے بعض لوگ دور سے میٹھا پانی لانے پر مامور تھے کیونکہ مدینہ میں اکثر کنوؤں کا پانی کھارا تھا بعض اصحاب صفہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے جس سے کھانا پکاتے اور زائد لکڑیاں بازار میں بیچ بھی ڈالتے ان میں سے بعض صاحب وسعت کوئی بکری وغیرہ خرید لیتے اور ذبح کر کے گوشت اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیتے یا اکٹھے مل کر استعمال کر لیتے۔ ان ستر قراری حضرات کی شہادت سے پہلے حضرت خبیثؓ کی شہادت کا واقعہ بھی پیش آچکا تھا یہ دس آدمی تھے جن کو خود حضور علیہ السلام نے کسی کام سے بھیجا تھا۔ مشرکین مکہ نے ان میں آٹھ کو شہید کر دیا اور دو کو قیدی بنالیا جن میں حضرت خبیثؓ تھے بعد میں ان دو حضرات کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ستر قرار کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کسی قبیلہ نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارے علاقے میں تبلیغ دین اور قرآن پڑھانے کے لیے کچھ آدمی ہمارے ساتھ بھیجیں ان قرار میں حضرت انسؓ کے ماموں حرامؓ بھی شامل تھے۔

راستے میں قبیلہ بنی سلیم پڑتا تھا جنہوں نے اس قافلے کے ساتھ تعرض کیا۔ حضرت عرارؓ نے قبیلہ کے سردار کو کہا کہ ہماری تمہاری کوئی عداوت نہیں ہم آگے جانا چاہتے ہیں لہذا تم ہمارا راستہ درود کو۔ اسی آثار میں اس شخص نے حضرت حرامؓ کو نیزہ مارا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے اور فوراً زبان سے نکلا۔ **فَنُتِ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ**۔ کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ اسی طرح باقی حضرات کو بھی شہید کر دیا گیا اور ان ستر بہترین حفاظ اور قلعہ میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکا۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس اندوہناک واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ اس قدر غمگین ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی اس قدر غمگین نہیں ہوئے چنانچہ کئی دنوں تک آپ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے۔ یعنی ان ظالموں کے خلاف اور مسلمانوں کی بہتری کیلئے دعا کرتے رہے۔ یہ قنوت نازلہ تمام نمازوں اور خاص طور پر چہرے نمازوں میں آخری رکعت میں رکوت کے بعد پڑھی جاسکتی ہے حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابو طلحہؓ نے مجھے کہا کہ اگر تمہارے ماموں کا قاتل مل جائے تو تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا پسند کرو گے۔ یہ سن کر حضرت انسؓ کو سخت غصہ آیا اور کہنے لگے کہ وہ شخص خدا یا دیا کرے، میں اس کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اس پر ابو طلحہؓ نے کہا **مَبْلَا فَاِنَّ قَدْ اُسْلِمَ**۔ اس بات کو چھوڑ دو کیونکہ اب وہ شخص اسلام لا چکا ہے اور معاملہ ختم ہو چکا ہے اس پر حضرت انسؓ خاموش ہو گئے۔

## حضرت ابی بن کعبؓ اس آخری امت کے سب سے بڑے قاری

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا بُدَّ لِي بِنِ كَعْبٍ  
أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ قَالَ أَيْبَى أَوْ سَاوِي  
كَفَّ قَالَ نَعَمْ فَبَكَى ابْنُ كَعْبٍ۔

(مسند احمد لمیع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کروں۔ ابیؓ نے عرض کیا حضور! کیا اللہ نے میرا نام لے کر یہ حکم دیا ہے۔ فرمایا! اس مقصد کے لیے اللہ نے تمہارا نام لیا ہے۔ اس پر حضرت ابی بن کعبؓ خوشی کے مارے رونے لگے۔ کہنے لگے کہ میں تو ایک حقیر سا آدمی ہوں مگر خوش قسمت ہوں کہ اللہ نے مجھے یا عزیز بخشا ہے خود حضور علیہ السلام کا فرمان بھی ہے کہ میری امت کا سب سے بڑا قاری ابی بن کعبؓ ہے۔ بعض مورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خصوصی حکم دیا کہ یہ حضرت ابیؓ کو پڑھاؤ کیونکہ انہوں نے اگلے دو کھڑکوں کو پڑھا ہے۔

## لاٹھیوں کے ذریعے روشنی کا معجزہ

عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَسِيدَ بْنَ حُضَيْنٍ وَرَجُلًا آخَرَ  
مِنَ الْأَنْصَارِ تَحَدَّيَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَيْلَةً فِي حَاجَةٍ لَهُمَا حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةٌ وَكَيْلَةٌ  
شَدِيدَةُ الظُّلْمَةِ ثُمَّ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَنْقَلِبَانِ وَبِيدٍ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عُصِيَّةٌ فَأَضَاءَتْ  
عَصَا أَحَدِهِمَا لَهُمَا حَتَّى مَشَيَا فِي ضَوْئِهَا..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے صحابہ میں سے اسید بن حضیرؓ اور ایک اور شخص جو انصار مدینہ میں سے ہیں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں رات کے وقت حضور کے ساتھ کوئی بات چیت کر رہے تھے۔ رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ رات اندھیری تھی اور ان دونوں حضرات کے گھر بھی ذرا فاصلے پر تھے جب یہ حضور علیہ السلام سے فارغ ہو کر نکلے تو دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک چھڑی تھی ان میں سے ایک چھڑی قدرتِ الہی سے لہج کی طرح روشن ہو گئی جس کی روشنی میں یہ حضرات چلتے رہے۔ آگے چل کر دونوں کے گھر علیحدہ علیحدہ سمت میں تھے جب وہ مختلف راستوں پر روانہ ہوتے تو پھر دونوں کی لاٹھیاں روشن ہو گئیں اور اس طرح انہیں گھر پہنچنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

## ذکر کی فضیلت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي  
 آدَمَ إِنْ ذَكَرْتَنِي فِي نَفْسِكَ ذَكَرْتُكَ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرْتَنِي فِي  
 مَلَأَةٍ ذَكَرْتُكَ فِي مَلَأَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ أَوْ فِي مَلَأَةٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ  
 وَإِنْ ذَنْوْتُ مِنِّي شَبْرًا ذَنْوْتُ مِنْكَ ذِرَاعًا وَإِنْ ذَنْوْتُ  
 مِنِّي ذِرَاعًا ذَنْوْتُ مِنْكَ بَاعًا وَإِنْ أَتَيْتَنِي تَمْشِي أَتَيْتُكَ  
 أَهْرَولٍ قَالَ قَتَادَةُ فَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَسْرَعَ بِالْمَغْفِرَةِ .

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا  
 ہے اے آدم کے بیٹے! اگر تو مجھے اپنے جی میں یاد کریگا تو میں بھی تجھے اپنے جی میں یاد کرؤں گا  
 اور اگر تو مجھے کسی مجمع میں یاد کریگا تو میں تجھے فرشتوں کی جماعت یا اس سے بہتر جماعت  
 میں یاد کرؤں گا۔ فرمایا اگر تو میری طرف ایک بالشت بھر قریب آئیگا تو میں تیری طرف ایک  
 ہاتھ کے برابر قریب آؤں گا اور اگر تو میری طرف ایک ہاتھ کے برابر قریب آئے  
 گا تو میں پورے دو بازوؤں کے برابر قریب آؤں گا۔ اگر تو میری طرف  
 چل کر آئیگا تو میں تیری طرف دوڑ کر آؤں گا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے  
 کہ میں جلدی ہی تیری بخشش کا اعلان کر دوں گا۔



## حضرت سعد کیلئے خیر برکت کی دُعا

عَنْ أَنَسٍ أَوْ غَيْرِهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
اسْتَأْذَنَ عَلَى سَعْدِ بْنِ جَبَاةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ  
اللَّهِ فَقَالَ سَعْدٌ وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَلَمْ  
يُسْمِعِ الْبَنَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَلَّمَ ثَلَاثًا وَ  
رَدَّ عَلَيْهِ سَعْدٌ ثَلَاثًا وَلَمْ يُسْمِعْهُ..... الخ

(مسند احمد لمیع برکت جلد ۳ صفحہ ۱۳۸)

حضرت انسؓ یا کوئی دوسرا شخص بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ  
حضرت سعد بن جبادةؓ کے گھر تشریف لائے۔ یہ آپ کے جلیل القدر صحابی اور انصارِ مدینہ  
کے سرداروں میں سے ہیں۔ گھر کے دروازے پر پہنچ کر حضور علیہ السلام نے حسب دستور  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ جب کسی کے گھر جاؤ تو پہلے سلام کرو اور  
اجازت طلب کرو۔ اگر اجازت مل جاتے تو اندر داخل ہو جاؤ اور اگر تین دفعہ سلام کرنے  
پر بھی اندر سے جواب نہ آتے تو واپس لوٹ جاؤ۔ اس دستور کے مطابق حضور علیہ السلام  
نے بھی سلام کیا۔ حضرت سعدؓ نے اندر سے یہ سلام سنا مگر کئی آواز سے وعلیکم السلام ورحمت  
اللہ کہہ کر جواب دیا جسے حضور علیہ السلام نہ سن سکے۔ آپ نے دوبارہ اور سہ بارہ سلام کیا مگر  
ہر دفعہ حضرت سعدؓ آہستہ آواز سے جواب دیتے رہے جنہیں آپ نہ سن سکے،  
لہذا آپ واپس تشریف لے آئے۔ آپ کے پیچھے حضرت سعدؓ بھی آگئے اور عرض کیا  
اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں آپ کا سلام سنتا رہا اور آپ  
کو جواب بھی دیتا رہا مگر آہستہ آواز سے جس کو آپ نہ سن سکے۔ ایسا کرنے سے میری مراد یہ  
تھی۔ اَنْ تُكَلِّمُنِي مِنْ سَلَامَةٍ وَمِنْ الْبَرَكَاتِ۔ کہ آپ زیادہ بار سلام کہیں  
تاکہ مجھے زیادہ برکت حاصل ہو۔

پھر حضرت سعدؓ نے حضور کو گھر لاکر بٹھایا۔ روزے کی افطاری کا وقت تھا انہوں نے حضور کی خدمت میں کشمش پیش کیا جو آپؐ نے تناول فرمایا۔ فارغ ہوئے تو فرمایا اَکَلُ لَحْمًا مِّنْ الْأَنْبَرِ اِر۔ تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا ہے وَصَلْتُ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ اور فرشتوں نے تمہارے لیے دعائیں مانگی ہیں۔ وَافْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ اور روزے داروں نے تمہارے ہاں افطار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ترقی عطا فرمائی ہے آپؐ نے حضرت سعدؓ کو سرزنش نہیں کی کہ تم نے سلام کا جواب ٹھیک طریقے سے کیوں نہیں دیا کیونکہ انہوں نے بھی معقول وجہ بیان کر دی تھی۔

## تشہد میں رفع سبابة

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ فِي الصَّلَاةِ -

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۳۸)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ دورانِ نماز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشہد میں بیٹھتے تو اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے وقت سبابة یعنی دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے تھے۔ رفع سبابة مستحب ہے اور اس کے مختلف طریقے امادیث میں منقول ہیں۔ اخاف کہتے ہیں کہ نمازی کو چاہیے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ کہتے وقت انگلی کو اٹھائے اور اِلَّا اللّٰهُ کہتے وقت نیچے گرا لے اور پھر اسی طرح ہاتھ کو نماز کے آخر تک پیٹے رکھے کیونکہ نماز میں جس قدر حرکت کم ہوگی اتنا ہی بہتر ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تشہد میں بیٹھنے کے ساتھ ہی ہاتھ کی انگلیوں کو لپیٹ لینا چاہیے۔ بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافر مان ہے کہ یہ اشارہ شیطان پر سخت گراں گزرتا ہے گویا کہ اسے ہتھوڑے کی ضرب پڑتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ اور غیر اللہ کی نفی ہوتی ہے۔ اور یہی چیز شیطان پر شاق گزرتی ہے۔

## سفر میں جمع صلاتین کا مسئلہ

هَنَّ النَّسَبُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ  
(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۸)

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ سفر ظہر اور عصر، نیز مغرب اور عشاء کی نمازوں کو اکٹھا کرتے تھے جب کہ سفر طے کرنے میں ذرا جلدی ہوتی تھی مسلم شریف کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ جمع صلاتین کی ادائیگی کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اگر ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کرنی ہیں تو پھر ظہر کی نماز اس کے آخری وقت میں پڑھی جاتی اور عصر کی نماز اس کے اول وقت میں ادا کی جاتی اس طرح یہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر بھی ادا ہوتی ہیں اور اکٹھی بھی پڑھی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی موسم میں ظہر کا وقت زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین بجے تک ہے تو ظہر اس وقت ادا کر لی جاتے اور اس کے بعد عصر کا وقت ہو گیا تو مگابعد عصر بھی پڑھ لی جاتے اسی طرح مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ پڑھ لی جاتی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ اس طریقہ پر عمل کرتے ہیں جسے جمع صوری کہا جاتا ہے گویا ظاہر میں تو دونوں نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ اپنے اپنے وقت پر ہی ادا ہوتی ہیں۔

پہلی نماز کو مؤخر کر کے دوسری کے ساتھ ملا کر پڑھنا تو درست ہے مگر بعد والی نماز کو پہلی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ سوائے عرفہ کے دن حج کے موقع پر اور یہ چیز حج کی خصوصیات میں داخل ہے۔ اس کے لیے آدمی کو احرام کی حالت میں ہونا چاہیے۔ نویں فی الحج ہو، مسجد نمرو ہو اور پھر امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ وہاں پر امام پہلے دو رکعت ظہر پڑھتا ہے۔ پھر بغیر سنن، نوافل ادا کئے مگابعد دو رکعت عصر کی نماز پڑھا دیتا ہے۔ اس کے بعد مغرب تک جبلِ رحمت کے قریب دعائیں کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ اس موقع پر مغرب کی نماز عرفات میں نہیں پڑھی جاتی بلکہ مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہے۔ یہ نمازیں خواہ آدمی

سات تک مؤخر ہو جاتیں مگر وہ میں باکری پڑھی جاتی ہیں کہیں راستے میں ادا نہیں کی جاتیں  
 جمع صلاتین کا جو صورتی طریقہ ہے اس میں نمازیں ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے  
 کیونکہ نص قرآن سے ثابت ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا  
 مُّوَقُّوتًا (النساء - ۱۰۳) مومنوں پر نماز بقید وقت فرض قرار دی گئی ہے لہذا جمع  
 صلاتین کے لیے جمع صورتی ہی بہترین طریقہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں آتا  
 ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض اوقات مدینہ منورہ میں بغیر سفر اور بغیر کسی عذر کے بھی دو  
 نمازوں کو اکٹھا ادا کیا۔ جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا تاکہ میری امت  
 کے لیے آسانی پیدا ہو۔ اگر کسی اہم مصروفیت کی وجہ سے ظہر اور عصر کو صورتی طریقہ پر ملا کر پڑھ  
 لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس طرح تمام امدادیت پر عمل ہو جاتا ہے۔

## قریش کی حکومت اور ان پر لوگوں کے حقوق

عَنْ اَكْسِ بْنِ مَالِكٍ اُحَدِثَكَ حَدِيثًا مَا اُحَدِثُكَ كُلَّ اَحَدٍ  
اَنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى بَابِ الْبَيْتِ  
وَنَحْنُ فِيْهِ فَقَالَ الْاَيْمَنُ مِنَ الْقُرَيْشِ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْكُمْ  
حَقًّا وَلَكُمْ عَلَيْهِمْ حَقًّا مِثْلَ ذَالِكَ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۹)

حضرت انس بن مالک نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تیرے سامنے ایک  
حدیث بیان کر رہا ہوں جس کو میں ہر شخص کے سامنے بیان نہیں کرتا کیونکہ یہ مناسب نہیں  
ہوتا پھر آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اپنے گھر کے  
دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ ہم بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ اُس موقع پر آپ نے فرمایا کہ آئندہ  
حکام قریش میں سے ہوں گے۔ اللہ نے آپ کو یہ بات وحی کے ذریعے بتادی تھی۔ اور قریش  
کے ہر سیر اقتدار آنسکی وجہ یہ بیان کی کہ مسلمان غیر قریش کو بطور حاکم قبول نہیں کریں گے۔ بخاری  
شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جب تک دو باصلاحیت آدمی بھی موجود ہوں گے حکومت  
کی باگ ڈور خاندان قریش میں ہی رہے گی چنانچہ یہ سلسلہ لمبے عرصہ تک چلتا رہا۔ پہلے خلفاء  
راشدین کا دور گزرا، پھر قریش میں سے بنو امیہ اور پھر حکومت حضرت عباس کی اولاد میں چلی گئی  
گویا پوری تاریخ میں ساڑھے چھ سو سال تک یہ سلسلہ قائم رہا۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ حکام قریش کا تم جتنی بہادری اور اسی طرح تمہارا بھی ان پر  
حق ہے اِنْ اَسْتَنْجَمُوا رَحِمُوا الْاَرْنَ سَ لَقَعْت مَہربانی اور رحم طلب کیا  
جائے تو وہ مہربانی کریں۔ سِی اِنْ کَلَفُوا وَفُوا۔ اور اگر وہ کوئی عہد کریں تو اسے پورا کریں  
وَ اِنْ حَکَمُوا عَدَلُوا۔ اور اگر کوئی فیصلہ کریں تو اس میں انصاف کریں۔ فَمَنْ

لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ  
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ اور ان میں سے جو شخص ایسا نہیں کریگا یعنی اس معیار پر پورا  
نہیں اتریگا تو وہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق ہوگا۔ فرمایا یہ  
تمہارا ان پر حق ہوگا۔

---



## صلوٰ خمسہ کے اوقات

عَنْ أَبِي صَدَقَةَ مَوْلَى النَّبِيِّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ عَنْ صَلَاةٍ  
دَسَّوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ  
إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ بَيْنَ صَلَاتَيْكُمَا تَيْنِ وَالْمَغْرِبَ  
إِذَا غَسَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ إِذَا غَابَ الشَّفَقُ وَالصُّبْحَ إِذَا طَلَعَ  
الْفَجْرُ إِلَى أَنْ يُنْفَسِحَ الْبَصَرُ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۹)

حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام اور آپ کے شاگرد حضرت ابی صدقہؓ نے آپ  
سے حضور علیہ السلام کی نمازوں کے اوقات کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا  
کہ جب سورج ڈھل جاتا تو حضور علیہ السلام ظہر کی نماز ادا فرماتے۔ اور عصر کی نماز ان دونوں  
یعنی ظہر اور مغرب کے درمیان پڑھتے۔ مغرب کی نماز سورج غروب ہونے پر اور عشاء شفق  
غائب ہو جانے پر ادا فرماتے یا درہے کہ امام شافعیؒ شفق سے مراد سرخی لیتے ہیں تاہم اس کا  
اطلاق سرخی اور سفیدی دونوں پر ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شفق سے مراد سفیدی  
ہے جو مغرب کے بعد تقریباً سوا گھنٹہ تک رہتی ہے اس وقت مغرب کا وقت ختم ہو کر عشاء  
کا وقت شروع ہو جاتا ہے، فرمایا حضور علیہ السلام فجر کی نماز اس وقت ادا فرماتے جب صبح صادق  
طلوع ہو جاتی یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔ حضرت انسؓ نے نبی علیہ السلام کی نماز پنجگانہ کے  
یہ اوقات بتلائے۔

## حضرت ابی ابن کعبؓ کی خصوصیت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بُدَّ لِي مِنْ كَعْبٍ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَعْنُ الْذِينَ كَفَرُوا... الخ قَالَ وَسَعْنَانِي لَكَ قَالَ نَعُو فَبَكَى.

(مسند امجدی بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے سورۃ البینہ (لَعْنُ الْذِينَ كَفَرُوا.....) پڑھوں تاکہ تم اس کو سن کر یاد کرو۔ حضرت ابی ابن کعبؓ انصار مدینہ میں سے امت کے سب سے بڑے قاری تھے۔ اللہ کے حکم سے حضور علیہ السلام نے ان کو یہ سورۃ سکھائی کیونکہ انہوں نے آگے امت کے لوگوں کو قرأت کا درس دینا تھا۔

جب حضرت ابی ابن کعبؓ نے حضور علیہ السلام کا یہ فرمان سنا تو عرض کیا حضور! کیا اللہ نے میرا نام لے کر یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت ابی ابن کعبؓ خوشی کی وجہ سے آبدیدہ ہو گئے کہنے لگے کہ اللہ نے مجھ جیسے حقیر شخص کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ میرا نام لے کر سورۃ سکھانے کا حکم دیا ہے یا درہے کہ مختلف صحابہ کی مختلف خصوصیات ہیں مثلاً حضرت زیدؓ و اُمہؓ صحابی ہیں جن کا نام قرآن میں موجود ہے مالاںکہ بعض لوگ غلام ہونے کی وجہ سے انہیں حقیر سمجھتے تھے مگر اللہ کے نزدیک وہ بڑے بلند مرتبت تھے۔

## تفاق سے بریت

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ عَتَبَانَ بْنَ مَالِكٍ خَدِمَ بَصْرَةَ فَقَالَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ جُئْتُ صَلَّيْتَ فِي دَارِي أَوْ قَالَ فِي بَيْتِي  
لَا تَخْذِلُ مُصَلَّكَ مَسْجِدًا فَبَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَصَلَّى فِي دَارِهِ أَوْ قَالَ فِي بَيْتِهِ وَاجْتَمَعَ قَوْمُ عَتَبَانَ  
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكِّرُوا مَالِكَ بْنَ  
الْخُشَشِ..... الخ

(مسند احمد طبع بریت جلد ۲ صفحہ ۱۴۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالکؓ کی آنکھوں کی  
بینائی ضائع ہو چکی تھی تو اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور!  
آپ میرے گھر میں تشریف لاکر نماز ادا کریں تاکہ میں آپ کی نماز پڑھنے کی جگہ کو اپنی جگہ گاہ  
بنالوں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کچھ دیگر صحابہ کے ہمراہ عتبانؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ  
تم کس جگہ پر پسند کر دو گے کہ میں نماز پڑھوں انہوں نے جگہ بتلائی تو حضور علیہ السلام نے اس  
جگہ پر نماز ادا فرمائی۔ آپ کے کچھ صحابہ گھر میں دوسری طرف بیٹھے منافقین کے بارے میں  
باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص مالک بن خشمؓ کو موضوع گفتگو بنایا ہوا تھا  
جس کو وہ منافق سمجھ رہے تھے جب حضور علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت  
کیا کہ تم مالک بن خشمؓ کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے  
حضور علیہ السلام نے فرمایا اَلَيْسَ كَيْسَ هَٰذَا اَنْ لَا اَلَا اللّٰهُ وَ اَنِّي رَسُوْلُ  
اللّٰهِ کیا وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا  
رسول ہوں۔ فَلَوْ اَنَّ بَلٰی لَوُكُوْنَ نے عرض کیا، حضور ایسا ہی ہے وہ شخص توحید و رسالت  
کی گواہی تو دیتا ہے مگر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ یہ گواہی دل سے نہیں دیتا۔ دراصل وہ

یہ تھی کہ جس وقت حضورؐ مدینہ کے گھر میں تشریف لائے تو باقی لوگ تو آپ کی ملاقات کے لیے آئے لیکن یہ شخص نہیں آیا تھا اس لیے صحابہ کو حجبہ ہوا کہ یہ شخص منافق ہے۔ نیز اس لیے بھی کہ وہ منافقوں کی طرفداری کرتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مالک کے خلاف تمہارا اعتراض درست نہیں ہے وہ منافقوں کی طرفداری لفاق کی وجہ سے نہیں بلکہ محلہ داری کی وجہ سے بعض معاملات میں ان سے اتفاق کرتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا وَالَّذِي كَفَسِي بِبَيْدٍ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو شخص سچے دل سے توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے إِلَّا حُرِّمْتُ عَلَيْهِ النَّارُ اللَّهُ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔

## خواب کی حقیقت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
تُعْجِبُهُ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ فَرُبَّمَا قَالَ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ  
رُؤْيَا فَأَخَذَ رَأَى الرَّجُلُ رُؤْيَا سَأَلَ عَنْهُ فَإِنْ كَانَ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ  
كَانَ أَحْجَبَ الرُّؤْيَا إِلَيْهِ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۳۵)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ اگر رات کو آپ کو کوئی عجیب و غریب خواب نظر آتا تو نماز فجر کے بعد اسے بیان فرماتے کیونکہ اس میں امت کے لیے کوئی نہ کوئی تعلیم ہوتی تھی۔ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحُجُوهٍ یعنی انبیاء کا خواب بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ خواب کے ذریعے بھی اپنے نبی کو کوئی بات سمجھا دیتا ہے اس کے برخلاف عام لوگوں کے خواب تین قسم کے ہوتے ہیں پہلی قسم کا خواب سچا ہوتا ہے جسے رحمانی خواب کہتے ہیں۔ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ كَلَامُ رَبِّكَ لِمَنْ كَانَ خَوَّابًا ایسا ہے گویا خدا تے رحمان اس سے بات کرتا ہے یہ خواب سچا ہوتا ہے۔ خواب کی دوسری قسم نفسانی ہے یعنی انسان کی غذا کا اثر اس کی قوت متخیلہ پر پڑتا ہے اور غذا کی قسم سے متعلق خواب دکھائی دیتے ہیں۔ خواب کی تیسری قسم شیطانی ہوتی ہے یعنی برائی کی باتیں جو شیطان دوسرے اندازی کے ذریعے ڈالتا ہے، وہی خواب میں نظر آنے لگتی ہیں۔

بہر حال اگر کوئی عجیب و غریب خواب رات کو نظر آتا تو حضور علیہ السلام صبح کی نماز کے بعد لوگوں سے بیان کرتے۔ آپ یہ بھی فرماتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کرو۔ چنانچہ آپ خوابوں کے متعلق لوگوں کو تعلیم دیتے۔ ایک شخص نے عرض کیا حضور!

میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرا سر کٹ گیا ہے اور وہ آگے کی طرف لڑھک رہا ہے اور میں اس کے پیچھے بھاگ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس قسم کا خواب دیکھو تو بائیں طرف تھوک دو بار کرو اور یہ کلمات بھی پڑھا کرو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ اور جس کروٹ پر ایسا خواب دیکھو وہ کروٹ بدل کر دوسری کروٹ پر سو جایا کرو۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی اچھا خواب دیکھو تو اسے اپنے کسی اچھے دوست کے سامنے بیان کرو جو اس کی اچھی تعبیر بیان کرے اور تمہارا سے لیے پریشانی کا باعث نہ ہو۔ پھر ایک عورت آتی اور عرض کیا حضور! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوتی ہوں۔ وہاں میں نے ایک زوردار آواز سنی حتیٰ کہ جنت کیکپا اٹھی یعنی اس میں حرکت پیدا ہوگئی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اوپر سے کوئی وزنی چیز گر پڑی ہے اور اس کی وجہ سے آواز پیدا ہوتی ہے جس کو جنت کہتے ہیں کہنے لگی کہ پھر میں نے دیکھا کہ فلاں فلاں آدمی کو لایا جا رہا ہے حتیٰ عَذَّتْ اِثْنِيْ عَشْرَ رَجُلًا اس نے بارہ آدمیوں کے نام گنوائے۔ اسی زمانے میں حضور علیہ السلام نے کسی جہاد کے لیے ایک چھوٹا لشکر بھی روانہ فرمایا تھا۔ اس خاتون نے بتایا کہ ان بارہ آدمیوں نے اطلس کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ان کی گردنوں کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا۔ کہا گیا اِذْهَبُوْا بِهٖمْ اِلٰی نَهْرِ السَّدْحِ اَوْ قَالَ نَهْرِ الْبَيْدِ ج کہ ان کو نہر سدح یا نہر بیدج پر لے جا کر غسل دلاؤ۔ چنانچہ ان حضرات کو نہر میں غوطہ دلایا گیا تو فخر جُؤُوْا مِنْهٖ وَجُؤُوْهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے تھے ثُمَّ اَتُوْا بِكُرْسِيِّ مِنْ ذَهَبٍ فَقَعَدُوْا عَلَيْهَا پھر سونے کی بنی کرسیاں لائی گئیں جن پر انہیں بٹھا دیا گیا۔ پھر ان کے سامنے ایک برتن رکھا گیا جس میں کچھ کھجوریں تھیں گویا کہ وہ پکنے کے قریب تھیں۔ پھر انہوں نے وہ کھجوریں کھانا شروع کیں جب وہ کھجور کو پلٹتے تھے تو نیچے سے ان کی مرضی کے مطابق پھل نکلتا تھا وہ خاتون بیان کرتی ہے کہ میں نے بھی وہ پھل ان لوگوں کے ساتھ کھایا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رواد کردہ لشکر کی طرف سے آدمی خوشخبری لے کر آگیا کہ اللہ نے جہاد میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ہے۔ پھر اس نے سارا واقعہ سنایا کہ ہم اس طریقے سے گئے۔ کافروں سے یوں ٹکری۔ اور اس قسم کے واقعات پیش آئے تاہم فلاں فلاں بارہ آدمی شہید ہو گئے یہ وہی بارہ شہداء تھے جن کے نام اس عورت نے خواب دیکھ کر گنوائے تھے جب نبی علیہ السلام نے ان بارہ آدمیوں کے نام سنے تو اس عورت کو بلا کر کہا کہ اپنا خواب پھر بیان کرو۔ اس نے بیان کیا تو ہُوَ كَمَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ تو یہ واقعہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ اس جنگ میں پیش آیا۔ اللہ نے شہداء کے مراتب عالیہ بیان فرمائے اور جو انعامات ان کو عالمِ بالا میں مل رہے ہیں۔ ان کی کیفیت بھی بیان کر دی۔

الغرض! یہ اس عورت کے خواب کی تعبیر تھی۔ واقعی وہی بارہ آدمی شہید ہو گئے تھے جن کو عورت نے خواب میں دیکھا تھا تاہم خواب کی تعبیر ایک مشکل کام ہے جس کو ہر آدمی نہیں جانتا۔ اس کا ادراک اللہ تعالیٰ خاص خاص آدمیوں کو عطا کرتا ہے۔ البتہ بعض اوقات تعبیر الٹی بھی ہوتی ہے اس لیے خواب کی تعبیر ہر مہربری بتا سکتے ہیں بعض اوقات خواب کی تعبیر ایک دو دن بعد ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات بیس، تیس، چالیس سال تک کا عرصہ لگ جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بچپن کے خواب کی تعبیر چالیس سال کے بعد ظاہر ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے والد سے کہا تھا يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ دُعَائِي مِنْ قَبْلِ - (یوسف - ۱۰۰) اباجی امیری اس پرانی خواب کی یہ تعبیر ہے جس میں میں نے دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔



## انسان کی آرزوئیں اور موت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَا مِلَّةً فَتَلَّكَتَهُنَّ فِي الْأَرْضِ فَقَالَ هَذَا ابْنُ آدَمَ وَمَوْتُ قَالَ بَيْنَ يَدَيْهِ خَلْفَ  
ذَلِكَ وَ قَالَ هَذَا أَجَلُهُ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۳۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے زمین پر ایک لمبی لکیر کھینچی جو بہت دور تک جا رہی تھی۔ پھر کچھ اور لکیریں کھینچیں جو لمبی لکیر کو درمیان سے گھیر رہی تھیں آپ نے فرمایا کہ یہ لمبی لکیر انسان کی آرزو ہے اور جو لکیر اس کو درمیان سے کاٹ رہی ہے یہ انسان کی زندگی ہے۔ آدمی اپنی زندگی میں لمبی لمبی سکیمیں بناتا ہے آرزوئیں کرتا ہے کہ یہ کروں گا وہ کروں گا مگر موت کی لکیر وارد ہو کر اس کی تمام خواہشات اور آرزوؤں پر پانی پھیر دیتی ہے اور وہ اس کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔

## جنت کے درختوں کی وسعت

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيرُ الرَّكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَتَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۵)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں کوئی کسوار سو سال تک سواری دوڑاتا رہے مگر اس کو طے نہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ جنت میں اتنے بڑے بڑے درخت اللہ نے پیدا کئے ہیں کہ ایک درخت کا سایہ سو سال تک گھوڑا دوڑانے کے باوجود ختم نہیں ہوتا۔

## بعض خواتین کی فضیلت

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُسْبُكَ  
مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ  
خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند خواتین کی فضیلت بیان فرمائی۔ فرمایا تمہارے لئے جہان بھر کی عورتوں سے فضیلت اور مرتبے کے اعتبار سے کافی ہے۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمدؐ اور آسیہ زوجہ فرعونؑ اللہ نے کسی عورت کو نبوت کے منصب پر تو سرفراز نہیں فرمایا۔ البتہ ان جلیل المرتبت عورتوں کو صدیقیت کے درجے پر فائز کیا ہے جیسے حضرت مریمؑ کے متعلق فرمایا، وَ أُمُّهُ  
صِدِّيقَتُهُ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ صدیقہ تھیں۔ اسی طرح حضرت خدیجہؓ کے فضائل صحیح احادیث میں موجود ہیں۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی بڑی خدمت کی۔ آپ کی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے متعلق فرمایا کہ اللہ نے انہیں جنت کی عورتوں کی سردار بنایا ہے فرعون کی بیوی آسیہؓ کی فضیلت بھی اللہ نے قرآن میں بیان کی۔ اللہ نے ان چاروں خواتین کو بلند درجات عطا فرمائے۔ دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ کا ذکر بھی آتا ہے کہ عورتوں پر آپ کی فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کو دوسرے کھانوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اللہ نے بعض عورتوں کو بہت سے مردوں کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت عطا فرمائی ہے۔

## انصارِ مدینہ کیلئے بخشش کی دعا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ شَقَّ عَلَى الْأَنْصَارِ التَّوَاضُّعُ فَاجْتَمَعُوا  
عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَهُ أَنْ يُكْسِرَ  
لَهُمْ نَهْرًا سَيَّحًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَرْحَبًا بِالْأَنْصَارِ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ انصارِ مدینہ کو پانی کی کیبانی کی وجہ سے سخت تکلیف  
تھی انہیں اپنے باغوں کو سیراب کرنے کے لیے اونٹوں پر پانی لانا پڑتا تھا یا اونٹوں کے ذریعے  
پانی کنوؤں سے کھینچنا پڑتا تھا۔ بعض اوقات مقامی پانی کھاری ہونے کی وجہ سے بیٹھا پانی  
دور سے لانا پڑتا تھا گویا لوگوں کے لیے یہ کام سخت دشوار تھا۔ ایک موقع پر انصارِ مدینہ  
حضور علیہ السلام کے پاس اکٹھے ہو گئے تاکہ آپ سے گزارش کریں کہ پانی کی ترسیل کے لیے کسی نہر  
کا بندوبست کر دیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے انصارِ مدینہ کے لیے خوشی کا اظہار کیا اور انہیں  
خوش آمدید کہا اور پھر فرمایا: لَا تَسْأَلُونِي الْيَوْمَ شَيْئًا إِلَّا أُعْطِيْتُكُمْ مَوْءِدَ اللَّهِ فِي قَسَمِ  
آجٍ مِثْلَ تَهْمَارِي هِرْمَلُوبٍ جِزْمَتِهِمْ عَطَارُ كُرُودٍ گاہے گاہے اللہ کے لیے کچھ شے، اِلَّا  
أَعْطَانِيهِ اور میں اللہ تعالیٰ سے جو چیز بھی مانگوں گا وہ عطا کرے گا۔ جب انصارِ مدینہ  
نے یہ بات سنی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ پانی کا انتظام تو جیسے کیسے ہو ہی رہا ہے، ہم  
اس کی بجائے حضور علیہ السلام سے یہ کیوں نہ عرض کریں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے بخشش کا  
پروانہ لے دیں۔ پھر انہوں نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا يَا رَسُولَ اللَّهِ اذْهَبْ لَنَا  
بِالْمَغْضُورَةِ۔ اللہ کے رسول! آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کریں  
تاکہ ہماری کوتاہیاں معاف ہو کر آخرت میں کامیابی نصیب ہو جائے۔ چنانچہ حضور علیہ  
السلام نے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَلَا تَبْنَاؤُا الْاَنْصَارَ



## حضور علیہ السلام کے لیے لغلی قبر تیار ہوتی

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا تَوُفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَلْحَدُ وَآخَرُ يَضْرَحُ فَقَالُوا أَلَسْتَ خَيْرَ رَجُلٍ فَبَعَثَ عَلَيْهِمَا فَأَيُّهُمَا سَبَقَ تَرَكَنَاهُ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمَا فَسَبَقَ صَاحِبُ اللَّحْدِ فَأَلْحَدَ قَوْلَ لَدَّ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۹)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہو گئی تو آپؐ کی تدفین کے لیے سوال پیدا ہوا کہ آپؐ کی قبر کس طرح بنائی جائے۔ اس سے پہلے تدفین کی جگہ کا سوال پیدا ہوا تو اس مسئلہ کو حضرت صدیقؓ نے خود حضور علیہ السلام کے اس قول سے حل کر دیا کہ جس جگہ پر میری وفات ہوگی میں اسی جگہ پر دفن کیا جاؤں گا۔ اب قبر کی کھدائی کا مسئلہ تھا کہ قبر کس قسم کی ہونی چاہیئے۔ اس وقت مدینہ میں دو قسم کی قبریں کھودی جاتی تھیں۔ ایک سیدھی دراڑ قسم کی اور دوسری لحد یعنی لغلی قبر جس کو سامی بھی کہتے ہیں اس مسئلہ کے حل کے لیے صحابہ کرام اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمیں اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے بہتری کی دعا کرنی چاہیئے اس وقت مدینہ میں ایک آدمی سیدھی قبر بنانے کا ماہر تھا۔ اور دوسرا لغلی قبر بنانے کا۔ چنانچہ لے یہ پایا کہ دونوں آدمیوں کی طرف پیغام بھیجا جاتے ان میں سے جو آدمی پہلے آجائے وہی اپنے فن کے مطابق قبر تیار کر دے۔ چنانچہ ان دونوں کی طرف آدمی بھیجے گئے اور پھر لغلی قبر تیار کرنے والا آدمی پہلے پہنچ گیا اور اس نے اپنے طریقے کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے لغلی قبر تیار کر دی۔ مدینہ کی مٹی چمکنی ہے اور لغلی قبر کے لیے موزوں ہے۔ البتہ جس جگہ کی مٹی نرم اور بھر بھری ہو وہاں سیدھی قبر ہی بنائی جاسکتی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کو اسی طرح منظور تھا کہ اس کے نبی کے لیے لحد تیار کی گئی جس میں آپؐ کو دفن کیا گیا۔

## داغ دینے سے علاج کرنا

هَكَذَا قَالَ كَوَالِي أَبُو طَلْحَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهَرِنَا فَمَا نَهَيْتُ عَنْهُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۳۹)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے سوتیلے والد ابو طلحہؓ نے حضور علیہ السلام کے سامنے مجھے داغ دیا مگر حضور علیہ السلام نے اس سے منع نہیں فرمایا اس علاج سے غرض داغ دینے کا مسئلہ ہے مشہور ہے اخضر العلاح الککئی یعنی کسی مرض کے لیے آخری علاج آگ سے مرض کو داغ دینا ہوتا ہے مختلف امراض کا علاج مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے مام دوائی کے استعمال کے علاوہ سنگیں لگانا، پھینے لگانا۔ آپریشن کرنا اور داغ دینا بھی علاج میں شامل ہے۔ چاندی کے تار کو آگ میں گرم کر کے مطلوبہ جگہ پر خاص دوائی رکھ کر دانا جاتا ہے۔ یہ طریقہ علاج قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے اور آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ آج کل بجلی لگا کر علاج کیا جاتا ہے یہ بھی اسی قسم کا علاج ہے۔ بہر حال اس روایت سے معلوم ہوا کہ چونکہ حضور علیہ السلام نے اس طریقہ علاج سے منع نہیں کیا لہذا یہ جائز ہے۔ تاہم انسانی جسم کو آگ دینے کی وجہ سے اسے پسند نہیں کیا گیا بلکہ فقہاء کرام نے اس کو مکروہ کہا ہے اسی لیے قبر میں پکی اینٹ لگانے کی بھی ممانعت ہے کیونکہ یہ آگ میں پکائی ہوئی ہوتی ہے۔

(منذ امد طبع پیرت جلد ۲ صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایک چار پائی پر دراز تھے جو کھجور کے پتوں سے بنی ہوتی تھی۔ آپ کے سر کے نیچے تیکہ تھا جس کے اوپر چمڑا اور اندر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ اس حالت میں حضور علیہ السلام کے صحابہ میں سے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے۔

وَحَلَّ عُمَسْ پھر حضرت عمرؓ بھی داخل ہوئے۔ جو نبی حضور علیہ السلام نے اپنا پہلو بدلا تو حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آپ کے پہلو پر کھجور کے پتوں کے نشانات تھے۔ ظاہر ہے کہ آپ ننگی چار پائی پر دراز تھے اس لیے اس کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر پڑ گئے۔ یہ حالت دیکھ کر فبکی عُمَسْ حضرت عمرؓ آبدیدہ ہو گئے۔ جب حضور علیہ السلام نے حضرت عمرؓ سے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کیا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَآ اَعْلَمُوْ اَنْتَ اَكْرَمُ عَلَی اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ کِسْرٰی وَ قِیْصَرٍ۔ اللہ کی قسم آپ توانہ کے نزدیک کسریٰ اور قیصر سے بھی زیادہ باعزت ہیں۔ قیصر و کسریٰ تو دنیا کی نعمتوں میں کھیل رہے ہیں۔ وَ اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِالْمَسْکٰنِ الَّذِیْ اُرِیْ اور اللہ کے رسول میں آپ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے جسم المہر پر کھجور کے پتوں کے نشانات پڑ چکے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عمرؓ! اَمَّا تَرٰی اَنْ تَمُوتَ لَمْ یَمُوتِ الدُّنْیَا وَ لَمَّا اَلَا خِرَ۔ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ ان کے لیے تو دنیا کی نعمتیں ہیں



اور ہمارے لیے آخرت کی نعمتیں ہوں؟ مطلب یہ کہ یہ لوگ تو کفر شرک اور معاصی کی وجہ سے آخرت سے محروم رہیں گے اور ہمیں وہاں ہر قسم کا ابدی آرام و راحت نصیب ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا اللہ کے رسول کیوں نہیں ایسی بالکل ایسا ہی ہو گا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا فَإِنَّكَ كَذَّالِكَ پھر یقین جانو کہ ایسا ہی ہو گا، لہذا اس حالت پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کافروں کا حصہ صرف دنیا میں ہے۔ جب کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور صلیت کے مطابق دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت کی نعمتیں تو بہر حال ان کو نصیب ہوں گی۔



## حضرت علیہ السلام بطور شافع امت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَا أَوَّلُ شَفِيعٍ فِي الْجَنَّةِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں داخلے کے لیے سب سے پہلے میں ہی سفارش کرونگا۔ مجھ سے پہلے نہ کوئی نبی سفارش کر سکے گا، نہ کوئی مومن اور نہ ہی کوئی فرشتہ۔ میری سفارش ان لوگوں کے لیے ہوگی جن کے لیے اللہ تعالیٰ سفارش کی اجازت دیں گے اور ان کے لیے جنت میں داخلے کا اعلان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان سے مامون شفیع الا من بعد اخذہ۔ (یونس - ۳) اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر قیامت والے دن کوئی بھی سفارش نہیں کر سکے گا۔ صرف وہی سفارش کریگا جس کو اللہ اجازت دیگا و رخصی لکھ قولاہ (طہ - ۱۰۹) اور جس کی بات کو پسند بھی کریگا۔ الغرض! حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سب سے پہلا سفارش کرنے والا میں ہوں گا۔ اور یہ شرف اللہ نے مجھے ہی عطا فرمایا ہے۔

## جبل احد کی فضیلت

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ أَحْسَنَ  
فَقَالَ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ.

(مسند مطبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کا ذکر فرمایا جو مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر چھ سات میل کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ بات حضور علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے دو سے زیادہ مرتبہ ادا فرماتی ہے جب بھی احد پہاڑ نظر پڑتا تو آپ اس کی بات کرتے۔ اس کے علاوہ بھی اس پہاڑ کا کئی دفعہ تذکرہ ہوا۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ احد ایک ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

مفسرین اور محدثین فرماتے ہیں کہ اس کلام کا حقیقی معنی تو یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ میں ایسا شعور پیدا کر دیا تھا کہ وہ آپ سے اور آپ کے صحابہؓ سے محبت کرتا تھا۔ اس کی ایک مثال لکڑی کا وہ خشک تنہا بھی ہے جس سے ٹیک لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے منبر تیار ہو گیا تو آپ اس پر بیٹھ کر خطاب کرنے لگے اور اس خشک تنے کو چھوڑ دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس تنے میں آنا شعور پیدا کر دیا کہ حضور علیہ السلام کی بدلتی برداشت نہ کر سکا اور بچوں کی طرح رونے لگا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر تنے کو تھپکی دی تو وہ خاموش ہو گیا۔ جبل احد کا معاملہ بھی اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اللہ نے اس میں آنا شعور پیدا کر دیا تھا کہ وہ اہل ایمان سے محبت کرتا تھا۔

اس جملے کا ایک مجازی معنی بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اس پہاڑ کے قرب و جوار میں رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ احد کے

دامن میں رہنے والے انصار مدینہ ہی ہو سکتے ہیں جو فی الواقعہ نبی علیہ السلام سے محبت رکھتے تھے اور خود حضور علیہ السلام بھی ان کو محبوب رکھتے تھے۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا تھا اے انصار مدینہ، اللہ کی قسم تم میرے نزدیک محبوب لوگوں میں سے ہو۔ یہ لوگ اللہ اور اس کے نبی دونوں کے نزدیک محبوب تھے کیونکہ انہوں نے دین کی اشاعت کے لیے ہر قسم کی قربانی پیش کی۔

---

## ڈاکہ زنی پر سخت وعید

عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ  
النَّبِيِّ وَمَنْ أَنْتَلَبَ فَلَيْسَ مِنَّا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاکہ زنی  
لوٹ مار اور غارتگری سے منع فرمایا نیز فرمایا کہ ایسا کرنے والا شخص ہم میں سے نہیں ہے۔ دنیا  
میں ڈاکہ زنی اور قتل و غارتگری کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ پرانے زمانے میں لوگ  
تجارتی قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے اور آج کل کلاٹکوف تان کر ہر چیز چھین لے جاتے ہیں اور  
پھر قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ چوری سے بھی شدید جرم ہے کیونکہ چوری تو چھپا کر  
کی جاتی ہے اور خبر ہونے پر چور بھاگ بھی جاتے ہیں مگر ڈاکہ زنی تو سینہ زوری کے ساتھ  
کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ مادہ میں اس قبیح جرم کے لیے چار سزائیں تجویز کی ہیں یعنی ان  
کو ۱۔ قتل کر دیا جائے، یا ۲۔ سولی پر چڑھایا جائے یا ۳۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹے کر دیے  
کاٹ دیتے جائیں یا ۴۔ انہیں ملک بدر کر دیا جائے۔

## ازار بند باندھنے کی کیفیت

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِذَا زَارَ إِلَى نَصِيفِ السَّاقِ وَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ لِأَخِيْنِ فِي أَسْفَلِ مَنْ خَالَكَ.

(مسند امیر طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۰)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہ بند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے اور اگر اس سے نیچے بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ ٹخنوں تک۔ فرمایا اس سے نیچے رکھنے میں کوئی بہتری نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ ٹخنوں سے نیچے تہ بند باندھنے والا جہنم میں ہے۔

اس میں چادر، شلوار، پاجامہ اور پتلون وغیرہ ہر قسم کا تہ بند آجاتا ہے۔ ایک مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ اسے ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکائے کیونکہ ایسا کرنا تکبر کی نشانی ہے۔ کوئی شخص نماز کی حالت میں یا نماز سے باہر کسی بھی صورت میں اس کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے نہیں آنا چاہیے اول تو اسے نصف پنڈلی تک رہنا چاہیے اور اگر زیادہ بھی نیچے کرے تو بہر حال ٹخنے ننگے رہنے چاہئیں۔ یہ حکم صرف مردوں کے لیے ہے، عورتوں کو ٹخنے ڈھانپ کر رکھنے کا حکم ہے کیونکہ ان کے لیے ستر کی پابندی زیادہ ضروری ہے۔ البتہ مردوں کے لیے ایسا کرنا گناہ بکیرہ میں داخل ہے۔

## دروازے کی دراڑ سے جھانکنے کی ممانعت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ حَتَّى أَطْلَعَ فِي حُجْبَةٍ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ بَيْنَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَأَخَذَ مَشْتَقًا فَجَاءَ حَتَّى كَادَى بِالسَّجْلِ وَجَاءَ بِهِ  
وَأَخْنَسَ التَّجْلُ فَنَبَّهَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس بن مالک روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے کے باہر آیا اور دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی دراڑ سے اندر جھانکنے لگا حضور علیہ السلام اس وقت لوہے کے ایک بھالے کے ساتھ سر کو کھجارسے تھے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مجھے پتہ لگ جاتا کہ تم دراڑ میں سے دیکھ رہے ہو تو میں وہی بھالا تمہاری آنکھوں میں مار دیتا کہ تم نے ایسی بُری حرکت کی۔ آپ نے فرمایا کہ گھر میں داخلے کے لیے اجازت طلب کرنے کا مسئلہ اسی لیے واضح کیا گیا ہے تاکہ گھروالوں پر کسی شخص کی نگاہ نہ پڑے کہ وہ اندر کس حالت میں ہیں۔ فرمایا کہ کسی کے گھر جاؤ تو اندر جھانکنے کی کوشش نہ کرو پہلے سلام کرو، اجازت طلب کرو اور اس کے بعد اجازت ملنے پر اندر جاؤ۔ اگر تمہیں دفعہ سلام کا جواب نہ آئے تو واپس چلے جاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ملی۔ اس لیے برخلاف دروازے یا کھڑکی کی دراڑ میں سے جھانکنا تو بہت ہی بُری بات ہے حضور سلیمہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے اور صاحب خانہ اس کی آنکھ میں بھالا یا کوئی تیز دھا آ کر مار دے تو میں اس کا برا نہیں مناؤں گا۔ کیونکہ اس شخص نے بڑی غلط حرکت کا ارتکاب کیا ہے۔ ایسا کرنا ادب اور حیا داری دونوں کے خلاف ہے۔

## نماز میں نگاہیں اوپر اٹھانے کی ممانعت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ قَالَ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَيُخَطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

حضرت انس بن مالکؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ دوران نماز اپنی آنکھوں کو اوپر کی طرف اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے وقت سر کو اوپر اٹھا لے ادب کی بات ہے لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ لوگوں پر یہ بات ذرا دشوار گزری کیونکہ بعض لوگ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور نماز یاد عا کے وقت اپنا سر اوپر اٹھا لیتے تھے اس عبارت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ نے نرمی کے ساتھ سمجھایا اور پھر آپ کی بات اس بارہ میں سخت ہو گئی اور آپ نے فرمایا کہ لوگ اس قسم کی حرکت سے باز آ جائیں ورنہ ان کی آنکھیں ایک لی جائیں گی۔

چنانچہ لَيَنْتَهِيَنَّ عَنْ ذَلِكَ حضور علیہ السلام نے ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرما دیا اور کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر ایسے لوگوں کی آنکھیں ہی ایک لے کیونکہ ایسا کرنا نہایت گستاخی کی بات ہے۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے باجماعت نماز ادا کرتے وقت رکوع سجود یا ان سے اٹھتے وقت امام سے سبقت لے جانے سے منع فرما دیا۔ فرمایا جو شخص رکوع یا سجود کے لیے امام سے پہل کر تا ہے یا اٹھتے وقت امام سے پہلے اٹھ جاتا ہے مجھے اس بات کا غدرشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں اس کا سر گر دھے کا ہی سر نہ بنا دے



امام کی اقتدا لازم ہے لہذا امام سے پہل کرنے کی بیوقوفی نہیں کرنی چاہیے اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے کہ ناز پڑھتے وقت یاد مانگتے وقت نگاہوں کو اوپر آسمان کی طرف نہیں اٹھانا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے والے شخص کی آنکھیں ہی اچک لے اور وہ بصارت سے محروم ہو جائے۔



## اہل کتاب کا منافقانہ طرز سلام

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ يَهُودِيًّا سَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّامُ عَلَيْكَ قَالَ رَحُّوهُ عَلَى قَالَ أَقُلْتَ السَّامُ عَلَيْكَ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا وَ عَلَيْكَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضور علیہ السلام کو سلام کیا اور کہا ”السام علیک“ گویا ”السلام“ کی بجائے اس نے ”السام“ کہا جس کا معنی موت اور ہلاکت ہوتا ہے۔ وہ شخص بد نیت تھا اور اس نے دانستہ طور پر السلام علیک (تم پر خدا کی جانب سے سلامتی ہو) کی بجائے (ہلاکت) کا لفظ استعمال کیا جب وہ یہودی یہ کلمہ کہہ کر آگے نکل گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے فرمایا کہ اس شخص کو واپس لاؤ۔ اسے واپس لایا گیا تو آپ نے دریافت کیا کیا تو نے اس طریقے سے سلام کیا ہے؟ اس نے اقرار کیا کہ واقعی اس نے سلام کی بجائے سام کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ جب کوئی اہل کتاب (یہودی یا نصرانی) تمہیں سلام کرے تو تم اس کے جواب میں ”وعلیکم السلام“ کی بجائے ”علیکم یاوعلیک“ کہہ دیا کرو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تم نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ تمہیں پر پڑے۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ کسی یہودی نے کسی موقع پر اسی غلط طریقہ سے حضور علیہ السلام کو سلام کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کہیں قریب تھیں، انہوں نے بھی سن لیا کہ یہودی نے اپنی خباثت کا اظہار کیا ہے تو ان کو غصہ آگیا اور جواب میں کہا عَلَيْكَ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ تم پر ہلاکت اور لعنت ہو۔ حضور علیہ السلام نے

فرمایا، عائشہ! اللہ تعالیٰ بخش بات کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے اس شخص کو مناسب جواب دے دیا ہے۔ ان کی اس بددعا کا وبال ہم پر نہیں آئیگا بلکہ اللہ انہی کو تباہ و برباد کرے گی لہذا اس قسم کے سلام کے جواب میں صرف ہو علیک کہہ دیا کرو۔ عام مسلمانوں کے لیے بھی یہی قانون ہے کہ غیر مسلم اگر سلام میں پہل کریں تو ان کو یہی جواب دیا جائے۔

---

## سحری کا وقت طلوع فجر تک ہے

عَنْ أَلِيسَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعُكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنَ السُّكُورِ فَإِنْ فِي بَصَرِهِ شَيْءٌ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! بلالؓ کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روک دے۔ اُن کی آنکھ میں کچھ خراپی تھی جس کی وجہ سے وہ بعض اوقات فجر کی اذان قبل از وقت دے دیتے تھے لہذا آپؐ نے فرمایا بلالؓ کی اذان سن کر سحری کھانا بند نہ کر دیا کرو بلکہ طلوع فجر تک سحری کا وقت باقی ہوتا ہے حضرت بلالؓ کی اذان کے متعلق دو طرح کی روایات آتی ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ رات کے درمیانی حصے میں اذان دے دیتے تھے تاکہ خوابیدہ لوگ بیدار ہو جائیں یا جو عبادت میں مصروف ہیں وہ عبادت ختم کر کے سحری کا انتظام کر لیں بعض اوقات ان کو اشتباہ بھی ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے وہ طلوع فجر سے پہلے ہی اذان دے دیتے تھے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلالؓ کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روک دے البتہ نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم صبح وقت پر اذان دیتے تھے جس کے بعد سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

## قرب قیامت کی ایک نشانی

هَذَا مَعَاذِ بْنِ حَرْمَلَةَ الْأَزْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَسْبَا يَقُولُ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ  
حَتَّى يُمَطَّرَ النَّاسُ مَطَرًا عَالِمًا وَلَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ شَيْئًا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

حضرت معاذ بن حرملةؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک یہ علامت ظاہر نہ ہو جائے کہ لوگوں پر خوب بارش ہوگی لیکن زمین پیداوار نہیں دے گی۔ حقیقت میں بڑی تحط سالی یہی ہے کہ بارش ہونے کے باوجود لوگ پیداوار سے محروم رہیں، اناج اور پھل پیدا ہی نہ ہوں۔ احادیث میں قیامت کی بہت سی علامات بیان کی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عام بارش ہونے کے باوجود زمین میں پیداوار نہیں ہوگی۔

## اللہ کے لیے محبت کا اظہار

حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ مَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّ مِثْلَكَ رَجُلًا قَالَ هَلْ عَلِمْتَهُ ذَلِكَ قَالَ لَا فَقَالَ قُمْ فَأَعْلِمْنِي..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص وہاں سے گزرا۔ مجلس میں موجود ایک شخص نے عرض کیا، اللہ کے رسول! مجھے اس گزرنے والے شخص کے ساتھ محبت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اسے یہ بات بتلا دی ہے کہ تم اس سے محبت کرتے ہو بہ کہنے لگا، نہیں۔ فرمایا اٹھو اور جا کر اس کو اس بات سے آگاہ کرو۔ حضور کے اس حکم کی تعمیل میں وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اس گزرنے والے شخص سے کہا وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ فِي اللَّهِ التَّوَكُّلُ قسم میں تیرے ساتھ عرض اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔ اس شخص نے جواباً کہا أَحَبُّكَ الَّذِي أَحَبَّنِي لَكَ تیرے ساتھ وہ ذات محبت کرے جس کے لیے تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اس حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جس شخص کے ساتھ کسی کو محبت ہو اس سے اپنی محبت کا اظہار کر دینا پہلے کیونکہ یہ چیز اس کے لیے خوشی کا باعث ہوگی۔

## حضور کی بدعاشی کا ذریعہ

حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ إِلَى حَفْصَةَ ابْنَتِهِ عُمَرَ رَجُلًا فَقَالَ اخْتَفِطِي بِهِ قَالَ فَغَفَلْتُ حَفْصَةُ وَمَضَى الرَّجُلُ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا حَفْصَةُ مَا فَعَلَ الرَّجُلُ..... الخ

(مسند احمد لمطب بيروت جلد ۳ صفحہ ۱۶۱)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے ایک قیدی آدمی اپنی زوجہ حضرت حفصہ کے سپرد کیا تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں کہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ حضرت حفصہ نے اس شخص کو گھر میں رکھا ہو گا۔ حضرت حفصہ کی ذرا سی غفلت کی وجہ سے وہ قیدی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو پوچھا اے حفصہ! وہ قیدی کہاں گیا؟ انہوں نے عرض کیا حضرت! میری ذرا سی غفلت کی وجہ سے قیدی بھاگ گیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ قَطَعَ اللَّهُ يَدَكَ حَفْصَةُ! اللہ تبارک ہاتھ کاٹ دے، تم نے قیدی کی حفاظت کیوں نہیں کی؟ مطلب یہ تھا کہ اس کو رسی وغیرہ سے باندھ دیا جوتا یا اس پر نگاہ رکھتی تاکہ بھاگ نہ جاتا۔ یہ جملہ سن کر حضرت حفصہ پریشان ہو گئیں ان کو یقین تھا کہ حضور علیہ السلام نے ہاتھ کاٹ جانے کی بددعا کی ہے لہذا یہ ہاتھ ضرور کاٹ کر ہینگا۔ چنانچہ فَرَسَتْ يَدَ يَدَاهُ كَذَا۔ انہوں نے اس طریقے سے اپنے ہاتھ اوپر اٹھالیے۔ پھر حضور علیہ السلام گھر تشریف لائے تو حفصہ کو اس حالت میں دیکھ کر فرمایا مَا شَأْنُكَ يَا حَفْصَةُ۔ اے حفصہ! کیا بات ہے کہ تم ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے ہو عرض کیا حضور آپ نے خود میرے ہاتھ کے متعلق اس طرح سے بددعا کی ہے کہ تیرا ہاتھ کاٹ جائے، لہذا مجھے سخت پریشانی ہے کہ پتہ نہیں میرا ہاتھ کس وقت کاٹ جائے۔

اس پر حضور علیہ السلام نے حضرت حفصہؓ کو تسلی دی اور فرمایا خُذِي يَدِيكِ اِنْ اُتِيَكَ رَجُلٌ مِنْكُمْ فَاسْتَأْذِنْهُ ثُمَّ ادْعُهُ ثُمَّ اُدْعِهِ ثُمَّ اَنْصُرْهُ ثُمَّ اِنْ اُتِيَكَ رَجُلٌ مِنْكُمْ فَاسْتَأْذِنْهُ ثُمَّ ادْعُهُ ثُمَّ اُدْعِهِ ثُمَّ اَنْصُرْهُ۔ میں نے اللہ کی بارگاہ میں درخواست کر رکھی ہے، مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میں نے اللہ سے شرط کر رکھی ہے کہ میں اپنی امت کے کسی بھی شخص کے حق میں ایسی بددعا کروں جس کا وہ اہل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس بددعا کو اس کے لیے بخشش کا ذریعہ بنا دے۔

یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بددعا کو متعلقہ شخص کے حق میں بخشش کا ذریعہ بنا دیتا تھا۔ چنانچہ اس قسم کے متعدد واقعات ملتے ہیں مثلاً اُمّ سلیمؓ کی چھوٹی بچی کو حضور علیہ السلام نے دیکھا تو فرمایا تو تو بڑی ہو گئی ہے، تو بڑی نہ ہو بچی نے اس واقعہ کا ذکر اپنی والدہ سے کیا تو وہ پریشان ہو گئی کہ حضور نے کہہ دیا ہے کہ تو بڑی نہ ہو اب یہ چھوٹی ہی رہے گی۔ جب اُمّ سلیمؓ نے حضور کے پاس آکر اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم پریشان نہ ہو میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر میں کوئی ایسی بددعا کروں جس کا دوسرا شخص اہل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کو اس کے لیے بخشش کا ذریعہ بنا دیتا ہے اس پر اُمّ سلیمؓ کی تسلی ہو گئی۔

ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے حضرت امیر معاویہؓ کو بلا بھیجا۔ قاصدان کے پاس پہنچا تو کھانا کھا رہے تھے لہذا وہ شخص واپس آگیا کچھ دیر کے بعد پھر گیا تو وہ ابھی تک کھانا کھانے سے فارغ نہیں ہوئے تھے اس شخص نے اس بات کا ذکر حضور علیہ السلام سے کیا تو آپ نے فرمایا لَا أَشْبَهُمُ اللّٰهُ مَبْطُنٌ اللّٰهُ اس کے پیٹ کو نہ بھرے۔ یہ بات بھی اسی نوعیت کی تھی کہ جس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح حضرت حفصہؓ کا واقعہ بھی تھا کہ آپ نے فرمایا اللہ تیرا ہاتھ کاٹ دے۔ یہ بددعا دراصل حضرت حفصہؓ کے لیے بخشش کا ذریعہ تھی۔ بلکہ مسلم شریف کی روایت کے مطابق ایسی بددعا متعلقہ شخص کے لیے پاکیزگی اور بخشش کا ذریعہ ہے۔



حضرت جابرؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَدْعُوا عَلَى الْفُسَيْكُ وَلَا أَهْلِكَ وَلَا مَا لَكَ سَحَرٌ۔ لوگو! تم میں سے کوئی شخص اپنی جان، اپنے اہل و عیال اور اپنے مال کے خلاف بددعا نہ کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات قبولیت دعا کے ہوتے ہیں کہ جن کے دوران ہر انسان کی دعا قبول ہو جاتی ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ جس وقت تم بددعا کر رہے ہو وہ انہی مقبولیت کے اوقات میں سے ہو اور تم اس بددعا کا خواہ مخواہ شکار ہو جاؤ۔ انسان بعض اوقات رزادری میں کہہ جاتا ہے، میں مر جاؤں تیرا ستیا ناس ہو تو کسی قابل نہ رہے وغیرہ وغیرہ۔ فرمایا اس قسم کی کوئی بددعا نہ اپنے متعلق کر نہ اپنے بیوی بچوں کے لیے اور نہ اپنے اموال کے ضیاع کے لیے۔ ایسا نہ ہو کہ بددعا فوراً ہی قبول ہو کر تمہیں کسی آزمائش میں مبتلا کر دے یہ صرف اللہ کے نبی کا خاصہ ہے کہ وہ جس کے حق میں بددعا کرتا ہے اگر وہ اس بددعا کا اہل نہیں ہے تو وہ اس کے لیے ذریعہ نجات بن جاتی ہے جو قیامت والے دن اس شخص کے لیے نہایت سودمند ثابت ہوگی۔

## سورة اخلاص کی فضیلت

عَنْ النَّسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنِّي أَحْبَبْتُ هَذِهِ السُّورَةَ  
فَذَكَرْتُ مِثْلَكُمْ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۱)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا، حضور! میں سورة اخلاص (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) کو بہت پسند کرتا ہوں دوسری روایت میں آتا ہے کہ اس سورة میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان توحید اور صفت بیان کی گئی ہے لہذا میں اس کو بار بار پڑھتا ہوں۔ ایک اور صحابی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ نماز کی ہر رکعت میں یہ سورة پڑھنے کے بعد پھر کوئی دوسری سورة تلاوت کرتے آپ نے اس صحابی سے پوچھا تو اس نے بھی یہی جواب دیا کہ مجھے اس سورة سے بڑی محبت ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا احْبَبْتُكَ اَيُّهَا اَخِي خَلِّكَ الْجَنَّةَ اس سورة کے ساتھ تیری محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے یعنی تم جنت کے مستحق بن گئے ہو۔ اگرچہ یہ چار آیات کی چھوٹی سی سورق ہے مگر حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ یہ ایک تہمینی قرآن کے برابر ہے۔ اگر انسان میں ایمان اور خلوص موجود ہو تو اس چھوٹی سی سورة کا اجر و ثواب ایک تہمینی قرآن کی تلاوت کے ثواب کے برابر ہے۔ فرمایا جو شخص اس سورة کے ساتھ محبت رکھے گا اور اس کو اپنا در دہن لے گا وہ یقیناً جنت کا مستحق بن جائیگا اس لیے حضور علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ اس سورة کے ساتھ تیری محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے

## ہر جان کے لئے موت اٹل ہے

عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَالَتْ فَاطِمَةُ ذَلِكَ يَعْنِي لَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ قَالَتْ فَاطِمَةُ وَكَرَّ بَاهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَدِيَّةُ إِنَّهُ قَدْ خَضَى بِأَبْنِكَ مَا لَيْسَ اللَّهُ بِتَارِكٍ مِنْهُ أَحَدًا لِمَوْلَا فَاةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا اس دنیا میں آخری وقت تھا طبیعت میں سخت بے چینی تھی تو اس وقت آپؐ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا، اے میری پیاری بیٹی! تمہارے باپ کے پاس وہ چیز حاضر ہو گئی ہے جس سے اللہ تعالیٰ قیامت تک کسی شخص کو چھوڑنے والا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ موت کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ فرمایا آج کے بعد کوئی بے چینی باقی نہیں رہے گی۔ تکلیف کا دور آج ختم ہو رہا ہے۔ موت ایک ایسی چیز ہے جس سے اللہ نے کسی شخص کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ کوئی نیک ہو یا بد، ولی ہو یا بد کردار، پیغمبر ہو یا فرشتہ سب پر موت طاری ہونے والی ہے۔ قرآن میں موجود ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ (آل عمران - ۱۸۵) ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اس سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا۔ یہ گویا تسلی کے الفاظ تھے جو آخری وقت میں حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی سے فرمائے۔

# علماء ستاروں کی مانند ہیں

سَمِعَ النَّبِيُّ بْنُ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِي الْأَرْضِ كَمَثَلِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ يَهْتَدِي بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فَإِذَا انْطَمَسَتِ النُّجُومُ أَوْ شَكَ أَنْ تَصِلَ الْهَدَاةُ

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

حضرت انس بن مالک روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک زمین پر علماء کی مثال آسمان پر موجود ستاروں کی سی ہے۔ لوگ ستاروں کے ذریعے خشکی اور تری میں پہنچنے حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں لوگ علماء سے دینی امور میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ ان علماء سے مراد علمائے حق ہیں جو حقیقی معنوں میں اللہ کی رضا اور ملت کی بہتری کے لیے کام کرتے ہیں اس سے پیٹ پرست علماء مراد نہیں جو سارے کام محض دنیا کی خاطر کرتے ہیں۔

فرمایا جس طرح ستاروں کے مٹ جانے کے بعد لوگ رستہ نہیں پائیں گے اور بھٹکتے رہیں گے اسی طرح صحیح علماء کی عدم موجودگی میں لوگ گمراہ ہی ہونگے عن بصری کا قول ہے لَوْ لَا الْعُلَمَاءُ لَضَلَّ النَّاسُ مِثْلَ الْبُحَارِ۔ اگر علمائے حق نہ ہوتے تو لوگ جانوروں کی طرح ہوتے جو نہ صحیح عقیدہ کر سکتے اور نہ حلال و حرام میں امتیاز کر سکتے۔

## جنت کی معمولی چیز بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَابَ قَوْسٍ أَحَدُ حُمُوحٍ خَيْرٌ مِنَ الثُّنْيَا وَمَا فِيهَا إِلَّا

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۵۷)

حضرت انس بن مالکؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کو جنت میں ایک کمان کے برابر جگہ نصیب ہو جائے تو یہ ساری دنیا اور اس کے مافیہا سے بہتر ہے۔ اپنے یہ بھی فرمایا وَكُوَانُ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِطْلَعَتْ إِلَى الثُّنْيَا لَمَسَاكُ مَا بَيْنَهُمَا رِيحُ الْمَسْكِ وَأَطْيَبُ مَا بَيْنَهُمَا۔ اگر جنت کی عورتوں میں سے کئی عورت دنیا کی طرف جھانک کر دیکھ لے تو ساری دنیا خوشبو سے بھر جائے۔ فرمایا جنتی عورتوں کا پورا لباس تو بہت ہی اعلیٰ وارفع ہو گا۔ وَلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الثُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ اس کی صرف اور صنی (دوپٹہ) بھی دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ دنیا میں موجود تمام زرو و جواہرات اور مال و اسباب جنتی عورت کے ایک دوپٹے کی قیمت ادا نہیں کر سکتے، وہ اس قدر قیمتی لباس ہو گا۔

## ایک صحابی کے دعائیہ کلمات

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَلَقَةِ وَ رَجُلٌ قَائِمٌ يُصَلِّي فَلَمَّا نَكَمَ وَسَجَدَ وَ تَشَهَّدَ ثُمَّ حَكَأَ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدَ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۵۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک حلقہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھی، رکوع کیا، سجدہ کیا، تشہد میں بیٹھا اور پھر اس طرح دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ بِرِیْعِ السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بیشک سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو بڑا مہربان ہے۔ آسمانوں اور زمین کو بغیر نونے کے بنانے والا ہے، جلال اور بزرگی والا ہے۔ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور سب کی ہستی کو قائم رکھنے والا ہے۔ میں تجھی سے سوال کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ اس نے کیسی دعا کی ہے؟ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس نے اللہ کے اس نام پاک کے ساتھ دعا کی ہے کہ جب کوئی اس نام کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اللہ اسے قبول کرتا ہے اور جب کوئی اللہ سے سوال کرتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے۔ غفان کہتے ہیں کہ اللہ کے اس نام کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے۔

## بہت بڑی فضیلت والے کلمات

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْحَلْقَةِ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَردَّ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۵۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ اس حلقے میں اور لوگ بھی تھے۔ ایک شخص آیا اور نبی علیہ السلام کو اس طرح سلام کیا۔ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو جواب دیا۔ وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ۔ پھر جب وہ آدمی بیٹھ گیا تو اس کی زبان پر جاری ہو گیا الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا قَبِيحًا كَمَا يَحِبُّ رَبُّنَا أَنْ يُتَحَمَدَ وَيُتَبَغَّى لَهُ حضور علیہ السلام نے اس شخص سے کہا کہ تم نے یہ کلمات کس طرح کہے ہیں۔ اس نے یہ کلمات دہرائے تو آپ نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب یہ شخص یہ کلمات ادا کر رہا تھا تو بارہ فرشتے آگے بڑھے۔ ہر فرشتہ ان کلمات کو اللہ کی راہ میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ پھر فرشتے ان کلمات کو لکھنے سے عاجز آ گئے تو اللہ نے فرمایا اَلْكَتُبُوهَا كَمَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَرْثَدٍ۔ میرے بندے نے جس طرح کہا ہے تم اسی طرح لکھ دو، ان کی شکل و صورت ہم خود بنالیں گے مطلب یہ ہے کہ یہ بہت بڑی فضیلت والے کلمات ہیں:

## لکڑی کے تنے کی زاری

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ يَخْطُبُ لِلْجَنْدِ نَخْلَةً فَلَمَّا اخْتَذَ الْمَنْبَى تَحَوَّلَ إِلَى  
الْمَنْبَى فَحَنَّ الْجَنْدُ مَحَتَّى أَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلُّوا فَأَخْتَضَهُمْ فَسَكَنُوا..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۱ صفحہ ۲۶۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ روایت حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کی ہے کہ  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجور کے ایک کٹے ہوئے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے  
تھے یہ تنا مسجد نبویؐ میں لگاڑا ہوا تھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپؐ کی اجازت سے ایک عورت کا غلام  
جنگل سے جھاڑ کا درخت کاٹ لایا اور اس سے تین بیڑھیوں والا منبر تیار کیا۔ یہ منبر مسجد میں  
رکھا گیا تو حضور علیہ السلام کھجور کا تنا چھوڑ کر اس منبر پر تشریف فرما ہو گئے جب آپؐ نے خطبہ دینے  
کا ارادہ کیا تو کھجور کا وہ خشک تنا بچوں کی طرح ہلک ہلک کر رونے لگا۔ نبی علیہ السلام اس کے قریب  
تشریف لے گئے اور اسے اس طرح سینے کے ساتھ لگایا جس طرح فرط محبت میں بچوں کو لگا  
لیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ تنا خاموش ہو گیا۔ یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ اللہ نے اس تنے میں اتنا  
شعور پیدا کر دیا کہ وہ حضور علیہ السلام کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور اس کے رونے کی آواز سارے  
صحابہؓ نے سنی۔

اس قسم کی مثال جبل احد کے متعلق بھی ملتی ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپؐ  
اس پہاڑ پر سے گزرے تو فرمایا اَحَدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔ احدا ایک پہاڑ ہے  
وہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں گویا اللہ نے پہاڑ میں محبت کا  
شعور پیدا کر دیا تھا۔ بہر حال جب حضور علیہ السلام نے کھجور کے اس تنے کو سینے سے لگایا تو وہ  
خاموش ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ لَوْ كُنَّا اخْتَضَنَاهُ لَحَنَّا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ



اگر میں اس کو چھاتی سے لگا کر پیار نہ کرتا تو یہ تنا قیامت تک روتا ہی رہتا۔ دوسری روایت میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس تنے کو یہاں سے نکال جنت البقیع میں دفن کر دو۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ غرضیکہ اللہ نے اس خشک تنے کو صاحبِ کرامت بنا دیا تھا۔



## شہر مدینہ کی خصوصیت

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِينَةُ  
يَأْتِيهَا الْمَلَائِكَةُ فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْسِرُ سَوْنَهَا فَلَا يَدْخُلُهَا  
الْمَلَائِكَةُ وَلَا الطَّاغُوتُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
وہاں مدینہ طیبہ کے پاس آتے گا، شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریگا مگر وہ اسے اللہ  
کے فرشتوں کو اس کی حفاظت پر پائے گا۔ اللہ کے فرشتے گویا مدینہ کے تمام راستوں پر تلواریں  
سونتے کھڑے ہوں گے جو اسے اندر داخل نہیں ہونے دیں گے۔ فرمایا کہ مدینہ وہ بابرکت شہر  
ہے جس میں نہ تو دجال داخل ہو سکے گا اور نہ ہی وہاں پر طاعون کی وبا پھیلے گی۔ اللہ نے چاہا  
تو یہ شہر ان دو فتنوں سے مامون رہیگا۔ یہ حضور علیہ السلام کی برکت کی وجہ سے ہے کہ  
اللہ نے اس شہر کو دارالہجرت بنایا اور اس کو پاک شہر قرار دیا۔

## قربت قیامت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَأُشَارَ بِالسَّابِقَةِ وَالْمُوسُطَى  
(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

حضرت انس بن مالکؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں اور آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ فرمایا۔ درمیانی انگلی انگشت شہادت سے بڑی ہے اور اس سے ذرا آگے نکلی ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اب میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی شریعت اور نہ کوئی نیا پروگرام۔ میرے بعد صرف قیامت ہی آئے گی۔ میرے اور قیامت کے درمیان اس قدر فرق ہے جیسے ایک انگلی دوسری سے تھوڑا آگے ہے۔ میں تھوڑا عرصہ قیامت سے پہلے مبعوث ہوا ہوں اور میرے بعد عہدِ نبوی قیامت آنے والی ہے۔

## نماز میں زیادہ لمبی قرأت کی ممانعت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُؤَمِّرُ قَوْمَهُ  
فَدَخَلَ حَرَامًا وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَسْتَقِيَ تَخْلُفَهُ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ  
لِيُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ فَلَمَّا رَأَى مَعَاذًا طَوَّلَ تَجَوُّزَ رِحْ  
صَلَاتِهِمْ وَلِحَقٍّ بِتَخْلُفِهِ يَسْتَقِيهِ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۲)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے صحابی حضرت  
معاذ بن جبلؓ اپنے محلہ میں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دوسرے صحابی حضرت حرامؓ اپنے  
باغ کو سیراب کر رہے تھے، وہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے مسجد میں آئے مگر جب  
دیکھا کہ حضرت معاذؓ لمبی قرأت کر رہے ہیں تو وہ اپنی عیلمہ مختصر نماز پڑھ کر اپنے باغ  
کو سیراب کرنے کے لیے چلے گئے۔

فَلَمَّا قَضَى مَعَاذُ الصَّلَاةَ جَبَّ حَضْرَتُ مَعَاذُ نَازِخْتُمْ كِي تَوَاقُ  
كُوْتَلَا يَأْيَا كِي حَرَامٌ مَسْجِدٍ دَاخِلٌ هُوَ تَهْتُمْ فَلَمَّا دَاخَلَ طَوَّلَتْ تَجَوُّزَ رِحْ  
صَلَاتِهِمْ وَلِحَقٍّ بِتَخْلُفِهِ يَسْتَقِيهِ قَالَ إِنَّهُ لَمُنَافِقٌ مَرَّآبٍ كِي طَوَّالَتِ  
قَرَاتٍ كُو دِيكُ كُو ه مختصر نماز پڑھ کے اپنے باغ کو سیراب کرنے کے لیے چلے گئے۔ اس پر  
حضرت معاذؓ خفا ہو گئے اور کہنے لگے کہ وہ تو منافق ہو گئے ہیں۔ جب حضرت حرامؓ  
کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں  
باغ کو سیراب کر رہا تھا، مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی نیت سے آیا مگر جب  
حضرت معاذؓ نے قرأت لمبی کر دی تو میں جلدی سے نماز ادا کر کے اپنے کام پر چلا گیا۔ اب  
معاذؓ کہتے ہیں کہ میں منافق ہوں۔

حضور علیہ السلام نے یہ واقعہ سن کر حضرت معاذؓ کو بلایا اور سخت ڈانٹا بلاتے

ہوتے فرمایا۔ اَفْتَانِ اَنْتَ اَفْتَانِ اَنْتَ اے معاذ! کیا تم لوگوں کو حق میں ڈالنا چاہتے  
 ہو؟ آپ نے یہ جگہ بار بار دہرایا۔ پھر فرمایا لَا تُطْقِلَنَّ بِهِنَّ اِقْلَ بَسِجِ اسْمِ رَبِّكَ  
 اَلَا عٰلٰی۔ وَالشَّمْسُ وَضُطْحَمَہَا وَنَحْوُہُمَا۔ ان لوگوں کے ساتھ اتنی لمبی قرأت نہ  
 کیا کرو بلکہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ اَلَا عٰلٰی۔ یَا وَالشَّمْسُ وَضُطْحَمَہَا یا اس جیسی  
 دوسری سورت میں پڑھ لیا کرو۔ دراصل حضرت معاذؓ نے فجر کی نماز میں چالیس رکوع پر مشتمل  
 سورۃ البقرہ پڑھی تھی، لہذا آپ نے فرمایا کہ امام کو کمزور، بوڑھے اور بیمار مقتدیوں کا بھی  
 خیال رکھنا چاہیئے۔ بعض حاجت مند ہوتے ہیں ان سب کی برداشت کے مطابق قرأت  
 کرنی چاہیئے۔



## شہداء بدر کے لیے جنت الفردوس

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ حَارِثَةَ خَرَجَ نَظَارًا فَأَتَاهُ سَهْمٌ  
فَقَتَلَهُ فَقَالَتْ أُمُّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ عَرَفْتُ مَوْقِعَ حَارِثَةَ  
مِلِّي فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَإِلَّا نَأَيْتُ مَا أَصْنَعُ... إلخ  
(مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

حضرت انس بن مالک جنگ بدر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ صحابی رسول حضرت  
حارثہؓ لشکر اسلام میں شامل تھے۔ یہ مشرکین کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک تیر  
اگر لگا جس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ پھر ان کی والدہ حضور علیہ السلام کی خدمت  
میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، اللہ کے رسول آپ جانتے ہیں کہ مجھے اپنے بیٹے سے بڑی  
محبت تھی۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور مجھے المیہاں حاصل ہو۔ اور اگر وہ  
جنت میں نہ ہو تو پھر میں جزع فزع کروں حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ام حارثہؓ  
لَيْسَتْ بِجَنَّةٍ وَلَا حِدَّةٍ جَنَّتْ مَرْفِئًا هِيَ تَوْنُ هِيَ وَلَكِنَّهَا جَنَّاتُ  
كَثِيرَةٌ بَلْكَ جَنَّتْ تَوْبَهُتْ سَ هِيَ۔ اور تیرا بیٹا حارثہؓ افضل جنت میں ہے یا فرمایا  
فِي أَعْلَى الْفَرْكَ قِیْنِ اللّٰہِ لے اس کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائی ہے۔ اللہ  
نے بدر کے چودہ شہداء کے درجات بہت بلند فرماتے ہیں۔

## انسان کی عظمت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْأَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيمٌ فَخَلَقَ الْجِبَالَ  
فَالْقَاهَا عَلَيْهَا فَاسْتَمَرَّتْ فَتَعَجَّبَتْ الْمَلَائِكَةُ مِنْ خَلْقِ  
الْجِبَالِ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

حضرت انس بن مالک روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ حرکت کرتی تھی۔ پھر اللہ نے اس پر جگہ جگہ پہاڑ رکھ دیئے تو زمین میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ پس اللہ کے فرشتوں نے اس پر تعجب کیا اور پروردگار کی خدمت میں عرض کیا۔ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدَّ مِنَ الْجِبَالِ کیا تیری مخلوق میں پہاڑوں سے سخت چیز بھی کوئی ہے؟ اللہ نے جواباً فرمایا۔ نَعُو الْحَبْدُ ہاں پہاڑوں سے سخت چیز تو ہاں ہے جو بڑے بڑے پتھروں کو بھی توڑ ڈالتا ہے۔ پھر فرشتوں نے عرض کیا، پروردگار! کیا تیری مخلوق میں لوہے سے سخت چیز بھی کوئی ہے؟ قَالَ نَعُو الْكُنَّارُ۔ فرمایا ہاں، لوہے سے سخت آگ ہے جو لوہے کو بھی بگھلا کر رکھ دیتی ہے۔ فرشتوں نے پھر عرض کیا، کیا آگ سے بھی زیادہ شدید تیری مخلوق میں کوئی چیز ہے؟ قَالَ نَعُو الْمَاءُ۔ اللہ نے فرمایا، ہاں آگ سے شدید تر پانی ہے جو آگ کو بھی بجھا دیتا ہے۔ فرشتوں کا اگلا سوال تھا کیا پانی سے شدید چیز بھی کوئی ہے۔ قَالَ نَعُو الرِّيحُ فرمایا، ہاں ہوا پانی سے بھی شدید ہے جو پانی کو بھی اڑالے جاتی ہے۔ فرشتوں نے پھر عرض کیا، پروردگار! کیا ہوا سے زیادہ سخت کوئی چیز تیری مخلوق میں موجود ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ إِنْ أَدْرَأَيْتُمْ أَنَّ بَيْمِينَ مِنْ شَمَالِهِ ہاں وہ آدم کا بیٹا انسان ہے جو دائیں ہاتھ

سے صدقہ کرتا ہے مگر باتیں ہاتھ کو تپہ نہیں چلنے دیتا۔  
 یہ دراصل انسان کی عظمت، کمال، فضیلت اور اس کی خدا شناسی کا تذکرہ ہے  
 جو ہر نیکی محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دیتا ہے۔ وہ ریاکاری کے احتمال سے اس  
 حد تک بچتا ہے کہ دایتیں ہاتھ سے کتے ہوئے صدقہ خیرات کی خبر اس کے باتیں ہاتھ  
 کو بھی نہیں ہوتی چہ جائیکہ کسی دوسرے انسان کو ہو۔ یہ انسان کی اسی عظمت کی وجہ سے  
 کہ وہ ہر چیز پر حاوی ہے اور اس سے مستفید ہوتا ہے۔

---



## نیکوں کا بدلہ

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُظْلِمُ الْمُؤْمِنَ حَسَنَةً يُثَابُ  
عَلَيْهَا الرِّزْقُ فِي الدُّنْيَا وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ..... الخ  
(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کسی مومن پر زیادتی نہیں کرتا بلکہ اس کی ہر نیکی پر اسے بدلہ عطا  
کرتا ہے۔ دنیا میں اس نیکی کی برکت سے اسے روزی عطا فرماتا ہے اور آخرت  
میں بھی اس کو بدلہ دے گا۔

پھر فرمایا: وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُعْطَى بِحَسَنَاتِهِ فِي الدُّنْيَا  
اور کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں دے دیتا ہے۔ کافر بھی صدقہ خیرات کرتے  
ہیں، لوگوں سے خیر خواہی کا اظہار کرتے ہیں اور رفاه عامہ کے بہت سے کام مثلاً سکول  
ہسپتال، سڑک وغیرہ بناتے ہیں۔ فرمایا ان کاموں کا بدلہ انہیں دنیا میں ہی حکومت اور اقتدار  
ملل و اولاد کی فراوانی یا نام و نمود و شہرت کی صورت میں دے دیا جاتا ہے فَإِذَا لَقِيَ اللَّهُ  
عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ پھر جب وہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سے ملے  
گا۔ لَوْ تَكُنْ لَكَ حَسَنَةٌ يُعْطَى بِهَا خَيْرًا۔ تو اس کے  
پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی تاکہ اس کو بہتری کا بدلہ دیا جائے۔ مطلب یہ ہے  
کہ آخرت میں بہتری کے لیے ایمان بنیادی شرط ہے۔ اگر اس نے دنیا میں ایمان قبول کر  
کے نیکی کے کام انجام دیئے تو اس کو دنیا میں بھی اچھا بدلہ ملے گا اور آخرت میں بھی۔  
اور اگر وہ دنیا میں ایمان کی دولت سے محروم رہا تو پھر اس کو آخرت میں اس کی نیکیوں  
کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ

مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَ اِنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ ۙ اٰثِمًا۔ (الانبياء - ۹۴) جو شخص بھی نیکی کا کام کرے گا بیشک  
 اس کی تہ میں ایمان موجود ہو تو اس کی کاوش کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ بلکہ آخرت میں اسے  
 پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔ آخرت میں جزا کے لیے اللہ کی وحدانیت، اس کے رسولوں، کتابوں  
 قیامت اور بعثت بعد الموت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

---

## قبر کے سوال جواب

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ حَتَّى أَنْتَ يَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ أَنَاهُ مَلَكَانِ فَيَتَعَدَاَنِمَا فَيَقُولَانِ لَكَ مَا كُنْتَ تَقُولُ رَحِمَ هَذَا الرَّجُلَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۶)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی قبر پر مٹی ڈال کر واپس مڑتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص کے بارے دنیا میں کیا کہتے تھے یعنی فرشتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کرتے ہیں پھر اگر مردہ مومن ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ فَيُقَالُ اَنْظُرْ اِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں اپنے اس ٹھکانے کی طرف دیکھو۔ فَقَدْ اَبَدَ لَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا فِي الْجَنَّةِ۔ لیکن اللہ نے اس کی بجائے تمہارے لیے جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے اگر تم ایماندار نہ ہوتے تو تمہارا ٹھکانا دوزخ میں ہوتا۔ پھر وہ ٹھکانا بھی اس کے سامنے کر دیا جاتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ مرنے والا شخص ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے حضرت قتادہؓ تابعی اہل تابعی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے لیے یہ بات بھی بیان کی گئی ہے۔ اَنْتَ يَفْسَحُ لَكَ فِي قَبْرِهٖ سَبْعُونَ خِزَانًا۔ کہ مومن کے لیے اس کی قبر ستر ہاتھ تک کشادہ

کروی جاتی ہے۔ وَ يُنَادُّ عَلَيْكَ خُضْرًا رَاحِلًا يَوْمَ يَبْعَثُونَ اور قیامت کے دن اٹھاتے جا۔ انک اس پر سبزی پیدا کروی جاتی ہے گویا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ شخص کسی سرسبز باغیچے میں آرام کر رہا ہے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں وَ أَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ کہ پھر اگر مرنے والا کافر یا منافق ہوتا ہے تو اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا ہے کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ جواب دیتا ہے لَا أَذْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ میں تو کچھ نہیں جانتا، جو کچھ لوگ کہتے تھے میں بھی وہی بات کہتا تھا۔ پھر فرشتے اس شخص کو کہیں گے۔ لَا ذَرِيَّةَ وَلَا تَكَلِّتْ نہ تم نے سمجھنے کی کوشش کی اور نہ اللہ کی کتاب کو پڑھا تو یَضْرَبُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ پھر اسے اس کے کانوں کے درمیان شدید ضرب لگائی جائے گی۔ فَيَصْبِحُ صَيْحَةً فَيَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ پس وہ ایسی چیخ چنے گا جس کو جنوں اور انسانوں کے علاوہ ارد گرد کی تمام چیزیں نہیں گی۔ اور فرمایا بَعْضُهُمْ يُضَيِّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفُ أَضْلَاحُهُ کہ بعض لوگوں پر اس کی قبر کو اس قدر تنگ کر دیا جائے گا کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جائیں گی۔ مختلف روایات میں کچھ دیگر کیفیات بھی بیان کی گئی ہیں، مثلاً کسی پر تنانوے سانپ مسلط کر دیئے جائیں گے، غرضیکہ ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال کے مطابق سلوک ہوگا۔

## جنت اور دوزخ کا مشاہدہ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ رَأَيْتُمْ مَا رَأَيْتُمْ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اس چیز کو دیکھ لو جو میں دیکھ رہا ہوں تو ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ لوگوں نے عرض کیا حضور آپ نے کیا چیز دیکھی ہے؟ فرمایا رَأَيْتُمُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم میرے ساتھ نماز پڑھتے ہو تو رکوع و سجود میں مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کیا کرو بلکہ اتنا کیا کرو۔ کیونکہ امام سے آگے بڑھنا اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کی حالت میں یہ کیفیت بھی عطا فرمائی ہے کہ اتنی آراکھو مِّنْ أَمَامِي وَمِنْ خَلْفِي میں آگے اور پیچھے دونوں طرف سے تمہیں دیکھتا ہوں۔

جب حضرت انسؓ نے یہ حدیث بیان کی تو آپ کے شاگرد نے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو تو وہ کس طرح نماز ادا کرے حضرت انسؓ نے جواب دیا۔ یَسْكُحُ وَيَتَجِدُّ قَاعِدًا خِفَ الْمَكْتُوبَاتِ۔ کہ اگر مریض آدمی فرض نماز میں کھڑا ہونے کی سکت نہیں رکھتا تو وہ بیٹھ کر ہی رکوع و سجود کر لے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معذور آدمی کے لیے رعایت ہے۔ ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ نماز کا پورا پورا اجر عطا فرمائیگا۔

## سواری پر نماز ادا کرنا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلَى نَاقَةٍ تَطُوعًا فِي السَّفَرِ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ.

(مسند احمد لمبع بروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

حضرت انس بن مالکؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران اونٹنی پر نفلی نماز پڑھتے تھے جب کہ آپ کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا تھا مطلب یہ ہے کہ نفلی نماز کے لیے قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں، سواری کا رخ جس طرف بھی ہو سواری اسی طرف رخ کر کے نماز ادا کر سکتا ہے یہاں اونٹنی کا ذکر ہے کہ اس زمانے میں یہی اعلیٰ سواری ہوتی تھی۔ موجودہ زمانے میں موٹر، ریل گاڑی، ہوائی جہاز، سائیکل وغیرہ سواریاں استعمال ہوتی ہیں لہذا ان کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ ہاں اگر فرض نماز ادا کرنا ہو تو سواری سے نیچے اتر کر اور قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سفر میں بھی کثرت سے نفلی نماز ادا کیا کرتے تھے۔

## تین حالتوں میں سوال کر سکی اجازت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الْمُسْئِلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لثَلَاثَةٍ لِذِي فَقْرٍ مُدْرِقٍ أَوْ لِذِي غَرَمٍ مُقْطِعٍ أَوْ لِذِي دَمٍ مُوَجِّعٍ.

(مسند مطبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

حضرت انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تین قسم کے آدمیوں کے علاوہ کسی کے لیے سوال کرنا حلال نہیں ہے ایک وہ شخص جو انتہائی درجے کے فقر میں مبتلا ہو یعنی ایسا فقر جو آدمی کو مٹی میں ملا دے مگر اس کے پاس کوئی چارہ کار نہ ہو۔ اور وہ بھی اس وقت تک جب تک اس کی حالت ٹھیک ہو جاتے۔ جب وہ خود کمانے لگے تو اس پر سوال کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ مسلم شریف میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جس شخص کے پاس فاقہ دور کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو اس کے لیے مانگنا جائز ہے۔ فرمایا دو مرد وہ شخص سوال کر سکتا ہے جو کسی آفت میں مبتلا ہو چکا ہو۔ مثلاً طوفان، زلزلہ یا کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے جس میں اس کا مال و اسباب ضائع ہو گیا ہے تو وہ بھی حقدار ہے اور تیسرا آدمی وہ ہے کہ جس کو کوئی تاوان پڑ گیا ہے، ضمانت ضبط ہو گئی ہے جسے ادا کرنے کی ہمت نہیں تو وہ بھی مانگ سکتا ہے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ مانگنا حرام کھانے کے مترادف ہے۔ ایسا کرنا عزت نفس اور دین دونوں کے خلاف ہے۔

## چڑھتے اور اترتے وقت اللہ کی تعریف

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَعَدَ  
الْكُمَةَ أَوْ نَزَلَ قَالَ اللَّهُمَّ كَلِّ الشَّرْفَ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ  
وَكَلِّ الْحَمْدَ عَلَى كُلِّ حَمْدٍ .

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی اونچی جگہ چڑھتے  
کوئی ٹیلہ یا پہاڑی وغیرہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح تعریف بیان کرتے اَللّٰهُمَّ كَلِّ  
الشَّرْفَ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ وَكَلِّ الْحَمْدَ عَلَى كُلِّ حَمْدٍ اے اللہ  
ہر شرف کے اوپر تیرے ہی لیے شرف ہے اور ہر تعریف کے اوپر تیرے ہی لیے تعریف  
ہے۔ اونچی جگہ چڑھتے وقت آدمی میں بکھر پیدا ہو سکتا ہے لہذا حضور علیہ السلام ایسے موقع  
پر اللہ کی تعریف بیان کرتے۔ ایک اور روایت میں اَللّٰهُمَّ اكْبِرْ كَبْرَ الْغَاظِ بَعْدَ كَبْرِهِ  
میں یعنی اللہ بہت بڑا ہے انسان کو کسی حالت میں بھی مغرور نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہر قسم  
کی بڑائی صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ بغیر یہ بھی آتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کسی اونچی جگہ میں  
اترتے تو مَسْحًا اللّٰہ کو کہتے یعنی اللہ کی ذات ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔



## اہل قرآن کی تعریف

عَنْ النَّبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ  
لِلَّهِ أَهْلِينَ مِنَ النَّاسِ فَقِيلَ مَنْ أَهْلُ اللَّهِ مِنْهُمْ قَالَ أَهْلُ  
الْقُرْآنِ مِمَّنْ أَهْلُ اللَّهِ وَخَاصَّتُهُ.

(مسند احمد لمبیع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ اللہ کے اہل کہلاتے ہیں یعنی ”اہل اللہ“ عرض کیا گیا حضور! اہل اللہ کون لوگ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اہل اللہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یعنی قرآن کریم کو یاد کرتے ہیں۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اہل قرآن اللہ کے اہل ہیں جو قرآن کو یاد کرتے ہیں پھر اس پر یقین رکھتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ اہل قرآن سے مراد موجودہ دور والا فرقہ اہل قرآن نہیں ہے۔ یہ تو حقیقت میں منکرین قرآن ہیں۔ یہ پرویزی۔ چکڑالوی وغیرہ گمراہ فرستے ہیں جو اس حدیث کے ہرگز مصداق نہیں ہیں۔ اہل اللہ کہلانے کے مستحق اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جو قرآن پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں۔

## تین بیماریوں میں جھاڑ پھونک کی اجازت

عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشَّقِيَّةِ فِي الْعَيْنِ وَالْحَمَةِ وَالنُّمْلَةِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بیماریوں میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس کلام میں کوئی شرکیہ کلمہ نہ ہو۔ بعض حضرات جھاڑ پھونک کرتے تھے حضور علیہ السلام نے فرمایا اَغْبِ ضُؤًا عِلَیْکَ مِیْرَے سامنے پیش کرو کہ کیا پڑھتے ہو تاکہ تسلی ہو جائے کہ کوئی شرکیہ کلمہ نہ ہو جس کلام میں کوئی غلط واقع ہوتا تھا آپ اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان تین عوارض میں دم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ایک نظر بد جو کہ اَنَا فَا نَا آدٰی کے نقصان کا باعث بنتی ہے۔ دوسرا عارضہ سانپ یا بچھو وغیرہ کے کاٹنے کا ہے کہ اس کی وجہ سے زہر فوراً جسم میں پھیل کر موت واقع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور تیسری مرض سرخ بادہ ہے جس میں بخار ہو جاتا ہے۔ انسان کی کھال سرخ ہو جاتی ہے اور اس میں سوزش اور جلن پیدا ہو جاتی ہے، لہذا اس میں بھی فوری علاج کی ضرورت ہوتی ہے تو حضور علیہ السلام نے ان تین بیماریوں میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے۔

## دوران خطبہ گفتگو کی ممانعت

عَنْ النَّسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ فِي الْحَاجَةِ بَعْدَ مَا يَنْزِلُ عَنِ الْمِنْبَرِ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۷)

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ضروری بات منبر سے اترنے کے بعد کرتے تھے۔ عید کا خطبہ سنت ہے جب کہ جمعہ کا خطبہ لازم ہے کہ اس کے بغیر جمعہ کی نماز نہیں ہوتی۔ خطبے کا اصول یہ ہے کہ دوران خطبہ خاموش رہنا چاہیے اور کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ اگر کوئی شخص اس دوران بات کرتا ہے تو اس کی مثال اس گدھے کے ساتھ دی گئی ہے جس پر کتابوں کا دفتر لدا ہوا ہو۔ خطبہ کے دوران گفتگو کرنے سے جمعہ کا خاص ثواب بھی باطل ہو جاتا ہے۔ البتہ خطبہ ہونے اور نماز شروع کرنے سے پہلے کوئی ضروری بات کی جاسکتی ہے۔ خود حضور علیہ السلام بھی حسب ضرورت خطبہ ختم ہونے اور منبر سے نیچے اترنے کے بعد کوئی بات کرتے تھے۔ خطبہ کے دوران سامعین کو تو قطعاً کوئی بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ خطیب اپنا خطبہ موقوف کر کے کوئی ضروری بات کر سکتا ہے۔

(منذ احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۷)

حضرت انس بن مالکؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت والے دن کسی دوزخی شخص سے کہا جائے گا کہ اگر اس وقت روئے زمین کی تمام چیزیں تمہارے قبضہ میں ہوں تو کیا تم ان کا فدیہ دے کر اپنی جان کو عذاب سے بچا لو گے؟ وہ شخص کہے گا کہ ہاں میں ایسا کرنے کو تیار ہوں۔ اُدھر سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا قَدْ ارْحَضْتُ مِنْكَ أَهْوَاكَ مِنْ خَالِكَ دُنْيَا مِیْنِیْ نَے تجھ سے ایک معمولی سی چیز کا مطالبہ کیا تھا قَدْ أَخَذْتُ عَلَیْكَ فِی ظَهْرِ آدَمَ اور یہ عہد میں تجھ سے پشتِ آدم میں بھی لیا تھا اَنْ لَا تُشْرِكَ بَیْ شَیْئًا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا فَاَبَیْتُ اِلَّا اَنْ تُشْرِكَ بَیْیْ مگر تم نے اس عہد کا انکار کیا۔ اور دنیا میں رہ کر میرے ساتھ شریک ٹھہراتا رہا۔ میری وحدانیت پر ایمان نہ لایا۔ تمہیں حکم دیا گیا تھا کہ میری ذات صفات اور عبادت میں کوئی شریک نہ بنانا بلکہ میری وحدانیت کا اقرار کرنا مگر تم اس عہد کو بھول گئے آج جب عذاب آنکھوں کے سامنے ہے تو دنیا بھر کا مال و متاع کا فدیہ دے کر اپنی جان چھڑانا چاہتے ہو۔ اول تو تمہارے پاس اس قدر مال و دولت ہو نہیں سکتا اور اگر بالفرض موجود بھی ہو اور تم اسے اپنی جان کے بدلہ میں دینا چاہو تو یہ ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا۔ قرآن پاک میں موجود ہے۔ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَ مِثْلَهُ مَعَهُ لَیَفْتَدُوْا بِہِ

مِنْ عَذَابٍ يَفْرِهُ الْقِيَمَاتِ مَا تَقْبَلُ مِنْهُمْ۔ (الْمَائِدَہ - ۳۶)  
 اگر ان کے پاس دنیا کا سارا مال و متاع اور اس جیسا مزید بھی ہو جسے قدر دے کر وہ  
 قیامت کے دن کے عذاب سے بچنا چاہیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائیگا۔ مطلب یہ  
 ہے کہ جنت کے حصول کے ذرائع آج موجود ہیں اگر آج ان سے فائدہ نہیں اٹھایا تو کل  
 کچھ نہیں ہو سکے گا۔



حضرت انس بن مالکؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا حضور اکونسی دعا زیادہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم  
 اپنے پروردگار سے دنیا اور آخرت میں معافی اور عافیت طلب کرو کہ اس سے بہتر  
 کوئی دعا نہیں ہے۔ دوسرے دن وہ شخص پھر آیا اور یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا  
 پھر وہ شخص تیسرے دن بھی حاضر ہوا اور عرض کیا حضور اکونسی دعا افضل ہے۔ تو آپ نے وہی  
 جواب دیا کہ پروردگار سے دنیا و آخرت میں معافی اور سلامتی کا سوال کرو۔ چنانچہ آپ نے  
 یہی دعا سکھائی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا  
 وَالْاٰخِرَةِ۔

اس شخص نے تین دن متواتر ایک ہی سوال کیا، شاید بات اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو یا وہ دعا کو معمولی سمجھتا ہو مگر حضور علیہ السلام نے تینوں ایام ایک ہی دعا سکھلا کر اس کی اہمیت کو واضح کر دیا۔ نیز فرمایا فَإِنَّكَ إِذَا أُعْطِيتَهُمَا فِي الدُّنْيَا شَرُّ أُعْطِيتَهُمَا فِي الْآخِرَةِ فَقَدْ أَفْلَحْتَ یعنی اگر یہ دونوں چیزیں (معافی اور عافیت) تمہیں دنیا میں بھی حاصل ہوئیں اور پھر آخرت میں بھی مل جائیں تو تو کامیاب ہو گیا۔ یہ کامیابی کی دعا ہے۔ اگر لغزشیں معاف ہو جائیں اور ایمان، اہل و عیال دین و صحت اور دنیا کی سلامتی حاصل ہو جائے تو یہ بہت بڑی خوش بختی کی علامت ہے۔ اس

سلامتی کی قدر اس وقت محسوس ہوتی ہے جب انسان حوادث کا شکار ہو جاتا ہے  
 صحت کی قدر بیماری میں آتی ہے۔ تو نگری کی قدر محتاجی میں آتی ہے۔ غرضیکہ مافیت  
 بہت بڑی چیز ہے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اگر کسی شخص کو ایمان کے بعد مافیت  
 حاصل ہو جائے تو اس سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے۔

---

## تین پسندیدہ چیزیں

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبِّبَ إِلَيَّ مِنَ الثَّنِيئَا النِّسَاءُ وَالطَّيِّبُ وَجَعَلَ قُرْبَةً عَلَيَّ فِي الصَّلَاةِ  
(مسند مطبوع بئرت جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں میرے نزدیک تین چیزیں پسندیدہ ٹھہرائی گئی ہیں۔ پہلی چیز عورتیں ہیں۔ عربوں کے بعض جاہل قبائل عورتوں سے نفرت کرتے تھے وہ اپنی بچوں کو زندہ درگور کر دیتے۔ اسی ذہنیت کے خلاف حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے عورتوں کو میرے نزدیک پسندیدہ چیز قرار دیا ہے۔ اللہ نے مصلحت کے تحت مردوں اور عورتوں میں تفریق جنس کر دی ہے دونوں اللہ کی ایک جیسی مخلوق اور مکلف ہیں، البتہ ان کا دائرہ کار الگ الگ ہے، لہذا یہ کوئی قابل نفرت جنس نہیں ہے جو لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے۔ فرمایا عورت تو میرے نزدیک محبوب چیز ٹھہرائی گئی ہے۔

فرمایا میرے لیے دوسری محبوب چیز خوشبو ہے۔ جب آدمی وضو یا غسل کر کے ثلاثہ لباس پہنتا ہے اور پھر خوشبو استعمال کرتا ہے تو اس کو مکمل طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ خوشبو کی پسندیدگی کی علامت ہے کہ حضور علیہ السلام اکثر خوشبو استعمال کرتے تھے۔ تیسری محبوب چیز کے متعلق فرمایا کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ جب انسان اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے اللہ کے سامنے عجز و نیاز مندی کا اظہار کرتا ہے، اس کی حمد و ثناء بیان کرتا ہے اس کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ رکوع و سجود بجالاتا ہے۔ تسبیحات بیان کرتا ہے تو اس کے دل میں سکون پیدا ہوتا ہے اسی لیے اللہ نے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی ہے۔ امام احمدؒ نے کتاب الصلوٰۃ میں روایت نقل کی ہے کہ جب نمازی نماز ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر رحمت کا چھڑکاؤ ہوتا ہے۔



## پانی پینے کا طریقہ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَسَّ تَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ أَنَسُ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پانی، شربت یا کوئی دوسرا مشروب پیتے وقت دو یا تین سانس لیتے تھے۔ اور خود حضرت انسؓ تین سانس میں مشروب پیتے تھے۔

کوئی بھی مشروب پیتے وقت ایک ہی سانس میں غٹا غٹ نہیں پی لینا چاہیے بلکہ دو یا تین سانس لے کر پینا چاہیے کہ ایسا کرنا مستحب ہے ٹھہر ٹھہر کر پینے سے سیرابی بھی زیادہ ہوتی ہے اور انسان بیماری سے بھی بچ جاتا ہے۔ اگر پورا مشروب ایک ہی دفعہ اٹھ میل دیا جائے تو کبا دکی بیماری لگ جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ یہ ایسی بیماری ہے جس میں انسان کتنا بھی پانی پی جائے اس کی پیاس دور نہیں ہوتی۔ یہ بات یاد رہے کہ سانس برتن کے اندر نہ لیا جائے بلکہ برتن کو منہ سے الگ کر کے پھر سانس لیا جائے اور دوبارہ سر بارہ پانی پیا جائے۔

## زکوٰۃ کا نصاب

عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّسَّ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَدَخَلَ صَاحِبُ لَنَا إِلَى خَرْبَتِهِ يُقْضِي حَاجَتَهُ فَتَنَاقَلَ بَيْنَهُمَا يَسْتَطِيبُ بِهَا فَأَنْهَارَتْ عَلَيْهِ تَبْرٌ فَلَخَذَهَا فَأَتَى بِهَا الْبَيْتَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جہاد کے لیے خیبر کی طرف گئے۔ ہمارا ایک ساتھی کسی ویران جگہ میں گیا اور استنجا پاک کرنے کیلئے وہاں سے ایک پرانی اینٹ اٹھائی۔ خدا کی قدرت کہ وہاں سونے کا ایک ٹکڑا اگر ابھی وہ اٹھا کر لے آیا اور اس کی اطلاع نبی علیہ السلام کو دی کہ مجھے اس طرح سونے کی ڈلی ملی ہے آپ نے فرمایا اس کا وزن کرو۔ پھر حسب اس کو تولایا گیا فاذا مائتاً درہم تو اس کا وزن دو سو درہم کے برابر نکلا۔ ہمارے حساب سے یہ ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر یا سونے کے حساب سے بیس مثقال بنتا ہے اور شریعت محمدی میں یہی نصاب زکوٰۃ ہے۔ جس شخص کے پاس اس قدر زیور، نقدی یا اتنی مالیت کا سامان اپنی ضروریات سے زائد ہو اور پھر اس پر سال گزر جائے تو اس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

پیدائشی طور پر کسی کان سے نکلنے والی چیز ہو یا پرانے زمانے کی دفن شدہ چیز کھنڈرات سے برآمد ہو اس کو رکاز کہتے ہیں۔ چونکہ ایسا مال انسان کو بغیر مشقت کے حاصل ہوتا ہے، اس لیے اس کا پانچواں حصہ (خمس) بطور زکوٰۃ ادا کر کے باقی چار حصے مکان یا زمین کے مالک کی ملکیت تصور ہوتا ہے اور اگر ایسی کوئی چیز کسی ویران جگہ سے حاصل ہو تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ مال پانے والا پانچواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر نکال کر باقی

چار حصے خود استعمال کر سکتا ہے۔ زمین کی پیداوار میں سے زکوٰۃ کی شرح مختلف ہے اگر زمین بارانی ہے تو دسواں حصہ زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر آبی زمین ہے تو بیسواں حصہ دینا ہوگا علاوہ انہیں مال تجارت، سونے، چاندی یا نقد رقم کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر دیا جاتا ہے۔ حدیث میں مذکور شخص نے چونکہ عام ویران جگہ سے سونا پایا لہذا آپ نے اس کا پانچواں حصہ ادا کرنے کا حکم دیا۔



## حضرت حمزہ کی شہادت

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
اتَى عَلَى حَمْزَةٍ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَرَأَهُ قَدْ مُثِّلَ بِهِ فَقَالَ لَوْلَا  
أَنْ تَجِدَ صَفِيَّتَهُ فِي نَفْسِهَا لَتَرَكْتُهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الْعَافِيَةُ ۖ

(مسند اصحیح بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۲۸)

اس روایت میں حضرت انسؓ نے جنگِ امد کا کچھ مال بیان کیا ہے اس میں  
ستر جلیل القدر صحابہ شہید ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ اس موقع پر حضور علیہ السلام کا گز حضرت  
حمزہ کی لاش پر ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ مشرکین نے ان کا مشلہ کر دیا ہے یعنی ناک، کان، ہونٹ  
آنکھیں وغیرہ کاٹ کر چہرے کو بگاڑ دیا ہے تاکہ لاش کی شناخت نہ ہو سکے مشرکین نے  
صرف اسی پر بس نہیں کیا تھا بلکہ حضرت حمزہؓ کے جگر کو نکال کر چھپایا گیا اور اس طرح انہوں نے  
آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کیا۔ ابتدا میں مسلمانوں کو بھی ایسا کرنے کی اجازت تھی لیکن بعد میں حضور  
علیہ السلام نے حکم دے دیا لَا تُمَثِّلُوا کسی دشمن کا بھی مشلہ نہ کرو، ویسے قتل کر دینا روا  
ہے۔ اپنے چچا حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر  
ہماری پھوپھی حضرت صفیہؓ ناراض نہ ہوں تو میں اپنے چچا کی لاش کو اسی طرح چھوڑ دوں تاکہ  
پرندے وغیرہ اس کو کھا جائیں اور پھر آپ قیامت والے دن پرندوں کے بیٹوں سے  
اٹھائے جائیں۔ شہید کی جتنی حالت زیادہ خراب ہوگی قیامت والے دن اتنے  
ہی اس کے درجات بلند ہوں گے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مجھے صفیہؓ کے دم  
برداشت کا خطرہ نہ ہوتا تو اپنے چچا کو بے گور و کفن چھوڑ دیتا حتیٰ کہ اسے پرندے وغیرہ  
لوچ لوچ کر کھا جاتے۔

اس بنا پر بزرگانِ دین قبروں کو پختہ بنانے سے منع کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین  
اولیاء سے بھی منقول ہے کہ کسی شخص کی قبر جس قدر شکستہ حالت میں ہوگی اسی قدر اس پر

اللہ کی رحمت زیادہ ہو گی۔ بہر حال جب حضرت حمزہؓ کو کفن پہنانے کا موقع آیا تو ایک دھاریدار کبل کا کفن دیا گیا جو اس قدر چھوٹا تھا کہ اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں اندر رکئے جاتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر زخمر نائی گھاس ڈال دو۔ بعض دو دو تین تین شہداء کو ایک ایک کپڑے کا کفن پہنایا گیا۔ دفن کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے کہ قرآن کس شہید کو زیادہ یاد ہے ایسے شخص کو آپ قبل کی طرف آگے کرتے تھے۔ اس کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے شہید کو جگہ دیتے۔ غزوہ امد کے موقع پر مسلمانوں پر بڑی سنگدستی تھی، اس کے بعد اللہ نے آسانی فرمائی اور اس کے بعد ولے غزوات میں کامیابی عطا فرمائی۔

حضرت حمزہؓ کو سید الشہداء کا لقب دیا گیا ہے۔ آپ حضور علیہ السلام کے حقیقی چچا تھے آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی ایمان لائے اور جلیل القدر صحابہ میں شامل ہوئے۔ باقی دو چچا ابوطالب اور ابولہب ایمان کی دولت سے محروم رہے ابوطالب تو حضور علیہ السلام کے بہت ہی ہمدرد تھے انہوں نے آپ کی پرورش بھی کی تھی اور آپ کے ساتھ شعوب ابی طالب میں بھی محصور رہے مگر ابولہب شدید مخالف تھا اور عمر بھر مخالفت کرتا رہا۔ ان چار کے علاوہ حضور کے باقی چار یا پانچ چچا پہلے ہی فوت ہو چکے تھے انہوں نے آپ کا زمانہ نہیں پایا۔

## ایک ہزار آیات کی تلاوت کا اجر

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ أَلْفَ آيَةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُتِبَ يُومَهُ الْفَيْلَمَةُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۴)

حضرت معاذ اپنے والد حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان، نیک نیتی اور صداقت کے ساتھ اللہ کے راستے میں ایک ہزار آیتیں تلاوت کریگا اس کو قیامت والے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ لکھا جائے گا۔ کلام الہی کی تلاوت کا اتنا بڑا اجر ہے، ویسے بھی حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ایک ہزار آیات کی تلاوت کا کل قرآن کے چھٹے حصے کی تلاوت کے برابر ثواب نصیب ہوگا۔ یہاں پر فی سبیل اللہ سے مراد اللہ کے راستے میں سفر کرنا ہے۔ کوئی شخص حج یا عمرہ کی غرض سے سفر اختیار کرتا ہے، جہاد کے لیے جاتا ہے تحصیل علم دین یا تبلیغ دین کے لیے سفر کرتا ہے اور پھر دوران سفر ایک ہزار آیات کی تلاوت بھی کرتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت نصیب کریگا جو کہ بہت بڑا اعزاز ہوگا۔ یہ ایسی رفاقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بہترین رفاقت قرار دیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ النَّبِيِّينَ ..... رَفِيقًا دراصل سورۃ نساء کی آیت ۶۹ کا آخری حصہ ہیں۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا اور جس شخص نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی، پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی نبیوں، صدیقوں

شہیدوں اور صالحین کی رفاقت نصیب ہوگی۔ تاہم اس حدیث میں اللہ کے راستے میں دودران سفر ایک ہزار آیات تلاوت کرنے والوں کے لیے بھی یہی خوشخبری دی گئی ہے۔ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ہر رات ایک ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے؟ لوگوں نے عرض کیا حضور اتنی طاقت تو کوئی نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے اخلاص کے ساتھ سورۃ اٰلِہِکُمُ التَّکْوِیْنِ پڑھ لی اس کو ایک ہزار آیات کا ثواب حاصل ہوگا جب کہ یہ سورۃ صرف اٹھ آیات پر مشتمل ہے۔

# اہل اسلام کی حفاظت کے لیے پہرہ دینا

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ حَرَسَ مِنْ وَرَآءِ الْمُسْلِمِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مُتَطَوِّعًا لَا يَأْخُذُهُ سُلْطَانُ كَوْمَنْ النَّارِ بِعَيْنَيْهِ إِلَّا تَحَلَّتْ الْقَسْوَةُ فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۷، ۴۳۸)

صحابی رسول حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص مسلمانوں کی حفاظت کے لیے پہرہ دیتا ہے۔ یہ ان مسلمانوں کا ذکر ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلے ہوں یا کسی دیگر نیکی کے کام کے لیے سفر کر رہے ہوں تو جو شخص اپنی خوشی خاطر سے ان کی حفاظت کا انتظام کرتا ہے، کوئی معاوضہ نہیں لیتا تو فرمایا ایسا شخص دوزخ کی آگ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے گا مگر قسم کو پورا کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کا قسم اٹھا کر ارشاد ہے۔ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا۔ کہ ہر شخص کو دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہو گا اس قسم کی حد تک تو ہر شخص دوزخ کو آنکھوں سے دیکھے گا مگر وہ اس میں داخل نہیں ہو گا اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی اتنی فیصلت بیان ہوئی ہے کہ اللہ نے اس پر دوزخ کو حرام کر دیا ہے۔ یہ مسلمانوں کی اجتماعی خدمت کا صلہ ہے۔ اب اندازہ لگالیں کہ خود جہاد میں شریک ہونے کا کتنا اجر ہو گا۔



## ذکر فی سبیل اللہ کا اجر

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الذِّكْرَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى يُضَعَّفُ فَوْقَ الثَّمَنِ بِسَبْعِمِائَةٍ ضِعْفٍ قَالَ يَحْيَى فِي حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ أَلْفَ ضِعْفٍ.

(مسند امجدی طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت سہل بن معاذ اپنے باپ انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کا ذکر کرنا صدقہ خیرات کرنے سے سو گنا زیادہ ہے حضرت یحییٰ کی حدیث میں سات لاکھ گنا سے زیادہ کے الفاظ آتے ہیں۔

اللہ کے راستے سے مراد جہاد فی سبیل اللہ، حج و عمرہ کا سفر، تحصیل علم و تبلیغ کے لیے جانا یا کسی دیگر نیکی کے کام کے لیے سفر کرنا ہے تو فرمایا کہ ایسی حالت میں ذکر کرنا صدقہ خیرات کرنے سے سات سو گنا یا لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے۔ ذکر الہی کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے اور اسی حدیث سے بھی اس کے اجر و ثواب کا اندازہ ہوتا ہے۔

## ذکر الہی کی برکات

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَقَالَ آتَى الْجِهَادَ أَغْظَمُ أَجْرًا قَالَ أَكْثَرُهُمْ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَيْرٌ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۷۳۸)

حضرت معاذ بن اسحق اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضور! اجر کے اعتبار سے کونسا جہاد بڑا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس جہاد میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے، اجر و ثواب کے اعتبار سے وہ جہاد بڑا ہے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ حضور! یہ فرمائیں فَاَيُّ الصَّائِمِينَ اَعْظَمُ کہ روزے داروں میں سے کون سا روزہ دار بڑا ہے یعنی کن روزے داروں کو اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اَكْثَرُهُمْ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَيْرٌ۔ یعنی اجر و ثواب کے لحاظ سے روزہ رکھنے والا بھی وہ بڑا آدمی ہے جو روزے کی حالت میں اللہ کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ رمضان کا مہینہ بڑا بلند پایہ مہینہ ہے جس میں اللہ کی رحمت و بخشش کا زیادہ نزول ہوتا ہے مگر بد قسمت ہیں وہ لوگ جو اس کی برکات سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ بہر حال روزے کے ساتھ ساتھ ذکر الہی روزے کی افادیت کو بہت زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر اس شخص نے نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور! ان اعمال کو انجام دینے والوں میں سے کس کو اللہ کے ہاں زیادہ اجر ملتا ہے حضور علیہ السلام نے تیسری دفعہ بھی وہی جواب دیا۔ اَكْثَرُهُمْ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَيْرٌ۔ یعنی نماز ادا کرنے والوں، زکوٰۃ دینے والوں، حج کرنے والوں اور صدقہ خیرات کرنے والوں میں سے بھی زیادہ اجر کے مستحق وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان فرائض کی انجام دہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر بھی کرتے ہیں۔ جس مجلس میں یہ سوال کئے گئے وہاں حضرت ابو بکرؓ اور

عمرؓ بھی موجود تھے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے مذکورہ جواب سن کر حضرت ابو بکرؓ نے حنت  
 عرش سے کہا یا ابا حفصہ خَهِبِ الَّذِیْ اَکْرَمَ وَنَ بَسْکَیْ خَیْیَ اے ابو حفصہؓ (حضرت عمرؓ  
 کی کنیت ہے) پھر تو ذکر کرنے والے ہر قسم کی بہتری لے گئے۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا اَجَلُ  
 ہاں بات تو ایسی ہی ہے کہ دیگر امور غیر کو انجام دینے کے ساتھ ساتھ ذکر الہی کرنے والے اجر میں  
 بڑھ جاتے ہیں۔



## مجلس میں آتے اور جاتے وقت سلام کرنا

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ حَقٌّ عَلَى مَنْ قَامَ عَلَى كُجْلَيْنِ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ وَحَقٌّ عَلَى مَنْ قَامَ مِنْ كُجْلَيْنِ أَنْ يُسَلِّمَ..... الخ  
(مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انسؓ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مجلس میں آتا ہے اُس پر حق ہے کہ وہ حاضرین مجلس کو سلام کرے اور اسی طرح جو شخص مجلس سے اٹھ کر جاتا ہے اس کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ جاتے وقت سلام کرے۔ یہ اس صورت میں لازم ہے جب کہ مجلس میں ذکر الہی، عبادت، تلاوت وغیرہ نہ ہو رہی ہو۔ اگر ایسا ہو رہا ہے تو پھر سلام کرنے کی اجازت نہیں تاکہ لوگوں کی عبادت و ریاضت میں خلل واقع نہ ہو۔ ہاں اگر لوگ خالی بیٹھے ہیں تو پھر آنے جانے والوں پر سلام کرنا ضروری ہے بعض لوگ آتے وقت تو حاضرین مجلس کو سلام کرتے ہیں مگر جاتے وقت اسکی پرواہ نہیں کرتے حضور نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ اتفاق کی بات کہ اسی مجلس میں حضور علیہ السلام کوئی بات کر رہے تھے کہ ایک شخص مجلس سے اٹھ کر گیا مگر اس نے سلام نہ کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا مَا أَسْرَعَ مَا نَسِيَ يَهْجُو كَثْرَةَ جُلْدِي بَهْوَلٍ گيا ہے ہم نے ابھی مسئلہ سمجھایا ہے مگر اس نے اس پر عمل نہیں کیا۔

## عمارت یادِ رخت بطور صدقہ جاریہ

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنَى بُنْيَانًا مِنْ غَيْرِ طُلُبٍ وَلَا اِعْتِمَالٍ أَوْ غَرَسَ غَرْسًا فِي غَيْرِ طُلُبٍ وَلَا اِعْتِمَالٍ كَانَ لَهُ أَجْرٌ جَارٍ مَا انْتَفَعَم بِهِ مِنْ خَلْقِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کوئی عمارت بنائی اور اسکی تعمیر میں نہ کسی پر ظلم کیا اور نہ تعدی کی۔ مطلب یہ ہے کہ مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ، لائبریری یا کسی دیگر رفاہ عامہ کے کام کے لیے عمارت تعمیر کی ہے مگر اس مقصد کے لیے اس نے نہ تو کسی کی زمین غصب کی ہے نہ عمارتی سامان ناجائز طور پر حاصل کیا ہے اور نہ کسی مزدور کی مزدوری میں کمی کی ہے تو فرمایا کہ جب تک مخلوق خدا اس عمارت سے مستفید ہوتی رہے گی۔ بنانے والے کو اس کا اجر و ثواب برابر ملتا رہیگا۔ اور یہ اسکے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔

حضور علیہ السلام نے دوسری بات یہ فرمائی کہ جو شخص کوئی درخت یا پودا لگاتا ہے اور اس میں ظلم اور تعدی نہیں کرتا بلکہ خاص اللہ کی رضا اور مخلوق خدا کی خدمت کے جذبہ سے نیکی کا یہ کام کرتا ہے۔ تو جب تک لوگ درخت کے ملتے میں بیٹھتے رہیں جانور، پرندے، چرندے، کھڑے، مکوڑے پودے یا درخت سے خوراک حاصل کرتے رہیں گے تو اس درخت یا پودا لگانے والے کو اجر و ثواب ملتا رہیگا اور یہ اسکے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔

## تکمیل ایمان کا ذریعہ

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْطَى اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْعَ اللَّهُ تَعَالَى فَكَحَبَ لِلَّهِ تَعَالَى وَابْتَضَعَ لِلَّهِ تَعَالَى وَانْتَكَحَ لِلَّهِ تَعَالَى فَتَكَدَّ اسْتَكْمَلَ إِيمَانَهُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انس جہنمیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے دیا اور اسی کی رضا کے لیے منع کیا جس نے اللہ کی خاطر محبت کی اور اللہ ہی کی خاطر نفرت کی۔ نیز اللہ ہی کے لیے اس نے نکاح کرایا تو گویا اس شخص نے اپنے ایمان کو کامل بنا لیا۔ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا پانچ چیزیں کا ذکر کیا ہے کہ جس شخص کے پیش نظر ان امور کی انجام دہی میں اپنی ذاتی غرض کی بجائے محض اللہ کی رضا ہوگی وہ کامل الایمان بندہ ہے وہ اگر کسی کو کوئی چیز دیتا ہے تو مستحق سمجھ کر اور اگر روکتا ہے تو کسی مصلحت کی وجہ سے وہ سمجھتا ہے کہ اگر اس کو دے دیا تو گناہ میں مبتلا ہو جائیگا یا اسے ضائع کر دیگا۔ اسی طرح کسی سے محبت کی ہے تو نیکو کار اور دین دار سمجھ کر اور اگر کسی سے بغض رکھتا ہے تو اس کی نافرمانی اور مہیت کی وجہ سے پھر اگر وہ اپنی بہن بیٹی کو کسی کے نکاح میں دیتا ہے تو اللہ کی رضا کے لیے جس میں کوئی ذاتی مفاد نہیں ہوتا نہ کسی رسم و رواج کا شوق ہے، نہ فضول خرچی کا اور نہ لین دین کا۔ فرمایا جو شخص یہ پانچ چیزیں محض اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے اس کا ایمان مکمل ہو گیا ہے۔

## کرنے کے بہترین کام

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ بْنِ النَّسِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفْضَلُ الْفَضَائِلِ أَنْ تُعْصَلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطَى مَنْ مَنَعَكَ وَتَصْنَعَ حَقُّ شَتْمِكَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۸۴۳)

حضرت معاذ بن النسبی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت کے کاموں میں سے بہترین کام یہ ہیں کہ:-

۱۔ جو شخص تم سے قطع تعلقی کرنا چاہتا ہے تم اس سے صلہ رحمی کرو اور تعلقات کو منقطع کرنے کی بجائے جوڑنے کی کوشش کرو۔

۲۔ جو شخص تم کو کوئی چیز دینے کے لیے تیار نہیں تم خود اس کو دو اور اس طرح اسلامی بھائی چارے کا ثبوت دو۔

۳۔ جو شخص تمہیں گالی نکالتا ہے، برا بھلا کہتا ہے اس کی اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی بجائے اس سے درگزر کرو، اور معاف کر دو۔

## جنت کی حور اور لباس کا تحفہ

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَفَّوَ عَيْظَهُ وَهُوَ يَقْبِرُ  
عَلَى أَنْ يَمْتَصِرَ كَعَاهُ اللَّهُ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ حَتَّى يُخَيَّرَ  
فِي حُورِ الْعَيْنِ أَيَّتَهُنَّ شَاءَ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
جس شخص نے اپنے غصے کو دبایا حالانکہ وہ اس غصے کو چلانے کی طاقت بھی رکھتا تھا یعنی وہ اپنی  
ایذا رسانی کا انتقام لے سکتا تھا مگر وہ اپنے غصے کو پی گیا، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت والے  
دن ساری مخلوق کے سامنے بلا تیکا اور جنت کی جس حور کو بندہ پسند کرے گا اسے عطا کر دیگا  
اللہ فرمائے گا کہ تمہارے غصہ پی جانے کا یہ صلہ ہے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں  
کی یہ صفت بیان کی ہے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَهَ غصے کو پی جاتے ہیں اور اس کا رد عمل  
ظاہر نہیں کرتے۔

حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں دوسری بات یہ بیان فرمائی ہے وَمَنْ تَرَكَ  
أَنْ يَلْبَسَ صَارِحَ الثِّيَابِ وَهُوَ يَقْبِرُ عَلَيْهِ تَوَاضَعًا لِلَّهِ تَبَادُلًا  
وَتَعَالَى۔ جو شخص قدرت رکھنے کے باوجود محض اللہ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے اچھا لباس  
ترک کر تلپے اور سادہ لباس استعمال کرتا ہے فرمایا كَعَاهُ اللَّهُ تَبَادُلًا وَتَعَالَى عَلَى  
رُءُوسِ الْخَلَائِقِ اسے بھی اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے بلا تیکا۔ سب لوگ دیکھیں گے کہ یہ  
وہ بندہ ہے جس نے محض عجز و انکساری کی بنا پر سادہ لباس زیب تن کیا حالانکہ وہ اچھے سے  
اچھا لباس پہن سکتا ہے فرمایا۔ حَتَّى يُخَيَّرَ اللَّهُ تَعَالَى فِي حُلِّ الْأَيْمَانِ أَيَّتَهُنَّ  
شَاءَ۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اختیار دیگا کہ ایمان کے بہترین سوٹوں میں جو نسا لباس پسند کرے



اسے پہنادیا جائیگا۔ محلہ سوٹ کو کہتے ہیں جس کے دونوں کپڑے یک رنگ ہوں۔  
 اس حدیث سے سادگی پسندی کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے  
 الْبَيْتَةُ مِنْ الْإِيمَانِ یعنی سادگی ایمان کی علامت ہے اس کے برخلاف فرمایا غش  
 کلائی نفاق کی علامت ہے۔ اسلام تکلف کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ ہر کام میں سادگی ہی پسندیدہ چیز ہے

## کلمات اذان کا جواب

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُنَادِيَ يُنَادِي بِ  
بِالصَّلَاةِ فَقُولُوا كَمَا يَقُولُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! جب تم نماز کے لیے اذان کہنے والے کی اذان کو سنو تو تم بھی وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو تم بھی یہی کلمہ دہراؤ، علیٰ ہذا القیاس، ہاں جب مؤذن کَحَتَّ عَلَی الصَّلَاةِ اور کَحَتَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے کلمات کہے تو تم کہو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ پھر جب فجر کی اذان میں مؤذن الصَّلَاةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے تو تم جواب میں کہو صَدَقْتَ وَبَسْرُ رُبَّتْ کہو۔ ان کلمات کے علاوہ کوئی دوسرے کلمات کہنا درست نہیں ہے۔ بعض لوگ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کے کلمات پر ان کو دہرانے کی بجائے درود شریف پڑھنے لگتے ہیں یا محض انگوٹھے چوم لینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں بلکہ بدعت میں داخل ہے۔

## مکروہات نماز

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ الضَّاحِكُ فِي الصَّلَاةِ  
وَالْمُتَلَفِّتُ وَالْمُفَقِّعُ أَصَابِعُهُ بِمُتَوَلِّئَةٍ وَاحِدَةٍ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

حضرت معاذ بن اشج روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ (۱) نماز  
میں ہنسنے والا (۲) ادھر ادھر دیکھنے والا اور (۳) انگلیوں کے کڑا کے نکالنے والا مکروہات کا  
ارتکاب کرتا ہے۔ ان تین افعال کا کرنا مناسب نہیں ہے۔

نماز میں محض ہنسا تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے قہقہہ لگایا تو وضو بھی ٹوٹ گیا اور نماز بھی جاتی  
رہی لہذا اسے دوبارہ وضو کر کے نماز لوٹانا ہوگی۔ نماز کی حالت میں اگر کسی شخص نے چہرہ یا سینہ قبلہ  
سے پھیر لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ محض نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنا مکروہ ہے بیہقی کی ریت  
کے مطابق نماز کی نگاہ اسکی بچہ والی جگہ پر رہنی چاہیے اسی طرح انگلیوں سے کھیلنا اور ان کے  
کڑا کے نکالنا بھی ناپسند فعل ہے، اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

## حضور علیہ السلام کے تعمیل حکم کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ أَصْحَابَهُ بِالْغَزْوِ وَإِنْ رَجَلًا تَخَلَّفَ وَقَالَ لَا هِلَهِ أَتَخَلَّفُ حَتَّى أَصَلِّيَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلُّوا الظُّهْرَ ثُمَّ أَسَلُوا عَلَيْهِ وَأُودِعَهُ فَيَنْدَعُوهُ بِدَعْوَةٍ فَتَكُونُ شَافِعَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۳۸)

حضرت معاذ بن انس روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک موقع پر جہاد کے لیے اپنے صحابہؓ کا لشکر روانہ کیا۔ بالعموم آپ صبح کے وقت لشکر روانہ فرمایا کرتے تھے اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا لشکر میں سے ایک آدمی پیچھے رہ گیا۔ اس نے خیال کیا کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ لوں، پھر سلام کر کے رخصت ہو جاؤں گا آپ سے عرض کروں گا کہ میرے لیے دعا کریں جو قیامت والے دن میرے لیے سفارش کا ذریعہ بن جائے۔

اس خیال کے ساتھ وہ آدمی لشکر کے ساتھ صبح کے وقت روانہ نہ ہوا بلکہ نماز ظہر کا انتظار کرتا رہا پھر جب ظہر کی نماز ادا ہو چکی تو اس شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ کے دریافت کرنے پر اس شخص نے عرض کیا کہ حضور! لشکر تو صبح کے وقت ہی روانہ ہو گیا تھا مگر میں یہ سوچ کر پیچھے رہ گیا کہ آپ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کروں گا اور اپنے حق میں سفارش کے لیے دعا بھی کراؤں گا۔ میرے پاس تیر رفتار سواری ہے میں ظہر کے بعد چل کر بھی لشکر سے جا ملوں گا۔

جب حضور علیہ السلام نے اس شخص کی یہ بات سنی تو فرمایا اَتَدْرِي بِكَوَسْبَقِكَ أَصْحَابُكَ كَمَا تَمُ جَانْتُمْ هُوَ كَمَا تَمُ هَارَ سَاتَه دَالِ تَمُ سَ كَتْنَا اَكْ نَكَلُ كُنْ هُنَّ اس نے عرض کیا حضور! ہاں وہ صبح روانہ ہوئے تھے اور میں اب جا رہا ہوں حضور علیہ السلام نے فرمایا

وَالَّذِي لَفْضِي بَيْدِهِ اس فات کی تم جس کے قبضہ میں میری جان ہے لَقَدْ سَبَقْتُكَ  
 بِأَبَعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقَيْنِ وَالْمَغْرِبَيْنِ فِي الْفَضِيلَةِ۔ وہ لوگ اجر و ثواب  
 میں تم سے اتنی بوقت لے گئے ہیں جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے بمطلب یہ  
 کہ صبح کے وقت روانہ ہونے والے لوگ تم سے فضیلت میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ تم زیادہ ثواب  
 کے لالچ میں پھپھے رہ گئے تھے مگر انہوں نے بہت زیادہ اجر حاصل کر لیا ہے۔

## بعد از نماز فجر ذکر کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَعَكَ فِي مُصَلَّاهُ حِينَ يُصَلِّي الصُّبْحَ حَتَّى يُسَبِّحَ الضُّحَى لَا يَقُولُ إِلَّا خَيْرًا غُفِرَتْ لَهُ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ ذَبِّ الْبَحْرِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۳۹)

حضرت معاذ بن انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہیں بیٹھ گیا اور چاشت کے وقت تک بیٹھا تسبیح کرتا رہا اس میں بہتری کے سوا اس نے کوئی فضول بات نہیں کی، مطلب یہ ہے کہ صرف ذکر الہی میں مشغول رہا۔ چاشت کا وقت آج کل نوبحے کے قریب شروع ہوتا ہے۔ اشراق دوسرا وقت ہے جو طلوع آفتاب کے دس منٹ بعد ہی ہو جاتا ہے تاہم یہاں پر چاشت کے وقت تک ذکر اذکار میں مشغول رہنے کا ذکر ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے تمام گناہ معاف فرمادے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔ بعض امور بظاہر معمولی معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا ادا کرنا دشوار ہوتا ہے تاہم ایسے امور خیر میں اللہ نے بڑی فضیلت رکھی ہے۔

## سورۃ بنی اسرائیل کی آخری آیت کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا سَفَرَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَوْ يَتَّخَذْ وَلَدًا لَوُيَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ إِلَى الْخَيْرِ السُّؤْمِيَّةِ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی سفر پر تشریف لے جاتے تو سورۃ بنی اسرائیل کی یہ آخری آیت ضرور تلاوت فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَوْ يَتَّخِذْ وَلَدًا لَوُيَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَوْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذَّلٰلِ وَكِبْرُهُ تَكْبِيرًا۔ سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ ہی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے کسی کام میں اس کا مددگار بھی کوئی نہیں، لہذا ہر وقت اسی کی بڑائی بیان کرو۔

اس آیت کی تلاوت سے اللہ کا ذکر بھی ہوتا ہے اور انسان کا عقیدہ بھی درست ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہم جس طرف بھی جائیں ہمارا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر پختہ ہونا چاہیئے اور ہر حالت میں اسی کی بڑائی بیان کرنی چاہیئے۔

## سورۃ الکہف کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَأَ أَوَّلَ سُورَةِ الْكَهْفِ وَآخِرَهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَمَنْ قَبِضَهُ إِلَى رَأْسِهِ وَمَنْ قَرَأَهَا كُلَّهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا مَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ.

(امداد مطبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انسؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۃ الکہف کی ابتدائی اور آخری آیات کی تلاوت کی قیامت والے دن اس کے لیے سترتا پا نور ہی نور ہو گا۔ دوسری روایت میں دس ابتدائی اور دس آخری آیات کا ذکر آتا ہے اور بعض روایات میں تین ابتدائی آیات کا ذکر بھی ملتا ہے ایک روایت میں خاص طور پر جمعہ کے دن اس سورۃ کی تلاوت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نیز فرمایا کہ جو شخص اس سورۃ کی مکمل تلاوت کرے گا اللہ اس کے لیے زمین و آسمان کی درمیانی مسافت جتنا نور بنائے گا۔ قیامت والے دن جب تاجیوں کا دور آئے گا اور لوگ پھسڑ پر سے گزریں گے تو ان آیات کا نور کام آئے گا۔ یہی انسان کی قبر کو بھی روشن کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ دجال کے ظہور پر اس کے سامنے یہ ابتدائی آیات پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ رکھے گا۔



## ترک نماز پر وعید

حَدَّثَنَا سَهْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْجَفَاءُ وَالْكَفْرُ وَالنِّفَاقُ مَن سَمِعَ مُنَادِيًا لِلَّهِ يُنَادِي بِالصَّلَاةِ يَدْعُوا إِلَى الْفَلَاحِ وَلَا يُجِيبُهُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۲۹)

حضرت معاذ بن انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ظلم و زیادتی، کفر اور نفاق یہ ہے کہ آدمی نماز کے لیے اذان کی آواز سنتا ہے پکارنے والا پکارتا ہے کہ فلاح کی طرف آؤ مگر وہ شخص اس دعوت کا جواب نہیں دیتا یعنی نماز کے لیے نہیں نکلتا۔

جفا کا معنی انتہائی درجے کا ظلم و زیادتی ہوتا ہے اللہ کے نبی نے بے نماز کے لیے جفا، کفر اور نفاق کے الفاظ استعمال کئے ہیں گویا نماز نہ پڑھنا ان چیزوں کی علامت ہے، کفر کا عام فہم معنی انکار کرنا ہوتا ہے اگر کوئی شخص نماز کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے مگر پابندی کے ساتھ ادا نہیں کرتا تو اس کے لیے کفر ناشکر گزاری ہوگا اور اگر وہ نماز کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ چھوڑو! نماز کیا ہے، تو پھر وہ پکا کافر ہو گیا۔

## شریعت سے زوال کی علامات

عَنْ سَهْلِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ الْأُمَمُ عَلَى الشَّرِيعَةِ مَا لَمْ يَظْهَرْ فِيهَا ثَلَاثٌ مَالٌ يُقْبَضُ الْعِلْمُ مِنْهُمْ وَ يَكْثُرُ فِيهِمُ الْكُفْرُ وَ يَكْثُرُ فِيهِمُ الصَّغَارُونَ..... الخ

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

حضرت معاذ بن انس جہینیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امت برابر شریعت پر قائم رہے گی یہاں تک کہ ان میں تین علامات ظاہر ہو جائیں جب یہ نشانیوں ظاہر ہونے لگیں گی تو امت شریعت سے ہٹ جائے گی۔

۱۔ فرمایا جب تک لوگوں سے علم دین اٹھا نہیں دیا جاتا اس وقت تک امت شریعت پر قائم رہے گی۔ مراد یہ ہے کہ جب تک حلال حرام کی تمیز باقی رہے گی جائز اور ناجائز کی پہچان ہوگی، لوگ ایمان اور توحید پر قائم رہیں گے، شرک، کفر اور برائی سے بچتے رہیں گے اس وقت تک شریعت بھی زوال پذیر نہیں ہوگی۔ اس علم سے تاریخ جزافہ والا علم مراد نہیں کیونکہ یہ تو دنیا کا علم ہے اس کی تو بہتات ہوگی مگر دین کا علم اٹھایا جائیگا۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ علم کے اٹھ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ علم لوگوں کے سینوں سے اٹھایا جائیگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اہل علم لوگ ختم ہو جائیں گے اور پیچھے جاہل قسم کے متعصب لوگ رہ جائیں گے جو غلط فتوے جاری کریں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

۲۔ حضور علیہ السلام نے دوسری بات یہ فرمائی کہ لوگ اس وقت تک شریعت پر قائم رہیں گے جب تک گناہ کی اولاد کثرت سے نہیں ہو جاتی۔ جب گناہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کی کثرت ہو جائے گی تو اس وقت لوگ شریعت سے پھسل جائیں گے۔

۳۔ فرمایا شریعت سے زوال پذیر ہو جانے کی تیسری علامت یہ ہے کہ امت میں صغارت

کے لوگوں کی بہتات ہو جائیگی۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضور صغار سے کیا مراد ہے؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے سے ملنے وقت سلام دعا کی بجائے ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں گے گالیاں دیں گے اور لعنت بھیجیں گے۔ فرمایا جب یہ تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو لوگ شریعت سے پھسل جائیں گے ان مبذول علامات کو آج کے مسائل میں بخوبی دیکھا جاسکتا ہے ہی وجہ ہے کہ لوگ شریعت پر قائم نہیں رہے۔

## جانوروں سے خیر خواہی

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَرَّ عَلَى قَوْمٍ وَهُمْ وَمَقُوفٌ عَلَى دَوَابِّ لَهُمْ وَدَوَابِلَ فَقَالَ لَهُمْ ازْكُمُوهَا سَالِمَةً وَكَعْمُوهَا سَالِمَةً وَلَا تَخْشَوْهَا كَمَا اسِيَ لَا حَادِ يَشْكُو فِي الطَّرِيقِ وَالْأَسْوَاقِ..... الخ

(مسند مطبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۳۹)

حضرت معاذ بن انسؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جو اپنے جانوروں پر سوار تھے آپ نے فرمایا کہ ان پر ایسی حالت میں سوار ہو کر یہ سلامتی میں ہوں اور ان کو سلامتی کی حالت میں ہی چھوڑ دو۔ حضور علیہ السلام نے یہ بات سمجھائی کہ ان جانوروں کو اللہ نے تمہارے تابع کیا ہے تو انکی سلامتی کا خیال رکھنا بھی تمہاری ذمہ داری ہے۔ ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو، جتنا بوجھ اٹھا سکتے ہیں اتنا لا دو اور جس قدر سفر آسانی سے کر سکتے ہیں اتنا کرو اور پھر انہیں آرام کا موقع بھی دو اور ان کی خوراک کا بھی مناسب بندوبست کرو۔ ان سب چیزوں کا تعلق ان کی سلامتی سے ہے سلامتی میں چھوڑنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ زیادہ کام لیکر ان کو بالکل مضطرب کر کے ہی نہ چھوڑو کہ دوبارہ کام یا سفر کرنے کے قابل ہی نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق تم سے باز پرس کریگا۔

دوسری بات حضور علیہ السلام نے یہ فرمائی کہ ان جانوروں کو اپنی کرسیاں نہ بناؤ۔ بعض لوگ سواری پر سوار ہوتے ہیں اور دوسروں سے باتیں شروع کر دیتے ہیں جس میں گھنٹوں گزر جاتے ہیں اس طرح جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کوئی لمبی بات چیت کرتی ہے تو سواری سے نیچے اتر آؤ تاکہ تمہیں بات کرنے کا اور جانور کو آرام کرنے کا موقع مل جائے۔ اس سے بھی بے زبان جانوروں کی خیر خواہی مطلوب ہے۔

آپ نے تیسری بات یہ فرمائی قُرْبَتْ مَرْكُوبَةٍ خَيْرٌ مِّنْ دَاكِئٍ مَا كُنْتَ فِي

سواریاں ہیں جو اپنے سواروں سے بہتر ہوتی ہیں وجہ یہ ہے کہ ایک تو وہ اپنے مالک کا حکم بجالاتے  
 ہوتے ان کی خدمت کرتی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے وَ أَكْثَرُ ذِكْرًا لِلَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى  
 مِنْهُ۔ کیونکہ وہ انسان کی نسبت اللہ کا ذکر زیادہ کر لے والی ہوتی ہیں۔ سوار تو اکثر غافل بھی ہو جاتے  
 ہیں مگر سواری کے جانور دوران کار بھی اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں، اسی لیے فرمایا کہ بہت سی سواریاں  
 اپنے سواروں سے اللہ کے ہاں بہتر ہوتی ہیں۔



## خطبہ جمعہ کے آداب

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ بْنِ النَّسِّ الْجُهَنِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْحَبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامِ يَخْطُبُ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۹)

حضرت معاذ بن انس جہنیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خطبہ جمعہ کے دوران اپنا پٹکا یا رد مال کر کے ساتھ باندھ کر بیٹھنے سے منع فرما دیا۔ کسی مجلس میں بیٹھ کر بعض لوگ استراحت کے لیے کوئی کپڑا لے کر اسے اپنی کمر اور پنڈلیوں کے ساتھ باندھ لیتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام جمعہ کا خطبہ دے گا ہو تو اس طرح بیٹھنا خلاف ادب ہے لہذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ عام طریقے سے بیٹھے اور پورے ادب اور انہماک کے ساتھ جمعہ کا خطبہ سنے۔

## کھانا کھانے کے بعد دعا کی اہمیت

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ بْنِ النَّسْرِ الْجَلِّي عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةَ غَيْرَ اللَّهِ لَمْ يَأْتِ مَا تَقَدَّمَ مِنْ خَبَرِهِ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۹۴۹)

حضرت معاذ بن انس روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے کھانا کھانے کے بعد یہ دعا کی الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةَ غَيْرَ اللَّهِ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا بغیر میری قوت کے، یعنی میں یہ کھانا بہتیا کرنے پر قادر نہیں تھا مگر اللہ نے اپنی خاص مہربانی سے مجھے یہ کھانا عطا فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ دعا مانگنے والے کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یہاں پر گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جو عام طور پر انسان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں، کیونکہ کبائر تو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے اور حقوق العباد بھی اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک وہ ادا نہ کر دیتے ہائیں یا صاحب حق معاف نہ کر دے۔

ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ اللہ اس بندے سے راضی ہو جاتا ہے جو کھانا کھانے یا کوئی مشروب پینے کے بعد الْحَمْدُ لِلَّهِ کہتا ہے۔ اور جو آدمی کھانے پینے کے بعد اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا اللہ اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي وَسَقَانِي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَدَاكَ لاکھ شکر ہے جس نے مجھے کھلایا، پلایا اور مسلمانوں میں بنایا۔ حدیث میں یہ دعا بھی آتی ہے۔

لُحْمًا لِلّٰهِ الَّذِي اطْعَمَنِي وَسَقَانِي مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ  
وَلَا قُوَّةٍ - غرضیکہ اللہ تعالیٰ یہ دعا کرنے والے کے تمام صغیر گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

---



## جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت

عَنْ سَهْلِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْطَلِقْ زَوْجِي غَارِيًّا  
وَكُنْتُ أَقْتَرِي بِصَلَاتِهِ إِخَا صَلًّى وَفَعَلْتُ كُلَّهُ فَأَخْبَرَنِي  
بِعَمَلٍ يُبَلِّغُنِي عَمَلَهُ حَتَّى يَرْجِعَ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۳۹)

حضور علیہ السلام کے صحابی سہل بن معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک خاتون حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا، حضور! میرا خاوند جہاد کے لیے چلا گیا ہے جب وہ گھر پر ہوتا ہے تو میں نماز میں اس کی اقتدار کرتی تھی۔ اور جب وہ کوئی دوسرا اچھا عمل کرتا تھا تو میں بھی ویسا ہی کرتی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد اب میں نماز اور کسی دوسرے عمل میں خاوند کی اقتدار سے محروم ہو گئی ہوں لہذا آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے خاوند کے ساتھ کئے جانے والے عمل کے برابر کر دے۔ یہاں تک کہ وہ لوٹ کر واپس آجائے مطلب یہ تھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں جو میں خاوند کی غیر حاضری میں اکیلی کرتی رہوں مگر مجھے اجر و ثواب خاوند کے ساتھ کئے جانے والے اعمال کے برابر ملتا رہے۔

اس کے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلَسْتَ طَيِّبَةً اَنْ تَقُوْمِي وَلَا تَقْعَبِي وَلَا تَصُوْمِي وَلَا تُفْطِرِي وَ كُنْ كَرِيْمِي اللّٰهُ قَبَادِكَ وَ تَعَالٰی وَلَا تَفْتَرِي حَتّٰی يَنْجِعَ۔ کیا تو اس قدر طاقت رکھتی ہے کہ ساری رات قیام کرے اور بیٹھے نہیں، ہمیشہ روزے رکھے اور چھوڑے نہیں اور ہمیشہ اللہ کو یاد کرتی رہے اور تھکے نہیں؟ اس عورت نے عرض کیا حضور! میں اتنی طاقت تو نہیں رکھتی۔ آپ نے فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ لَوْ طَوَّعْتِي مَسَا يَلْفَغْتِ الْعُشْرَ مِنْ عَمَلِهِ حَتّٰی يَنْجِعَ۔ اگر تم عمل کرنے کی طاقت بھی رکھتی

اور پھر ایسا کر گزرتی یعنی ساری رات نماز پڑھتی، ہمیشہ روزے رکھتی اور ہمیشہ ذکر الہی میں مشغول رہتی تو پھر بھی تو خداوند کی معیت میں کئے گئے عمل کے دسویں حصے کو بھی نہ پہنچ سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ دین کی خاطر جہاد کرنے والے مجاہد کا اتنا مرتبہ ہے کہ اس کی معیت میں کئے گئے عمل کا درجہ ایکلے کرنے سے بہت بڑھ جاتا ہے۔



## اہل کتاب سے استفادہ گمراہی ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكُتُبِ فَقَرَأَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ فَقَالَ أَمْتَلُوهُكُمْ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ خطابؓ کسی اہل کتاب سے حاصل کردہ کوئی کتاب یا صحیفہ وغیرہ لے آئے اور اسے بنی علیہ السلام کے سامنے پڑھنا شروع کر دیا آپؐ غصے میں آگئے اور سخت ناراض ہوئے فرمایا، اے عمر بن خطابؓ! کیا تم لوگ دین اور ملت کے بارے میں سرگردان ہو گئے ہو جو اہل کتاب کی کتابیں پڑھتے ہو؟ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ لَقَدْ جِئْتَكُمْ بِهَا بَيضَاءُ لَقِيْتُمْ لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ۔ میں تمہارے پاس ایک بالکل روشن اور صاف شریعت لے کر آیا ہوں، اہل کتاب کے نوشتوں سے استفادہ کرنے کی کیا ضرورت رہ گئی ہے؟ ان کی کتابیں تو اپنی اہل پر نہیں رہیں بلکہ ان میں تو تحریف ہو چکی ہے، لہذا اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو۔ اگر ان کی بات سچی بھی ہوگی تو تم جھٹلا دو گے اور اگر باطل ہوگی تو تم تصدیق کر بیٹھو گے یہ تمہارے لیے اچھا نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ لَوْ أَنَّ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ حَيًّا مَا وَسَّعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي۔ اگر آج خود موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہیں تھا۔ میرے دنیا میں آنے کے بعد سب میری اتباع کے پابند ہیں۔ بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹ پلا دی کہ سرگردان ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ قرآن اور بنی آخر الزمان سے ہدایات لینے

کی بجائے کسی پرانی کتاب، دین یا شریعت سے ہدایات حاصل کرو۔ ان کے مطالعہ سے گمراہی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئیگا۔

---

\*

---

## ہر رنگ کی پگڑی جائز ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
حَدَّثَنَا يَوْمَ الْفَتْحِ مَكَّةَ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ پہلے آپ نے خود پہن رکھا تھا جسے اتار کر پگڑی باندھ لی۔ زعفران رنگ کے سوا باقی ہر رنگ کی پگڑی جائز ہے اور حضور علیہ السلام سے ثابت ہے۔

## بہترین اور بدترین صفیں

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ مَصْنُوفِ الرِّجَالِ الْمُتَّقِمُ وَ شَرُّهَا الْمُتَوَكِّرُ وَ خَيْرُ مَصْنُوفِ النِّسَاءِ الْمُؤْتَمِرَةُ وَ شَرُّهَا الْمُتَكَبِّرَةُ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابر بن ابی انیس کریمؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی بہترین صفیں اگلی ہوتی ہیں جو امام کے قریب ہوں اور بدترین صفیں پچھلی ہوتی ہیں۔ اور عورتوں کی بہترین صفیں پچھلی ہوتی ہیں اور بدترین صفیں اگلی جو مردوں کے قریب ہوں۔ وجہ یہی ہے کہ مردوں اور عورتوں کی جتنی قربت ہوگی اتنا ہی شرمیدار ہونے کا خطرہ ہوگا اور ایک دوسرے سے دور ہونے کی صورت میں محفوظ رہیں گے۔ آپ نے یہ فرمایا کہ اے عورتوں کے گروہ! اِذَا سَجَدَ الرَّجُلُ فَأَغْضُضْ عَيْنَا بِنَصَادِ كُنَّ يَسْتَبِيحُونَ عَيْنَيْهِ تَوَافِي لِنَظَرِي لَيْسَتْ رُكُوعُ تَاكُمُ مَرَدُّوْنَ كَيْ يَرُدَّ عَلَى نَظَرِي لَيْسَتْ

## محرم کے لیے شکار کے گوشت کی اباحت

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّوا لَحْمَ الصَّيْدِ وَانْتُمُ حُرْمٌ مَا لَمْ تَصِيدْهُ أَوْ يُصْذَكَّوْا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! حج و عمرہ کے احرام کی حالت میں تم شکار کا گوشت کھا سکتے ہو بشرطیکہ وہ شکار تم نے خود نہ کیا ہو۔ یا خاص طور پر تمہاری خاطر نہ کیا گیا ہو۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ محرم کے لیے شکار کا گوشت اس وقت تک حلال ہے جب تک وہ شکار کرنے کے لیے شکار کی طرف اشارہ نہیں کرتا یا کسی دوسرے طریقے سے شکاری کی مدد نہیں کرتا مطلب یہ ہے کہ محرم کے لیے شکاری کی راہنمائی کرنا اسے شکار کا ٹھکانا بتانا وہاں جانے کے لیے راستہ بتانا یا کسی بھی طریقے سے مدد کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کریگا تو وہ شکار اسکے لیے حلال نہیں ہوگا۔ اللہ کا فرمان بھی ہے کہ محرم کے لیے خشکی کا شکار کرنا اور کھانا روا نہیں البتہ پانی کا شکار مچھلی وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔

## بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں آنا مکروہ ہے

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى  
زَمَنَ خَيْبَرَ عَنْ الْبَصْلِ وَالْمَوَاسِثِ فَأَكَلَهُمَا قَوْمٌ ثُمَّ جَاءُوا  
إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أَنْهَ  
عَنْ هَٰؤُلَاءِ الشَّجَرَيْنِ الْمُنْتَنِتَيْنِ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۸)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے زمانہ میں حضور علیہ السلام نے پیاز، گندنا اور  
لہسن وغیرہ کھانے سے منع فرمایا تھا اس کے باوجود کچھ لوگ یہ چیزیں کھا کر مسجد میں آ گئے تو نبی علیہ  
السلام نے فرمایا کیا میں نے تمہیں یہ بدبودار پودے کھانے سے منع نہیں کیا تھا؟ لوگوں نے عرض  
کیا حضور! میں بھوک ستا رہی تھی جس کی وجہ سے ہم نے انہیں کھالیا۔ آپ نے فرمایا مَنْ أَكَلَهَا  
فَلَا يَحْضُرُ مَسْجِدَنَا جو شخص یہ چیزیں کھالے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے جب تک ان کی  
بوڑاٹل نہ ہو جائے فرمایا وجہ یہ ہے فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَى بِمَا يَتَأَذَى مِنْهُ  
بَنُو الْاَحْمَرِ۔ کہ جس چیز سے انسانوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس چیز سے اللہ  
کے فرشتوں کو بھی ایذا پہنچتی ہے۔ تو بدبودار چیز پیاز، لہسن، مولی، تمباکو  
وغیرہ کے استعمال کے فوراً بعد مسجد میں آنا مکروہ ہے۔ ہاں جب ان کی بوڑاٹل ہو جائے تو پھر آ  
جائیں۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایسی چیزوں کو پکانے سے ان کی بوڑاٹل ہو جاتی ہے، لہذا انہیں  
پکا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں۔



## بعض صحابہؓ کو جنت کی بشارت

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَشَيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى امْرَأَةٍ مِنْ الْأَنْصَارِ فَنَبَّحْتُ لَهَا شَاةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْدُ خُلُقٍ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَخَلَّ أَبُو بَحْرٍ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ انصار کے خاندان کی ایک عورت کے گھر گیا۔ ہم پیدل چل کر گئے تھے اس عورت نے بطور ضیافت ہمارے لیے بکری ذبح کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کی طرح عورتوں کا ذبیحہ بھی جائز ہے مگر ہمارے ہاں عورتیں اس سے گریز کرتی ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات جانور مر جاتا ہے۔ البتہ مردوں کا ذبح کرنا بہتر ہے کیونکہ وہ اچھی طرح ذبح کر سکتے ہیں۔

بہر حال اس عورت نے بکری ذبح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ وہاں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس ابھی ایک شخص آئیگا جو کہ اہل جنت میں سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمادی۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابو بکرؓ آ گئے چنانچہ انکے جنتی ہونے کی تصدیق ہو گئی کچھ دیر کے بعد آپ نے پھر فرمایا کہ تمہارے پاس ابھی ایک آدمی آئیگا جو اہل جنت میں سے ہے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت عمرؓ داخل ہوئے پھر آپ نے تیسری دفعہ فرمایا کہ تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس ایک آدمی آئیگا جو اہل جنت میں سے ہے۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاجْعَلْهُ حَلِیْلاً۔ اے اللہ اگر تو چاہے تو وہ علیؓ ہو سکتا ہے اتنی دیر میں حضرت علیؓ بھی آ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی ان حضرات کے قطعی جنتی ہونے کی دلیل ہے۔

دوسری روایت کے مطابق جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بئر عرس پر تشریف لے گئے حضرت

ابو موسیٰ اشعریؓ دروازے پر مقرر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر کنوئیں کے کنارے پر بیٹھے تھے۔  
 قحطی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے عرض کیا کوئی شخص اندر آنا چاہتا ہے فرمایا  
 دروازہ کھل دو اور آنے والے کو جنت کی خوشخبری سنا دو۔ دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ تشریف لے آئے۔ کچھ دیر  
 بعد پھر دروازے پر دستک ہوئی تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب  
 کی۔ فرمایا دروازہ کھل دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دے دو۔ اس دفعہ حضرت عمرؓ تشریف  
 لائے۔ پھر تیسری دفعہ دروازے پر دستک ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کھلنے کی اجازت  
 دی۔ اور فرمایا کہ آنے والے کو جنت کی بشارت دیدو مگر اسکو مصیبت بھی پہنچے گی۔ وہ حضرت عثمانؓ  
 تھے انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور کہا کہ ہم مصیبت پر صبر کریں گے یہ  
 کہہ کر آپ اندر تشریف لے آئے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کھانا لایا گیا ہم نے کھایا  
 اور بغیر نیا وضو کئے ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر ہمارے پاس کھانا لایا گیا اور ہم نے کھایا اور اٹھ کر عصر  
 کی نماز ادا کی۔ مگر ہم میں سے کسی نے پانی کو نہیں چھو یعنی وضو نہیں کیا۔

## احرام کا لباس

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبَسَ يَخْشَى فُلَيْتُ بْنُ خَفِيٍّ وَمَنْ لَبَسَ يَخْشَى إِذَا رَأَى فُلَيْتُ بْنُ سَرَ وَنَلَّ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۲۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ فرمادیت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ احرام کی حالت میں اگر کسی شخص کو جو تانہ بل سکے تو وہ موزہ پہن لے لیکن ٹخنوں سے نیچے والے حصے کو کاٹ کر اوپر والا حصہ الگ کر دے اور ٹخنوں سے نیچے والے حصے کو جو تانے کے طور پر استعمال کر سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ ٹخنے ہر حالت میں برہنہ ہونے چاہئیں۔ نیز فرمایا کہ اگر احرام کے لیے کسی آدمی کو چادر نہ ملے تو وہ شلوار پہن سکتا ہے۔ یہ عذر کی حالت ہوگی بغیر عذر کے شلوار استعمال نہیں کی جاسکتی۔ احرام کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ مرد کے لیے دو آن سلی چادریں ہوں جو ایک کو تہ بند کے طور پر باندھ لے اور دوسری کو کندھوں پر اوڑھ لے اور سر ننگا رکھے عورت عام لباس پہن سکتی ہے البتہ کسنبہ یا زعفران کے رنگ والا کپڑا نہ پہنے۔

## ناقابل انتفاع پھل فروخت کرنیکی نعت

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى أَوْ نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الشَّمْرِ حَتَّى تَطْيَبَ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ ص ۲۲۲)

حضرت جابرؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں باغ کا پھل اس وقت تک فروخت کرنے سے منع فرمایا جب تک وہ اچھا نہ ہو جائے۔ امام شافعیؒ تطیب کا معنی کرتے ہیں کہ زرد ہو کر قابل استعمال ہو جائے اگر اچھے طریقے سے نہ بھی پکے تو کم از کم اس میں زردی تو لگ جائے یعنی پکنے کے قریب ہو جائے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں تطیب کا معنی یہ ہے کہ استعمال کے قابل ہو جائے۔ پھل میں دانے لگ جائیں خواہ وہ ابھی کچا ہی کیوں نہ ہو۔ پکنا شرط نہیں کیونکہ مرہہ اچار، چٹنی یا دوائی اغراض میں کچا پھل بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ اگر صرف پھول آئے ہوں اور پھل نہیں آیا تو یہ معدوم چیز شمار ہوگی اور اس کی بیع جائز نہیں ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز ابھی وجود میں ہی نہیں آئی اس کی خرید و فروخت درست نہیں ہے۔

## ظالم اور مظلوم کی مدد

كَتَبْنَا جَابِرًا قَالَ أَقْتُلْ غُلَامَيْنِ غُلَامٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَغُلَامٌ مِنَ  
الْأَنْصَارِ فَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا كَلْبُ الْمُهَاجِرِينَ وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَا كَلْبُ الْأَنْصَارِ  
فَخَرَجَ وَاسْتَوَلَّ اللَّهُ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَدْعُوِي بِالْجَاهِلِيَّةِ  
فَقَالُوا لَا وَاللَّهِ إِلَّا أَنْتَ غُلَامَيْنِ كَسَمَ أَحَدُ هُمَا الْآخَرَ فَقَالَ  
لَا بَأْسَ لِيَنْصِي الرَّجُلُ أَخَاهُ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا فَإِنْ كَانَ ظَالِمًا  
فَلْيَنْصِهِ فَإِنَّهُ نَصِيَّةٌ وَإِنْ كَانَ مَظْلُومًا فَلْيَنْصُصْهُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۲۳، ۳۲۴)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دو غلام آپس میں لڑ پڑے ان میں سے ایک کا تعلق  
مہاجرین سے تھا اور دوسرے کا انصار سے۔ ایک غلام نے دوسرے کے سر پر لکڑی وغیرہ  
مار دی جس سے دوسرا غلام زخمی ہو گیا زخمی غلام نے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی مہاجر قوم سے فریاد  
کی جب کہ دوسرے نے اپنی انصار برادری کو مدد کے لیے پکارا۔ یہ جاہلیت کے زمانہ کا دستور  
تھا کہ حق و باطل کی تمیز کئے بغیر اپنی قوم برادری یا قبیلے کی حمایت کی جاتی تھی اور اسی بنا پر بڑی بڑی  
جنگیں بھڑ پڑتی تھیں ان حالات میں حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ کیسا جاہلیت  
کا نعرہ لگایا جا رہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، حضور! کوئی بات نہیں۔ دو غلام آپس میں لڑ پڑے  
ہیں۔ ایک نے دوسرے کے سر پر کوئی چیز مار کر اسے زخمی کر دیا ہے اس لیے سارے لوگ باہر نکل  
آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا کوئی بات نہیں۔ چاہیے کہ آدمی اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ وہ  
ظالم ہو یا مظلوم۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! مظلوم کی مدد تو واضح ہے کہ اسے ظلم سے بچایا جائے  
مگر ظالم کی مدد کس طرح ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم کرنے سے  
رکھ دیا جائے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس مظلوم کا غلط مطلب اخذ کرتے تھے۔ وہ

کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ آپ نے فرمایا، یہ بات نہیں ہے۔ اپنے  
 بھائی کی مدد تو ضرور کرو۔ مگر ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کے ظلم میں اس کا ہاتھ نہ بٹاؤ۔ بلکہ اسے ظلم کرنے  
 سے روک دو۔ یہی چیز سب کے حق میں بہتر ہے۔

---

 ☆
 

---

## ہدی کے جانور پر سواری کرنا

سَمِعَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُسْأَلُ عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ فَقَالَ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَرْكَبُهَا بِالْمَعْرُوفِ  
إِذَا أُلْجِئْتُ إِلَيْهَا حَتَّى تَجِدَ ظَهْرَهَا.

(مسند مطبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۲۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ سے کسی نے ہدی کے جانور پر سواری کرنے کے متعلق سوال کیا تو  
آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تمہیں ضرورت پڑ جائے  
تو دستور کے مطابق سوار ہو سکتے ہو۔ ایسی مجبوری آگتی ہے کہ کوئی دوسری سواری میسر نہیں ہے کہ ہدی  
کے اونٹ وغیرہ پر بھی سواری کی جاسکتی ہے۔ ہاں اگر دوسری سواری موجود ہے تو پھر ہدی کے جانور پر  
سواری کرنا درست نہیں ہے۔ ہدی کے جانور کا دودھ بھی استعمال نہیں کیا جاسکتا اگر کوئی ایسا کریگا  
تو اس کی قیمت صدقہ کرنا ہوگی۔ اسی طرح ایسے جانور کے بال اتارنا، استعمال کرنا یا بیچنا بھی جائز نہیں  
اگر کوئی شخص ایسا کریگا تو ان کی قیمت کے برابر صدقہ کرنا لازمی ہوگا۔

## حیلہ سازی سے حرام کو حلال بنانے کی ممانعت

عَنْ ابْنِ رِبَاعٍ سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَامٌّ الْفَتْحِ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولُهُ حَتَّى يَبِيعَ الْخَمْرَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجُنَيْنَ مِيرَ وَالْأَصْنَامَ ..... الخ

(مسند اصحیح بیروت جلد ۳ صفحہ ۳۲۲)

حضرت عطار بن ابی ربیعؒ تابعی بیان کرتے ہیں جو کہ مکہ میں رہتے تھے اور امام ابو حنیفہؒ کے استاد الحدیث ہیں کہ حضرت جابرؓ مکہ میں تھے جب میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس سال مکہ فتح ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اور عام اعلان کروادیا کہ لوگو! یاد رکھو، بیشک اللہ تعالیٰ اور پھر اس کے حکم سے اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔

جس طرح شراب کشید کرنا، پینا اور پلانا حرام ہے، اسی طرح اس کا بیچنا اور خریدنا بھی حرام ہے اسی طرح مردار کی خرید و فروخت کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، البتہ اس کی کھال اتارنے کی اجازت ہے جسے خشک کرنے کے بعد بیچا جاسکتا ہے۔ مردار کا گوشت، چربی اور ہڈیوں کی بیع بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح مزار کی بحیثیت مجموعی خرید و فروخت حرام ہے۔ اسی طرح خنزیر کی تجارت کو حرام قرار دیا گیا کیونکہ اللہ و جیسی یہ ایک ناپاک جانور ہے۔ اس کی کھال، بال گوشت چربی غرضیکہ ہر چیز حرام ہے۔ یہ جانور گندگی کھاتا ہے اور اس میں بے غیرتی پانی جاتی ہے جس طرح اس کا کھانا حرام ہے اسی طرح اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ اور چوتھی چیز فرمایا اصنام کی تجارت بھی حرام ہے خواہ وہ بتوں کی صورت میں ہوں یا تصادیر کی صورت میں حضور علیہ السلام نے ان چیزوں کی حرمت کا اعلان فتح مکہ کے دن کرایا۔

کسی نے عرض کیا حضور! مردار کی چربی کشتیوں کو رنگ کرنے، کھالوں کو نرم کرنے اور تیل کے



کے طود پر جلانے کے کام بھی آتی ہے تو کیا ان مقاصد کے لیے بھی اس کا استعمال جائز نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جس طرح اس کا کھانا حرام ہے اسی طرح اس کا دیگر کاموں کے لیے استعمال بھی حرام ہے پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا قَاتِلِ الْاَیْمٰنَ الْیَسْمٰوِیَّۃَ۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو تباہ کرے جب اللہ نے ان پر حربی حرام کی تو وہ اس کو پگھلا کر بیچنے لگے اور پھر اس کی قیمت کھانے لگے۔ کہتے تھے کہ ہم حربی تو نہیں کھاتے مہنوں نے اس حیلہ سے حرام چیز کو حلال کر لیا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی حیلہ بہانہ سے بھی حرام چیز کو حلال نہیں بنایا جاسکتا۔

---

## راز کی بات امانت ہوتی ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
مَنْ حَدَّثَ فِي مَجْلِسٍ بِحَبِّ نَيْفٍ فَأَلْتَمَسَتْ فِيهِ أَمَانَةً.

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۳۲۴)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مجلس میں کوئی بات کی اور پھر ادھر ادھر دیکھا کہ اس بات کو کسی اور نے تو نہیں سنا تو وہ بات امانت تصور ہوگی۔ چنانچہ مجلس میں موجود افراد پر لازم آئے گا کہ وہ راز کی یہ بات کسی دوسرے کے سامنے بیان نہ کریں کیوں کہ یہ ان کے پاس امانت ہے اگر وہ اس راز کو فاش کریں گے تو امانت میں خیانت کے مرتکب سمجھے جائیں گے لہذا اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ یہ انکی اخلاقی ذمہ داری بن گئی ہے۔

## زائد استعمال اشیا کی ممانعت

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرَاشٌ لِلرَّجُلٍ، وَفِرَاشٌ لِلْمَرْأَةِ، وَفِرَاشٌ لِلضَّيْفِ وَالزَّائِمِ لِلشَّيْطَانِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۲۴)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے لوگو! ایک بستر آدمی کے لیے ہے، ایک اس کی بیوی کے لیے، ایک مہمان کے لیے اور چوتھا بستر شیطان کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گھر کے افراد کے لیے جتنے بستروں کی ضرورت ہے، یا جو مہمانوں کی ضرورت کے لیے ان کا رکھنا تو جائز ہے، البتہ اس سے زائد جو ہیں وہ شیطان کے لیے ہیں۔ یہاں پر جو تحفے کی تحدید نہیں بلکہ گھر کی ضرورت سے جو چیز بھی زائد ہے اس کا رکھنا روا نہیں بعض چیزیں گھروں میں دس سال استعمال نہیں ہوتی بلکہ صندوقوں یا شوکیسوں میں پڑی رہتی ہیں خواہ وہ بستر ہوں یا برتن یا کوئی اور چیز، حضور نے فرمایا یہ شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ گھروں میں اتنی ہی چیزیں رکھنی چاہئیں جو استعمال میں آتی رہیں۔ ہاں اگر مہمانوں کی آمد و رفت زیادہ ہو تو زائد چیزیں بھی مہینا کی جا سکتی ہیں۔

## مومن اور کافر کی مثال

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ الشُّبْلَةِ تَسْقِيهِمْ مَرَّةً وَتَخْرُ مَرَّةً وَ مَثَلُ الْكَافِرِ مَثَلُ الْأَذْرَةِ لَا تَنْزَالُ مُسْتَقِيمَةً حَتَّى يَتَخَرَّقَ وَلَا تَشْعُرَ -

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

حضرت جابرؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی مثال فصل (گندم وغیرہ) کے خوشے کی ہے کہ جب وہ بڑھتا ہے تو اس کے ساتھ اسکا تنا بھی بڑھتا ہے جب تیز ہوائیں چلتی ہیں تو وہ خوشہ کبھی بیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی گر پڑتا ہے۔ اسی طرح مومن پر بھی بسا اوقات مصائب آتے رہتے ہیں کبھی جسمانی، کبھی مالی اور کبھی ذہنی وہ انکا مقابلہ کرتا رہتا ہے کبھی مضحل ہو جاتا ہے اور کبھی پھر قائم ہو جاتا ہے۔

اسکے برخلاف کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی ہے ایک روایت میں منافق کا ذکر بھی آتا ہے۔ صنوبر کا درخت بالکل بیدھا کھڑا ہوتا ہے۔ آندھیاں اور جھکھڑ چلنے کے باوجود وہ درخت بیدھا کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اسے کاٹ دیا جاتا ہے تو یکدم گر پڑتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اُسے کب کاٹ دیا جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ کافر بسا اوقات مصائب سے بچے رہتے ہیں اور حادثات کا شکار نہیں ہوتے مگر صنوبر کے درخت کی طرح ان پر بیکارگی گرفت آتی ہے اور وہ اپنے انجام کو پہنچ جاتے ہیں۔

## گھروں میں اچانک داخلے کی ممانعت

عَنْ عُمَرَو بْنِ الْعَاصِ قَالَ نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَدْخُلَ عَلَى الْمُغِيبَاتِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۶، ۱۹۷)

حضرت عمرو بن العاصؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم گھروں سے غائب ہونے کی صورت میں اچانک اپنی بیویوں کے پاس داخل نہ ہوں۔ خود حضور علیہ السلام کا معمول تھا کہ عام طور پر آپ سفر سے دن کے وقت واپس آتے اور گھروں میں داخل ہوتے۔ ایسا کرنے میں بھی حکمت ہے۔ ہر گھرانے پر انسان اچانک گھر آکر کسی بدگمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے لہذا کسی ممکنہ شر سے بچنے کے لیے آپ نے گھروں میں اچانک داخل ہونے سے منع فرمادیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں حضور علیہ السلام کے خسر ابوسفیانؓ کی طرح یہ بھی پہلے شدید مخالفین میں سے تھے مگر بعد میں نہایت وفاداری اور محبت کا ثبوت دیا۔ ان کے فرزند عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ان سے پہلے ایمان لائے تھے حضرت خالد بن ولیدؓ، طلحہ بن عثمانؓ اور عمرو بن العاصؓ ۳۵ھ میں اکٹھے مدینہ پہنچے اور ایمان لائے جب عمان فتح ہوا تو حضور علیہ السلام نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے عہد میں ان کو گورنری کے عہدہ پر فائز کیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی آپ مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں آپ مصر کے گورنر تھے اور مصر کی فتح بھی انہی کے ہاتھوں انجام پائی تھی، اسی لیے یہ فاتح مصر کہلاتے ہیں۔ پھر امیر معاویہؓ ہی کے زمانہ خلافت میں ۴۳ھ میں نوے سال کی عمر میں مصر ہی میں فوت ہوئے۔ ان کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی سعد کے ساتھ تھا۔

بہر حال یہ ان سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے سفر سے واپسی پر چنانک  
 مات کے وقت گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمادیا۔ فرمایا دن کے وقت آنا چاہیئے تاکہ  
 کسی قسم کی پریشانی سے بچا جاسکے۔



## سحری کے کھانے کی تاکید

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فَضْلًا مَّا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكَلْبِ أَكَلَتِ السَّحْرِ  
(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۷)

حضرت عمرو بن العاصؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔ اہل کتاب جو بیس گھنٹے کا روزہ رکھتے ہیں اور وہ سحری کا کھانا نہیں کھاتے جب کہ اہل ایمان کے لیے سحری کھانا مستحب ہے اور اس کی بڑی فضیلت آتی ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کی عادت تھی کہ آپ اکثر روزے رکھا کرتے تھے اور شام کا کھانا کم ہی کھاتے تھے۔ اکثر سحری کے وقت ہی کھانا کھاتے آپ ہی سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے اور یہود و نصاریٰ کے درمیان فیصلہ کن چیز سحری کا کھانا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ سحری کھایا کرو اگرچہ دل نہ ملے اور اگرچہ یہ کھجور کا ایک دانہ یا پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔ سحری کھانے والوں کے لیے اللہ کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا نزول فرماتا ہے۔ اس واسطے سحری کا کھانا بابرکت ہوتا ہے۔

## اچھے مال کی تعریف

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ بَعَثَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذْ عَلَيْكَ ثِيَابَكَ وَسِلَاحَكَ ثُمَّ ثَمَنِي فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَصَعَّدَنِي الْكُنْزَ ثُمَّ طَأَ طَأَةً فَقَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَبْعَثَكَ عَلَى جَيْشٍ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۷)

حضرت عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری طرف پیغام بھیج کر مجھے بلایا اور فرمایا اپنے کپڑے اور ہتھیار لے لو میں حاضر ہوا حضور علیہ السلام اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ آپ نے میری طرف ایک نگاہ ڈالی، اوپر نیچے دیکھا اور پھر مبارک نیچے جھکایا اور فرمایا کہ میں تمہیں ایک جہاد کے لیے سامیہ لشکر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں فَيَسْلِمُكَ اللَّهُمَّ اللَّهُ تَعَالَى تجھے صحیح سلامت رکھے۔ وَيُغْنِيكَ اور تجھے مال غنیمت عطا کرے وَأَرْغَبَ لَكَ مِنَ الْمَالِ نَحْبَتُ صَالِحَةٍ۔ اور میں رغبت رکھتا ہوں کہ تجھ کا پھال حاصل ہو ظاہر ہے کہ غنیمت کا مال پاکیزہ ہوتا ہے جس کو خود خدا تعالیٰ نے طیب قرار دیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! مَا أَسْلَمْتُ مِنْ أَجْلِ الْمَالِ میں مال حاصل کرنے کے لیے تو اسلام نہیں لایا تھا وَلَكِنِّي أَسْلَمْتُ نَحْبَتُ فِي الْإِسْلَامِ۔ بلکہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی خاطر اسلام قبول کیا تھا اور میرا دوسرا مقصد یہ تھا أَنْ أَكُونُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ مجھے اللہ کے رسول کی معیت حاصل ہو جائے اور میرا سلسلہ آپ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرو! نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْحَسَنِ الصَّالِحِ اچھا مال اچھے آدمی کے لیے اچھی چیز ہے۔ مال خدا تعالیٰ کی نعمت ہے بشرطیکہ حلال



اور طیب ہو، ملال ذرائع سے حاصل ہو مثلاً محنت، تجارت، کھیتی باڑی، ملازمت یا وراثت اور وصیت کے طور پر حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ - ۱۸۸) ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ سود، رشوت، دھوکہ فریب، چوری، ظلم، زنی، الغامی، بانڈ، انشورنس، فولو گرانی، ناچ گانا، گڑھی وغیرہ سب حرام ذرائع ہیں اور ان سے حاصل شدہ مال اچھا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا غنیمت کا مال سب سے پاکیزہ مال ہے۔ نیز فرمایا جب مال حاصل ہو جائے تو پھر اس کو خرچ بھی جائز دلاتے ہیں کہ وہ افضل خرچ سے ہو۔ شرکیہ، بدعتیہ اور رسومات باطلہ کے لیے مال خرچ نہ کرو۔ مرد سے کاتبجا، دسواں، چالیسواں وغیرہ باطل رسوم ہیں۔ قبروں کی پختگی، گنبدوں اور میناروں کی تعمیر، آتش بازی، قبول پرچراغاں، پتنگ بازی، تیلیش، کھیل تماشہ سب اصراف میں داخل ہے۔ حرام مال کا نہ صدقہ قبول ہوتا ہے اور نہ لے کے کھا کر یا پہن کر عبادت قبول ہوتی ہے۔ فرمایا کوئی شخص جو حرام مال پیچھے چھوڑ جائے گا وہ اس کے لیے جہنم کا توشہ ثابت ہو گا۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ مال اس شخص کے لیے اچھی چیز ہے جس کا حق بھی ادا کرتا ہے، قریبداروں، یتیموں اور مسکینوں کا خیال رکھتا ہے اللہ کا فرمان ہے وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْسُورِ۔ (الذاریت - ۱۹) ان کے مالوں میں سائلوں اور محتاجوں کا بھی حق ہے ان کی زکوٰۃ، صدقات اور قربانی وغیرہ کے ذریعے مدد کرو تعلیم و تبلیغ کے لیے مال صرف کرنا بھی مال کا حق ادا کرنا ہے۔ بہر حال اچھا مال وہ ہے جو جائز ذرائع سے حاصل ہو اور جائز امور پر خرچ ہو اگر ایسا نہیں ہے تو وہی مال صاحب مال کے لیے وبال ہے۔

## مومن غیر تمند ہوتا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا يَغَارُ وَاللَّهُ أَشَدُّ غَيْرًا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن آدمی غیر تمند ہوتا ہے یعنی اسکو بے حیائی اور فحش باتوں پر غیرت آتی ہے آپ نے لفظ مومن دو یا تین دفعہ فرمایا نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت والا ہے۔ ایک مومن کے لیے غیرت اتنی ضروری چیز ہے کہ جس میں غیرت نہیں اسیں صحیح ایمان بھی نہیں۔

## بلند درجات کے تین ذرائع

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنْتُمْ قَالُوا أَلَا مُحْتَكَمٌ عَلَى مَا يَنْقُصُ اللَّهُ بِهِ  
الدرجات وَ يَمْحَقُ بِهِ الْخَطَايَا كَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ  
وَ انْتِظَارُ الصَّلَاةِ وَ اسْبَاحُ الرُّسُومِ عَلَى الْمَكَارِهِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! کیا میں تمہیں وہ چیزیں نہ بتاؤں جن کے ذریعے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرماتا ہے، پھر خود ہی فرمایا کہ وہ تین چیزیں ہیں پہلی چیز مسجدوں کی طرف قدم اٹھا کر کثرت سے جانے نظر آئے ہیں کہ جس کو نماز بروقت ادا کرنے کی فکر ہوگی، وہ بار بار مسجدوں کی طرف قدم اٹھا کر جائیگا تاکہ اس کا فریضہ رہ نہ جلتے۔ ایک نمازی آدمی کے جتنے قدم مسجد کی طرف اٹھیں گے ہر قدم کے بدلے ایک ایک نیکی ملے گی۔ ایک ایک گناہ معاف ہوگا اور ایک ایک درجہ بلند ہوگا۔

فرمایا دوسری چیز ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار ہے جو آدمی ہر نماز کے بعد اگلی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ سارا عرصہ نماز کی حالت میں ہی متصور ہوتا ہے۔ فرمایا تیسری چیز عبادت کے لیے تکلیف اٹھا کر بھی وضو کو کامل بنانا ہے۔ موسم کے لحاظ سے کبھی سخت گرم موسم میں اور کبھی سخت سرد موسم میں وضو کرنا پڑتا ہے۔ جو آدمی گرمی سردی کی پرواہ کئے بغیر اچھی طرح وضو کرتا ہے تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جلتے اور اس سلسلے میں تکلیف اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی درجات بلند کرتا ہے۔ اور گناہوں کو مٹاتا ہے۔

## قیامت والے دن حقوق کی ادائیگی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنْهُمْ قَالَ لَتُؤْتَيْنَ الْحَقُّقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
كَحَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجُلْحَاءُ مِنَ الْقُرْنَاءِ تَمُطُّهَا.

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق والوں کو انکے حقوق قیامت والے دن ضرور دلائے جائیں گے یہاں تک کہ اگر دنیا میں کسی سینگ والی بکری نے بے سینگ بکری کو سینگ مارا ہو گا تو اسکا بدلہ بھی دلایا جائیگا۔ اسی لیے لوگوں کو چاہیے کہ اگر کسی کا حق دنیا ہے تو دنیا میں ہی ادا کر دیں ورنہ قیامت والے دن تو بہر صورت دلایا جائیگا۔ سوائے اسکے کہ حقدار خود معاف کر دے۔ قیامت والے دن انسان کے پاس حق کی ادائیگی کے لئے کچھ نہیں ہوگا، لہذا اس کی نیکیاں اٹھا کر حقدار کو دے دی جائیں گی۔ اور اگر اسکے پاس نیکیاں بھی نہیں ہوں گی تو پھر حقدار کے گناہ حق ادا کرنے والے پر ڈال دیئے جائیں گے۔

## شُرک سے برأت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُرَدُّ بِهِ عَنْ رَبِّهِ عَنْ وَجَلٍّ أَنْتَهُ قَالَ أَكَا خَيْرُ  
الشُّرَكَاءُ فَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا فَأَشْرَكَ فِيهِ خَيْرِي  
فَأَنَا بَرِيٌّ مِنْهُ وَهُوَ لَأَنْبِيٍّ أَشْرَكَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شریکوں سے بہتر ہوں۔ اور جس شخص نے میرے لیے کوئی عمل کیا اللہ چھڑ سیں کسی دوسرے کو بھی شریک بنالیا تو میں ایسے عمل سے بیزار ہوں وہ عمل ای کے لیے ہو گا جس کے لیے اس شخص نے کیا ہے۔

اس حدیث میں ریا کا مسئلہ سمجھایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نیکی کا عمل کرتے وقت نیت میں اخلاص ہونا چاہیے کہ میں یہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے انجام دے رہا ہوں۔ اس سے ذاتی شہرت یا کسی کو دکھانا مقصود نہیں جو کام دکھاوے کے لیے کیا جاتے وہ ریا شمار ہوتا ہے اور شرک اصغر کی مد میں آکر۔ باطل ہو جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس طرح انسان کو سخت نقصان اٹھانا پڑیگا اسی لیے سورۃ الکہف میں اللہ کا فرمان ہے کہ جو اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ نیک اعمال انجام دے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے یعنی ریا کاری اور نام و نمود سے بچ جائے۔

## نذر ماننے کی مخالفت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ لَا يَرْجِعُ مِنَ الْقَدَرِ وَ  
إِنَّمَا يُسْتَخَّرُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ-

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمادیا کیونکہ نذر ماننا کوئی اچھا کام نہیں ہے اگر کوئی شخص ناجائز نذر مانے گا تو سخت گنہگار ہوگا اسے فوراً ایسی نذر کو توڑ دینا چاہیے تاہم جائز نذر بھی کوئی اچھی چیز نہیں ہے حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ نذر اللہ کی تقدیر میں سے کسی چیز کو نہیں روکتی، بلکہ تقدیر تو وارد ہو کر رہتی ہے۔ نذر کا مطلب یہی ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں فلاں چیز محتاجوں کو دوں گا یا فلاں عبادت کرونگا یہ بھی کوئی بہتر بات نہیں ہے بلکہ بغیر نذر ماننے صدقہ کر دینا چاہیے یا اللہ کی عبادت بجالانی چاہیے۔ اور اگر نذر مان ہی لی جاتے اور وہ کام پورا ہو گیا ہے تو پھر فرمان الہی یَوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ۔ (سورۃ الدھر) کے مطابق اس نذر کو پورا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ بہر حال فرمایا کہ نذر تقدیر میں سے کسی چیز کو توڑ نہیں کرتی البتہ بخیل آدمی سے کچھ نہ کچھ مال نکلا لیتی ہے اکثر کجخوس آدمی ہی نذر مانتا ہے کہ فلاں کام ہو گیا تو اتنا صدقہ کرونگا، سخی آدمی کام پورا ہونے کا انتظار نہیں کرتا بلکہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر گزرتا ہے۔

نذر ماننے میں غرابی یہ ہے کہ اگر کام پورا ہو گیا تو نذر ماننے والا یہ سمجھے گا کہ اس نذر کی وجہ سے کام ہو رہا ہے۔ حالانکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ نذر اللہ کی تقدیر میں سے کسی چیز کو رد نہیں کرتی۔ اور اگر نظر مان کر کوئی عبادت کریگا تو وہ عبادت اس کام کا معاوضہ بن جائے گی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جائز نذر بھی اچھی چیز نہیں ہے لہذا اس سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔ اور نذر مان کر کام ہو گیا ہے تو پھر اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہو گا ورنہ آدمی سخت گنہگار ہو گا۔

## کھنبیوں اور عجمہ کھجور میں شفا ہے

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ الْكَلْحَةُ مِنَ الْمَنِيِّ وَ مَاءُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ وَالْعَجْوَةُ مِنَ  
الْجَنْتَةِ وَ مَاءُهَا شِفَاءٌ مِنَ السَّهْرِ .

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھنبیاں من میں سے ہیں  
من کا معنی ہے کہ اللہ نے احسان فرما کر خود ہی انکو پیدا کر دیا ہے انکو کسی نے باقاعدہ کاشت  
نہیں کیا۔ کھنبی خود رو ہوتی ہے۔ جو میدانی اور پہاڑی علاقوں میں زرد اور سفید رنگ میں پیدا  
ہوتی ہے جس طرح اللہ نے بنی اسرائیل پر من یعنی شکر کو مصفت نازل فرمایا تھا اسی طرح یہ کھنبیاں  
بھی مصفت میں حاصل ہو جاتی ہیں۔ فرمایا انکا پانی آنکھوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اسکے پانی  
کو سرمہ میں ملا کر استعمال کیا جائے یا ویسے اسکے قطرے آنکھوں میں ڈالے جائیں تو اللہ تعالیٰ شفا  
دے دیتا ہے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ عجمہ کھجور جنت کا میوہ ہے یہ درمیانے درجے کی سیاہی مائل کھجور ہے جو  
مدینہ طیبہ میں بکثرت ملتی ہے اسکا کھانا زہر کا تریاق ہے اگر آدمی تین یا سات دن کھجور کے کھا  
لے تو اس پر دن بھر زہر یا سحر کا اثر نہیں ہوگا جس طرح شہد کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ اس میں لوگوں  
کے لیے شفا ہے اسی طرح کھنبیوں اور عجمہ کھجور میں بھی اللہ نے شفا رکھی ہے۔

## کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَشْرَبُ قَائِمًا فَقَالَ لَهُ قُمْ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا تو آپ سخت ناراض ہو گئے اور اس شخص کو تادیب کے طور پر فرمایا کہ کھڑے ہو کر پیتے گئے پانی کو تے کر دو تاکہ آئندہ کے لیے تمہیں یاد رہے کہ کھڑے ہو کر کبھی پانی نہیں پینا۔ آپ نے اس شخص سے مزید فرمایا اَيْسُرُكَ اَنْ يَشْرَبَ مَعَكَ الْبَهْتُ کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تیرے ساتھ بلی بھی پانی پئے۔ ظاہر ہے کہ یہ تو کوئی شخص بھی پسند نہیں کرتا کہ ایک بلی اسکی ہم مشرب ہو۔ اس شخص نے بھی کہا میں تو بلی کے ساتھ پینے کو پسند نہیں کرتا آپ نے فرمایا قَدْ شَرِبَ مِنْ هُوَ شَرِبَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ۔ کھڑے ہو کر پینے کی وجہ سے بلی سے بھی بڑے شر نے تمہارے ساتھ پیا ہے اور وہ شیطان ہے۔ گویا جب کوئی آدمی کھڑے ہو کر پیتا ہے تو شیطان اسکا ہم مشرب بن جاتا ہے۔

یاد رہے کہ جائز ضرورت کے تحت کھڑے ہو کر پینا بھی جائز اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اگر ٹپکتے ہوئے مشینز کے ساتھ منہ لگا کر پینا پڑے تو ظاہر ہے کھڑے ہو کر پینا پڑیگا یا کسی جگہ بیٹھنے کی گنجائش ہی نہ ہو یا آدمی معذور رہے کہ بیٹھ کر نہیں پی سکتا تو ایسی صورت میں بھی کھڑے ہو کر پی سکتا ہے۔ تاہم عام حالات میں غور و نوش بیٹھ کر ہی کرنا چاہیے۔



## بلند اور آہستہ آواز سے قرأت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ فِي كُلِّ الصَّلَاةِ يُشْرَأُ فَمَا أَسْمَعْنَا  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا  
أَخْفَى عَلَيْنَا أَخْفَيْنَا عَلَيْكُمْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہر نماز میں قرأت ہوتی ہے جس نماز میں حضور  
علیہ السلام نے بلند آواز سے قرأت کی، ہم بھی اس نماز میں بلند آواز سے قرأت کرتے ہیں اور  
جس نماز میں آپ نے آہستہ قرأت کی، ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ فجر، مغرب، اور عشاء کی نمازوں میں  
بلند آواز سے اور ظہر اور عصر کی نمازوں میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے اور یہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی سنت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کا یہی مطلب ہے کہ بلند یا آہستہ آواز سے قرأت کرنے میں ہم حضور علیہ  
السلام کا اتباع کرتے ہیں اور انہی کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

## فاتحہ خلف امام کا مسئلہ

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
انْصَرَفَ مِنَ الصَّلَاةِ جَهْرًا فَيُكَلِّمُهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيَ  
لَحْدٌ مِنْكُمْ أُنْفًا قَالَ رَجُلٌ نَعُو يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَأَيْتُ  
أَقُولُ مَلِكِي أُنَادِي عَ الْقُرْآنِ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۱، ۳۰۲)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے جہری نماز پڑھائی جب  
اس سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میرے پیچھے کوئی پڑھنے والا تھا؟ ایک شخص نے عرض کیا، حضور  
میں نے پڑھا ہے آپ نے فرمایا کہ اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ میرے ساتھ قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا  
ہے میں بھی پڑھ رہا ہوں اور پیچھے بھی کوئی آدمی پڑھ رہا ہے مطلب یہ کہ پیچھے والے کو خاموش  
رہنا چاہیے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد فَأَمْتَلَهُی النَّاسُ - مَنِ الْقِرَاءَةُ مَعَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَمُوتُ فِيهِ  
جب حضور علیہ السلام قرات بالجہر کرتے تو لوگ پیچھے پڑھنے سے رک گئے۔

اختلافی مسئلہ صرف سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ہے بعض ائمہ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی

کو بھی سورۃ فاتحہ پڑھ لینی چاہیے۔ ائمہ اربعہ میں امام ابو حنیفہؒ اور بعض دیگر ائمہ کسی نماز میں بھی  
امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ امام پڑھے اور مقتدی  
خاموش رہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ صرف سری نماز میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ  
لے۔ تاہم یہ متحب ہے ضروری نہیں ہے۔ البتہ امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ ہر نماز میں فاتحہ خلف امام  
کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ قرآن کی نص ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سَوَّءُ الْبَصْتِ اور  
خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الاعراف - ۲۰۶) حضور علیہ السلام کا فرمان بھی ہے إِذَا قُرِئَ  
فَالْبَصْتِ واجب امام قرات کرے تو تم خاموش رہو۔

بہر حال ایک جزو میں اختلاف ہے باقی کسی چیز میں اختلاف نہیں۔ سورۃ فاتحہ نماز کی سورۃ کہلاتی ہے کیونکہ اس کو نماز کے ساتھ خصوصی تعلق ہے دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے پڑھی جاتے وہ نامکمل ہوتی ہے اس لیے امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے مطلق نماز کے لیے نہ کہ مقتدی کے لیے کیونکہ اس کا حکم الگ ہے مطلب یہ کہ سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ کا ساتھ ملانا دونوں واجب ہیں نہ کہ فرض۔ ایک شخص نے اچھے طریقے سے نماز نہ پڑھی وہ فارغ ہو کر آیا اور کہا آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی دوبارہ جا کر نماز پڑھو۔ بار بار نماز پڑھ کر بھی جب حضور علیہ السلام نے پھر پڑھنے کے لیے کہا تو اس نے عرض کیا حضور! مجھے سکھائیں کہ میں کس طرح نماز پڑھوں۔ تو آپ نے تعلیم کے لیے فرمایا کہ جب غزوہ کر کے نماز کے لیے قبلہ رو کھڑے ہو تو پہلے تکبیر کہو جو کہ فرض ہے اِقْرَأْ مَا مَلَكَ مِنْ الْقُرْآنِ۔ پھر جو قرآن میں سے تم کو میسر ہو، وہ پڑھو، پھر رکوع کرو، پھر سجدہ کرو۔ اور آخر میں تشهد پڑھو۔ آپ نے نماز کے یہ تمام ارکان ذکر کئے۔ قرأت یہی ہے کہ جو قرآن میسر ہوتا ہم فاتحہ کی زیادہ تاکید کی گئی ہے اسی لیے اس کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اگر امام سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوگی۔ ناقص ہوگی اور اگر کوئی الگ نماز پڑھتا ہے تو اسکی بھی نہیں ہوگی اسکو فاتحہ بھی پڑھنا ہوگی اور ساتھ دوسری سورۃ بھی ملانا ہوگی مگر جب امام کے پیچھے نماز پڑھو تو پھر سورۃ فاتحہ نہ پڑھو بلکہ خاموشی اختیار کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ امام کی قرأت مقتدیوں کے لیے بھی کفایت کرتی ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت جابرؓ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ ہر وہ نماز جس میں فاتحہ نہ پڑھی جاتے وہ نامکمل ہے۔ إِلَّا أَنْ يَكُونِ وَرَاءَ الْإِمَامِ سوائے اسکے کہ آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔ گویا امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے اگر مقتدی نے فاتحہ نہیں پڑھی تو اسکی نماز نامکمل نہیں بلکہ مکمل ہے۔

## نہایت قیمتی کلمات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ  
الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ  
مَائَةِ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عِندَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَ  
لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کو دن میں سو مرتبہ پڑھیں گا، اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور اس کے حساب میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی وُحِیْتُ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ اس کی سو برائیاں مٹا دی جائیں گی وَ کَانَتْ لَهُ حُرٌّ رَا مِنْ الشَّيْطَانِ۔ اور وہ سارا دن شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ فرمایا وَلَسَوْ يَأْت أَحَدٌ بِأَفْضَلٍ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ حَمَلَ أَكْثَرَ مِنْ خِلَافِكَ اس شخص سے زیادہ کسی آدمی کا نفعی عمل نہیں ہو گا۔ ماسوائے اسکے جو اس سے زیادہ عمل کریگا یعنی ان کلمات کو زیادہ مرتبہ پڑھیں گا۔ کلمات یہ ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

## سبحان اللہ و محمد کا اجر و ثواب

كَانَ ابْنُ مَرْيَمَ أَنْ رَسُوهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةٍ مَرَّةً حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دن میں سو مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ پڑھیں گا تو اس کے صغیر گناہ مٹا دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ آنا پاکیزہ اور مقبول کلمہ ہے اور اس کے پڑھنے میں کوئی وقت بھی پیش نہیں آتی۔ البتہ کبیر گناہ بغیر توبہ اور حقوق کی ادائیگی کے معاف نہیں ہوتے۔

## بخل اور بزدلی بری خصلتیں ہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ شَيْءٌ مَا فِيهِ وَخِيلٌ شَيْءٌ هَالِكٌ وَبُخِيلٌ خَالِكٌ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مومن آدمی میں ان دو خصلتوں کا ہونا بہت بری بات ہے یعنی یہ کسی مومن میں نہیں ہونی چاہئیں ایک انتہائی درجے کا بخل اور بزدلی۔

مسلمان کو ہمیشہ باعزت ہونا چاہیے اور بخیل نہیں ہونا چاہیے۔ بخل بہت بری بیماری ہے۔ بخیل آدمی اپنی ذات پر بھی خرچ نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ جمع ہی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور اس کا جمع شدہ اثاثہ اسکے وارثوں کے کام آتا ہے حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ تیرا مال تو وہ ہے جو تو نے آگے بھیج دیا۔ کھالیا یا پہن لیا۔ اور جو بچ گیا وہ تیرا نہیں بلکہ تیرے وارثوں کا ہے۔

اسی طرح بزدلی بھی بہت بری خصلت ہے۔ جس میں جرات نہیں اسکی کوئی عزت نہیں ایسا آدمی اپنے مال، جان اور عزت و آبرو کی حفاظت بھی نہیں کر سکتا۔

## چار منتخب کلمات

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَابْنِ مَرْثُومَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى مِنْ الْكَلَامِ أَرْبَعًا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابو سعید خدریؓ اور ابو مرثومہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ نے اپنی توحید اور حمد و ثناء کے ان چار کلمات کو خاص طور پر منتخب فرمایا ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔ کہتے ہیں کہ جس نے سُبْحَانَ اللَّهِ کا کلمہ پڑھا گتَبَ اللَّهُ لَهُ حَشْرَتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے میں نیکیاں لکھ دیگا اور اس کی میں خطائیں مٹا دیگا اور جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا اس کے لیے بھی اتنا ہی ثواب ہے اور جس شخص نے دل کی گہرائی سے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہا کُتِبَ لَهُ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً اس کو میں نیکیاں ملیں گی اور میں خطائیں معاف ہوں گی۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے بھی انہی کلمات کو منتخب فرمایا ہے کہ وہ ان کلمات کے ساتھ اس کی حمد و ثناء بیان کریں۔

## ہدیہ اور صدقہ میں امتیاز

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِ سَأَلَ عَنْهُ فَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ أَكَلَ وَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ قَالَ كُلُّوْا وَكُلُوْا بِأَكْلِكُمْ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۱۲)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کے پاس اپنے گھر والوں کے علاوہ خورد و نوش کی کوئی چیز لائی جاتی تو آپؐ دریافت کرتے کہ یہ چیز کیسی ہے اگر وہ ہدیہ ہو تو آپ قبول فرما کر تناول فرماتے اور اگر صدقہ ہو تو کہتے تم کھاؤ اور خود نہ کھاتے مطلب یہ ہے کہ صدقہ کی چیز آپ صدقہ کے مستحقین کو کھلا دیتے۔ آپ خود صدقہ کی چیز نہ کھاتے کیونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ ہمارے لیے صدقہ درست نہیں ہے۔ ایک دفعہ حضرت سلیمان فارسی صدقہ کی چیز لیکر آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ اور جب آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا گیا تو اسکو دسترخوان پر چنا گیا جس میں سے آپ نے خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ غرضیکہ جو چیز جائز نہیں اسکا کھانا درست نہیں ہے۔



## مدینہ میں رہائش پذیر ہونے کی فضیلت

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ  
يَقُولُ يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ رَجُلٌ رَغْبَةً عَنْهَا  
وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود ابو القاسمؓ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ لوگ مدینہ سے اعراض کرتے ہوئے نکل جائیگے حالانکہ مدینہ انکے حق میں بہتر ہوگا اگر انکو علم ہو حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جو آدمی مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوگا اور پھر وہیں وفات پائیگا تو میں اسکی سفارش کروں گا بشرطیکہ وہ ایماندار ہو۔ تو جو لوگ مدینہ سے اعراض کرتے چلے جائیں گے وہ انکے لیے اچھا نہیں ہوگا سلم غریف کی روایت میں آتا ہے کہ جس نے مدینہ میں رہتے ہوئے وہاں کی تکلیف کو برداشت کیا اور اس پر صبر کیا کُنْتُ لَكَ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ میں قیامت والے دن اسکی اللہ کے ہاں سفارش کرونگا۔ دوسری حدیث میں مکہ مکرمہ کے بارے میں بھی ایسے ہی الفاظ آتے ہیں۔ ان دو شہروں کو خاص فضیلت حاصل ہے کہ ان میں فوت ہونے والے حضور علیہ السلام کی شفاعت کے مستحق ہوں گے۔

## خطبہ کا آغاز اللہ کی حمد و ثناء سے

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُطْبَةُ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَهَادَةٌ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ.

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور حمد و ثناء کا ذکر نہیں ہوتا، وہ خطبہ کٹے ہوئے ہاتھ کی طرح ہوتا ہے۔ اس حدیث میں شہادت کا ذکر کیا گیا ہے جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت اور اسکی حمد و ثناء ہے۔ ہم نے یہ الجذماء کا ترجمہ کٹا ہوا ہاتھ کیا ہے۔ اسکا لفظی معنی جزامی ہاتھ ہے جو مرض جذام کی وجہ سے شل ہو چکا ہو، گویا کہ وہ گل سڑ کر بیکار ہو چکا ہے مطلب یہ ہے کہ کسی بھی خطاب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنی چاہیے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر خطبہ کے آغاز میں ایسا ہی کرتے تھے آپ ہر اہم بات بیان کرنے سے پہلے اللہ کی تعریف کرتے اور پھر أَمَّا بَعْدُ کہہ کر مطلوبہ بات کرتے۔ دوسری حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جس خطبہ کا آغاز اللہ کی توحید اور حمد و ثناء کے ساتھ نہ ہو، وہ بے برکت ہے۔

## محسن کا شکریہ ادا کرنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ لَا يَشْكُرُ اللَّهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا۔ جب کوئی شخص دوسرے کے ساتھ احسان کرے دے دے، سنبھلے مدد کرے، یا اسے کسی تکلیف سے نجات دلاتے تو اس کا فرض ہے کہ وہ مدد کرنے والے آدمی کا شکریہ ادا کرے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو تمہارے ساتھ احسان کرے اسکو بدلہ دے۔ اگر مادی بدلہ دینے کی استطاعت نہیں تو اس کے لیے دے دے خیر جزائے اللہ خیر۔ یہی کردو کہ اللہ تجھے اس کا بہتر بدلہ عطا کرے۔ یہی اس کا شکریہ ادا کرنا ہے تو فرمایا کہ جو شخص اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اپنے منعم حقیقی اللہ تعالیٰ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا اور ناشکر گزار بندہ شمار ہوتا ہے۔

## وضو کے ذریعے صغائر کی معافی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوْ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرَةِ الْمَاءِ أَوْ نَحْوَ هَذَا..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ مومن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اسکی آنکھوں کے گناہ پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے خَرَجَتْ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ بَطَشَ بِهَا. تو اسکے ہاتھوں کے گناہ پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ ہی دھل جاتے ہیں۔ حَتَّى يَخْرُجَ لِقِيًّا مِنَ الدُّلُوبِ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ یہ ضغیر گناہوں کا ذکر ہے جو نیکیاں کرنے سے خود بخود مٹتے رہتے ہیں۔ البتہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اسی طرح حقوق العباد بھی اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک وہ ادا نہ کر دیئے جائیں یا صاحب حق معاف نہ کر دے یہ تو وضو کے ذریعے صغائر کی معافی کا ذکر ہے۔ پھر جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو اللہ کی مزید رحمت اسکے شامل حال ہو جاتی ہے۔

## پھوٹے اعمال کا زیادہ اجر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ أَلَا أُحِبُّكُمْ بِمَا يَمْنَعُ اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ  
بِهِ الدَّرَجَاتِ اشْبَاغُ التَّوَضُّعِ عَلَى الْمَكَارِهِ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

حضرت ابو ہریرہؓ کا روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگو! کیا میں تمہیں کوئی ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے ذریعے تمہاری خطائیں مٹ جائیں اور تمہارے درجات بلند ہو جائیں پھر خود ہی فرمایا کہ وہ چیز اشباع التوضوع علی المکارہ تکلیف برداشت کتنے ہوتے مکمل وضو بنانا ہے۔ سردی گرمی میں وضو کرنے میں تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے تو فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرنا گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے۔ اسحاق نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ مساجد کی طرف کثرت سے قدم اٹھا کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا ایسی چیزیں ہیں جو خطاؤں کو مٹاتی اور درجات کو بلند کرتی ہیں فرمایا۔ قَدْ لَكُمْ التَّكْبَاطُ یہی رباط ہے آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ رباط دراصل دشمن کے مقابلہ میں مستعد رہ کر کھڑا ہونے کو کہتے ہیں۔ اللہ کا فرمان بھی ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (آل عمران) اے ایمان والو صبر کرو، ثابت قدم رہو اور دشمن کے مقابلہ میں مستعد رہو جب بھی ضرورت پڑے دشمن سے ٹکرا جاؤ۔ یہ تو سرد و گرمی کی بازی لگانا ہے مگر حضور نے کامل وضو بنانے، مسجدوں کی طرف جانے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کرنے کو بھی رباط سے تعبیر کیا ہے کہ ان کا ثواب بھی جہاد کے برابر ہے۔ جہاد سے دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے جبکہ ان چھوٹے چھوٹے کاموں سے شیطان کا مقابلہ کر کے اسکو مغلوب کیا جاتا ہے لہذا ان کا بھی بہت زیادہ اجر ہے۔

## اذان اور صفِ اول کا اجر

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّكَاحِ وَالصَّغْرِ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَوْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَلِمُوا عَلَيْهُمْ وَ لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الشَّهْرِ لَا يَسْتَقْبِلُوا إِلَيْهِمْ وَ لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَمَةِ وَالطَّبْعِ لَا تَقُومُ هُمَا وَ لَوْ كَانُوا -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو پتہ ہوتا کہ اذان اور اقامت کہنے میں کتنا ثواب ہے اور نماز کی پہلی صف میں کھڑا ہونے کا کتنا اجر ہے تو وہ اس مقصد کے لیے قرعہ اندازی کرتے کہ کون اذان و اقامت کہے اور کون پہلی صف میں جگہ حاصل کرے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر لوگوں کو ظہر کی نماز کے لیے جلدی آنے کے ثواب کا علم ہوتا تو دوڑتے ہوتے آتے اور عشاء کی نماز کے لیے آنے کے ثواب کا پتہ ہوتا تو گھٹنوں اور کہنیوں کے بل چل کر بھی مسجد میں پہنچ جاتیں مطلب یہ کہ یہ نمازیں اتنی بلند مرتبت اور نمازی کے حق میں باعثِ اجر و ثواب ہیں کہ اگر لوگ چل کر مسجد میں آسکتے تو گھسٹتے ہوئے بھی پہنچ جاتے تاکہ ان نمازوں کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔

## حاکم وقت کی اطاعت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِي عَمْرِكَ وَكَيْسِرِكَ وَنَشِطِكَ وَمَكْرِهِكَ وَأَثَرِكَ عَلَيْكَ وَ قَالَ قَتَيْبَةُ الطَّاعَةُ وَ كَلَّ يَقُولُ السَّمْعُ -

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۳۸۱)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ پر سُننا اور اطاعت کرنا لازم ہوگا و خواہ تنگی ہو یا آسانی، ناگواری کی حالت ہو یا مشکل کی، یا تم پر کسی کو ترجیح دی گئی ہو، ہر حالت میں حاکم وقت کی اطاعت بجالاؤ۔ مسلم شریف کی روایت میں حضور علیہ السلام نے اس مسئلہ کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ اگر حاکم معروف بات کا حکم دے تو اس کی تعمیل کرو خواہ تمہارا جی مانا ہو یا نہ مانا ہو۔ اور خواہ مشقت اٹھانی پڑے یا آسانی سے تعمیل حکم ہو جائے۔ اور اگر حاکم اللہ کے دین اور شریعت کے خلاف کوئی حکم دے فَلَاحَ سَمْعُ وَلَا طَاعَةُ تو پھر نہ اس کی بات سناؤ اور اس کی اطاعت کرو۔ بلکہ ایسی بات سے بچنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ یہ ایک عام اصول ہے۔ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ۔ کہ اطاعت نیکی کے کام میں ہی ہو سکتی ہے خلاف شرع کام میں تعمیل حکم نہیں ہو سکتی۔

## کھانے میں خادم کی شرکت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ عَنْ خَالَتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كُنِيَ أَحَدُكُمْ خَادِمًا صَنَعَهُ  
طَعَامًا وَكَفَاهُ سَحْرًا وَدُخَانًا فَلْيَجْلِسْ مَعَهُ فَلْيَأْكُلْ فَإِنْ  
أَبَى فَلْيَلْخُذْ لُقْمَةً..... الخ (مسند احمد طبع بيروت صفحہ ۲۹۹، ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کا خادم تمہارے لیے کھانا تیار کرے جب کہ اس نے اس کام کے لیے چولہے کی گرمی اور اس کا دھواں بھی برداشت کیا ہے بڑی محنت سے کھانا تیار کیا ہے تو تمہیں چاہیے کہ کھانا کھاتے وقت اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھانا بعض اوقات مہمانوں کی آمد یا کھانے کی کمی کی وجہ سے خادم کو ساتھ بٹھا کر کھانے کی گنجائش نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں بھی اسے بالکل محروم نہ کرو بلکہ حسب گنجائش ایک دو لقمے ہی اچھے کھانے میں سے دے دو تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو۔ اس سے اللہ بھی راضی ہوگا اور خادم میں بھی تمہارے لیے مزید جذبہ خدمت کا پیدا ہوگا۔



## ایک بیش قیمت دعا

عَنْ أَبِي مُرَّةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
اتَّحِبُّونَ أَنْ تَجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ قَوْلُوا اللَّهُمَّ احْنَا عَلَيَّ  
شُكْرَكَ وَذِكْرَكَ وَحَسَنَ عِبَادَتِكَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم پسند کرتے ہو کہ دعائیں بہت زیادہ کوشش کرو یعنی چاہو کہ تمہاری دعا کو زیادہ شرف قبولیت حاصل ہو، تو اس طرح دعا کیا کرو۔ اللَّهُمَّ احْنَا عَلَيَّ شُكْرَكَ وَذِكْرَكَ وَحَسَنَ عِبَادَتِكَ۔ اے اللہ! ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرا ذکر کریں، تیرا شکر ادا کریں اور اچھے طریقے سے تیری عبادت کر سکیں۔ یہ بہترین دعا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ قبولیت حاصل ہوتی ہے یہاں پر جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں صیغہ واحد بھی آتا ہے یعنی اللَّهُمَّ احْنِي عَلَيَّ شُكْرَكَ وَذِكْرَكَ وَحَسَنَ عِبَادَتِكَ۔ اے اللہ مجھے اپنا شکر کرنے، اپنا ذکر کرنے اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

## نماز کا سکون خراب کرنے والی چیزیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ تَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ وَالْجِمَارُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان مبارک ہے کہ نماز کے سکون کو قطع کرنے والی تین چیزیں ہیں یعنی عورت، کتا اور گدھا۔ جب ان میں سے کوئی چیز نماز کے آگے سے گزر جاتے تو نماز کا سکون اور اطمینان ضائع ہو جاتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ عورت کے نماز کے آگے سے گزرنے سے اس کے دل میں دھونے پیدا ہو سکتے ہیں۔ کتا ایک بدتمیز جانور ہے اس کے گزرنے سے بھی سکون خراب ہوتا ہے۔ اسی طرح گدھا ایک بے ڈھنگا اور بیوقوف جانور ہے وہ بھی نماز میں بے کونی پیدا کرتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اگر کھلی جگہ میں نماز پڑھنا چاہو تو اپنے سامنے ستر رکھ لیا کرو تاکہ سامنے سے گزرنے والی کوئی چیز نظر نہ آئے بہتر یہ ہے کہ آڑ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

## شراب نوشی پر سزا کا حکم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَتَى بَرَجِلَ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ اضْرِبُوهُ قَالَ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَسْ وَ مِنْهَا الضَّارِبُ  
بِنَعْلِهِ وَالضَّارِبُ بِتَوْبِهِ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص کو مارو۔ چنانچہ ہم میں سے کسی نے اس کو ہاتھ سے مارا، کسی نے جوتے سے مرمت کی اور کسی نے کپڑے کے کولہ سے اس سے مارا۔ پھر جب فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کہا اَخْزَاكَ اللّٰهُ اللّٰهُ تجھے رسوا کرے، تم نے شراب نوشی کیوں کی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایسی بات مت کر دو کیوں کہ ایسا کر کے تم شیطان کی مدد کر رہے ہو۔ اس کی بجائے یوں کہو رَحِمَكَ اللّٰهُ اللّٰهُ تجھے پر رحم کرے کیونکہ تم نے غلطی کر کے اس کی سزا پائی ہے۔ فرمایا ایسے شخص کے لیے رسوائی یا ذلت کی دعا کرنا شیطان کی مدد کرنا ہے۔ لہذا اس موقع پر بخشش کی دعا مانگنی چاہیے یا تہدائی دور کا واقعہ ہے۔ بعد میں شراب نوشی کی صد چالیس یا اسی دُورے مقرر ہو گئی۔ دونوں روایات ملتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے شرابی کی حد اسی دُورے پر صاد کیا ہے۔

## گداگری حرام ہے

عَنْ قَيْسٍ قَالَ نَزَلَ عَلَيْنَا أَبُو هُرَيْرَةَ بِالْكَوْفَةِ قَالَ  
فَبَيْنَمَا وَ بَيْنَ مَوْلَانَا قَرَابَةً قَالَ سُفْيَانُ وَ هُوَ مَوْلَى  
الْأَحْمَسِ فَاجْتَمَعَتْ أَحْمَسٌ قَالَ قَيْسٌ فَاتَيْنَا نُسَلِّمُ عَلَيْهِ...

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

قیس سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو فے میں آئے۔ وہاں پر بعض لوگوں  
کی آپ کے ساتھ رشتہ داری تھی آپ کی برادری کے لوگ تھے یہ لوگ حضرت ابو ہریرہؓ کے  
پاس آئے انہوں نے کہا حضرت! یہ لوگ آپ کے پاس آئے ہیں۔ ان کا ایک مقصد تو آپ کو  
سلام کرنا ہے اور دوسرا یہ کہ آپ ان کو حضور علیہ السلام کی کوئی حدیث سنائیں حضرت ابو ہریرہؓ  
نے کہا مَسْجَبَابِلَهُمْ وَ أَهْلًا لِعَيْنِ آتِے والوں کو خوش آمدید کہا اور پھر فرمایا -

صَحَبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ سِنِينَ فِي  
حَضْرَةِ عَلَيْهِ السَّلَامِ كِي رِفَاقَتِي فِي تَمِينَ سَالٍ رَهَابِي بَلَكُمُ كَچھ عرصہ زیادہ میں حضور علیہ السلام کی حدیث  
سن کر یاد کرنے میں زیادہ حریص تھا۔ تو میں نے اللہ کے رسول کی زبان مبارک سے یہ بات  
سُنی ہے آپ نے فرمایا۔ وَاللَّهِ لَا نَبَاخُنْ أَحَدٌ كَمْ حَبْلُ اللَّهِ كِي قِسم  
تم میں سے کوئی شخص رتی لے لے اور جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے اپنی پشت پر اٹھائے  
اور پھر بازار میں لا کر ان کو فروخت کرے اور پھر اس کی یافت میں سے کچھ صدقہ بھی کرے  
تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی مالدار آدمی کے سامنے جا کر ہاتھ پھیلاتے  
کیونکہ یہ تو دینے والی کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ دیتا ہے یا نہیں۔

مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ میں قسم کے آدمیوں کے سوا کسی کے لیے مانگنا روا نہیں ہے  
ایک وہ شخص جس پر کوئی تاوان پڑ گیا ہو۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت طوفان، زلزلہ وغیرہ  
میں ضائع ہو گیا ہو، یا جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ہو اور اسے فلقے آرہے ہوں۔

ان تین اقسام کے علاوہ جو شخص سوال کر کے کھاتیگا وہ حرام کھاتیگا اس سے بہتر ہے کہ مشقت کرے، جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور انہیں فروخت کر کے اپنی ضروریات پوری کرے۔

اس حدیث مبارکہ میں امت کے لیے بڑی تعلیم ہے۔ باوجود اس کے کہ ہمارے دین میں گداگری حرام ہے۔ مگر امت کا ایک تہائی حصہ بھکاری بن چکا ہے۔ بہت سے ممالک میں کوئی غیر مسلم بھیک نہیں مانگتا مگر مسلمان ہیں کہ گداگری کو بطور پیشہ اختیار کر رکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان حکومتوں کا انتظام درست نہیں ہے وہ عیاشی، فحاشی اور کھیل ناٹے میں تو بے دریغ رقوم صرف کرتے ہیں مگر غرباء کی حالت بہتر بنانے کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے جس کی وجہ سے وہ بھیک مانگنے کے علاوہ کوئی دوسرا پیشہ اختیار نہیں کرتے مسلمان حکومت کا فرض ہے کہ ہر فرد کی معیشت کے لیے کچھ نہ کچھ انتظام کرے۔

آئی مجلس میں حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور علیہ السلام کی یہ حدیث بھی سنائی کہ آپ نے فرمایا، قیامت سے پہلے بڑی پریشائیاں آئیں گی اور تمہاری جنگ ایسے لوگوں کے ساتھ بھی ہوگی جن کے جوئے بالوں کے بنے ہوتے ہوں گے اور چہرے ڈھالوں کی طرح چپٹے ہوں گے۔ یہ چینی، روسی، منگول اور ترک لوگوں کی علامات ہیں۔ ان کے ساتھ جنگیں پہلے بھی ہو چکی ہیں اور آئندہ بھی ہوں گی۔ برفانی علاقوں میں بالوں کے بنے ہوتے جوئے پہنے جاتے ہیں۔ بہر حال یہ دو حدیثیں حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے رشتہ داروں کے سامنے کو فرمائی ہیں۔

بیان کیں۔

## انسان کی ناشکر گزاری کا شکوہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
يَقُولُ اللَّهُ اسْتَقْرَضْتُ عَبْدِي فَلَمْ يُقِرَّ ضَنْجِي وَكَيْشْتَمِي عَبْدِي  
وَهُوَ لَا يَدْرِي يَقُولُ وَاحْهَرَاهُ وَاحْهَرَاهُ وَأَنَا اللَّاهُورُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا مگر اس نے مجھے قرض نہ دیا نیز یہ کہ میرا بندہ مجھے گالیاں دیتا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا وہ کہتا ہے، ہاتے زمانہ، ہاتے زمانہ حالانکہ زمانے کے تمام تصرفات تو میرے قبضہ میں ہیں۔

یہ حدیث قدری کہلاتی ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے بات نقل فرماتے ہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شکوہ بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا تھا مگر اس نے نہیں دیا۔ اس قرض سے مراد وہ قرض نہیں ہے جو بندے سے ایک دوسرے سے طلب کرتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو خود خالق، مالک، رازق اور ہر چیز پر قادر اور متصرف ہے، اسے اپنے بندوں سے قرض لینے کی کیا ضرورت ہے؟ دراصل اللہ کو قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی راہ میں مستحقین پر خرچ کیا جائے۔ جس کو صدقات کا نام دیا گیا ہے۔ قرض کی اصطلاح قرآن پاک میں بھی بیان ہوئی ہے۔ مَنْ خَالَذِمْتُ يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفَهُ لَهُ جو شخص اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا چڑھا کر بدلہ عطا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا یعنی اسے غریبوں اور محتاجوں پر خرچ کرنے کے لیے کہا مگر وہ میری راہ میں خرچ کرنے کی بجائے رسومات باطلہ اور عیاشی و فحاشی پر خرچ کرتا رہا اور مجھے قرض نہ دیا

پھر فرمایا کہ بند مجھے گالیاں دیتا ہے مگر وہ سمجھتا نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ اسے جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو زمانے کو برا بھلا کہتا ہے ہاتے زمانہ، ہائے زمانہ حالانکہ فرمایا کہ زمانہ تو میں ہوں یعنی زمانے کے تمام تغیر و تبدلات اور تصرفات تو میرے قبضہ میں ہیں۔ لہذا زمانے کو برا بھلا کہنا مجھے گالی دینے کے مترادف ہے! اس حدیث قدسی میں اللہ نے انسان کی ناشکر گزاری کا شکوہ بیان کیا ہے۔

## قرآن کا حق

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْزُ الْقُرْآنِ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ فَأَعْمَلُوا وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ فَرُدُّوهُ إِلَى عَالِمِهِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پاک سات حرف پر نازل ہوا۔ اس قرآن کی آیات میں جھگڑا کرنا یعنی اس سے اپنی مرضی کا مطلب نکالنا اور دوسروں کے ساتھ الجھنا کفر کی بات ہے۔ آپ نے یہ جملہ تین دفعہ فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اس قرآن کریم میں سے تم جو کچھ جانتے ہو اس پر عمل کرو اور جس چیز کو نہیں جانتے اس کو جاننے والے کی طرف لوٹا دو تاکہ وہ تمہیں اس کا مطلب سمجھا دے۔ خود بخود اپنی طرف سے مطلب نکالنا گویا قرآن میں جھگڑا کرنا ہے اور یہ کفر کی بات ہے۔



## دوران سفر روزے کا اجر

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَجَهَدَ عَنِ النَّارِ بِذَلِكَ سَبْعِينَ خَرُفًا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں روزہ رکھا یعنی وہ جہاد کے سفر پر جا رہا ہے اور روزے سے ہے اس سے نفلی روزہ مراد ہے۔ تو فرمایا کہ اس ایک روزے کے بدلے اللہ تعالیٰ اس روزے کے چہرے کو دوزخ سے ستر سال کی مسافت کے برابر دور رکھے گا۔ اللہ کے راستے میں سفر کے دوران نفلی روزہ کا اس قدر اجر ہے۔ اس سے آپ فرضی روزے کے ثواب کا اندازہ لگالیں کہ وہ کس قدر ہوگا۔

## مختلف نمازوں میں قرائت کی مقدار

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّكَ قَالَ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ  
بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْبَهَ صَلَاةَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ.... الخ  
(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد میں نے فلاں  
شخص کے علاوہ کسی کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہ نماز نہیں  
پڑھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخصیت حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ تھے  
یا کوئی اور بزرگ تھے جن کی نماز حضور علیہ السلام کی نماز کے ساتھ زیادہ سے زیادہ  
مشابہت رکھتی تھی۔ فرمایا ان کی نماز میں یہ خوبی تھی کہ وہ طہر کی پہلی دو رکعتیں لمبی کرتے تھے اور  
پہلی دو رکعتوں کو مختصر کرتے تھے۔ وَيُخَفِّفُ الْعَصَى اور عصر کو مختصر پڑھتے تھے  
مغرب کی نماز میں آپ قصار مفصل یعنی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے اور عشاء کی نماز میں اوساط  
المفصل یعنی سورۃ بروج تا لَمْ يَكُنْ تَمُكْ والی دو میانہ سورتیں پڑھتے۔ نیز آپ صبح کی نماز میں  
طوال المفصل یعنی سورۃ حجرات سے سورۃ بروج تک کی لمبی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔

## حسن سلوک کی برکات

عَنْ ابْنِ مَسْرُورَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي قَرَابَةً  
أَصْلَحَهُمْ وَ يَقْطَعُونَ وَ أَحْسَنَ إِلَيْهِمْ وَ يُسَيِّئُونَ إِلَيَّ  
وَ أَحْلَمُوا عَنْهُمْ وَ يَجْهَلُونَ زَالِي ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابوہریرہؓ فرمادیتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! میرے کچھ قراہتدار ہیں جن کے ساتھ میں صلہ رومی کرتا ہوں مگر وہ میرے ساتھ قطع رومی کرتے ہیں ہیں ان کے ساتھ نیکی کا سلوک کرتا ہوں مگر وہ میرے ساتھ برائی کا سلوک کرتے ہیں میں ان کے ساتھ بروہاری کے ساتھ پیش آتا ہوں مگر وہ میرے ساتھ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری یہ بات درست ہے فَكَانُوا تَسِفُهُمُ الْمَلَكُوتُ یوں سمجھ لو گویا تم ان کے منہ میں گرم ریت یا راکھ ڈال رہے ہو۔ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ ظَهْرٌ عَلَيْهِمْ مَا حُمْتَ عَلَى خَالِكَ اور جب تک تم اس حالت پر قائم رہو گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ تمہارے لیے مدد آئے گی اور اگر تم انتقامی کارروائی کرنے لگو گے تو اللہ کی مدد اٹھ جائیگی۔

## اہل قبور کے لیے دعائیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَّهُ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ  
كَأَنَّ قَوْمَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا حَقُّونَ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ قبرستان میں تشریف لے گئے اور وہاں پر مدفون لوگوں کو اس طرح سلام کیا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَأَنَّ قَوْمَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا حَقُّونَ۔ اے مومنین کے گھر کے باشندو! تم پر سلام ہو، ہم بھی انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دعا مسلمانوں کے قبرستان میں جا کر مانگی جاسکتی ہے، غیر مسلموں کے لیے یہ دعا روا نہیں ہے۔ قبرستان میں دعا کرنے سے متعلق مختلف احادیث میں مختلف الفاظ آتے ہیں مثلاً السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ۔ کے الفاظ بھی ہیں یعنی اے اہل قبور تم پر سلامتی ہو۔ اس کے علاوہ یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ اِنَّا تَبِعُكُمْ لَكُمْ تَمِّمُہُمْ سے پہلے یہاں پہنچ چکے ہو اور ہم پیچھے آنے والے ہیں۔

پھر حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ وَحَدَّثَنَا أَنَا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا فِي الْمَقْبَرَةِ يَسْتَلِمُونَ كَاشٍ فِي مِثْلِ نَفْسِهِمْ بَهَائِيَّوْنَ كَوَدَّ بَهَائِيَّوْنَ صَحَابَةُ نَفْسِهِمْ كَمَا حَضَرُوا! اَلَسْنَا بِإِخْوَانِكُمْ كَمَا هُمْ أَهْلُ الْمَقْبَرَةِ؟ اَنْتُمْ أَهْلُ الْمَقْبَرَةِ تَمِّمُہُمْ ساتھ ہو، وَاِخْوَانِي الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بِغَدٍ اَوْ مِثْلِهِ بَهَائِيَّوْنَ وہ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے بلکہ بعد میں آئیں گے۔ وَ اَنَا فَرَسٌ طَلَمْتُ عَلَى الْحَوْضِ۔ اور میں حوض کوثر پر ان سے پہلے موجود ہوں گا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! آپ اپنی امت کے ان

لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی دنیا میں بھی نہیں آئے آپ نے فرمایا دیکھو اگر کسی شخص کے پاس پانچ کلیان گھوڑے ہوں یعنی ان کی پیشانی اور پاؤں کا رنگ جسم کے باقی حصے سے مختلف ہو تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچان سکے گا؛ لوگوں نے عرض کیا حضور! کیوں نہیں وہ پہچان لے گا۔ فرمایا میری امت کے لوگوں کا بھی یہی حال ہوگا یَا تَوْنُ یَوْمَ الْقِيَامَةِ خُزْلٌ مُّجَلِّیْنِ مِنْ أَثَرِ الْوُضُوْءِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ اَعْمٰیةً وَهٰوْا بِاَسْکُلِ رَیْثِ ہوں گے جس کی وجہ سے میں ان کو پہچان لوں گا۔ دوسرے تہہ چلے گا کہ یہ نبی آخر الزمان کی امت کا آدمی ہے۔

حضور علیہ السلام نے مزید فرمایا اَلَا لَیْسَ ذَا حُدٍّ رِجَالٌ مِّنْكُمْ عَنْ حَوْضٍ کَمَا یُنَادِی الْبَعِیْثُ الضَّالَّ مَسْنُوْا کَیْفَ لَوْ کُنْتُمْ مِیْرَے حَوْضِ کوثر سے اس طرح ہٹا دیئے جاتیں گے جیسے کوئی بھٹکا ہوا اونٹ کسی شخص کے حوض پر پانی پینے کے لیے آجاتے تو وہ اسے ڈنڈے مار کر بھگا دیتا ہے وہ پانی اس کے اپنے اونٹوں کے لیے ہوتا ہے اور وہ دوسرے اونٹوں کو وہاں سے پانی نہیں دیتا۔ مطلب یہ کہ کچھ لوگ میرے حوض کوثر کی طرف آئیں گے مگر فرشتے انہیں مار کر بھگا دیں گے اور پانی کے قریب نہیں آنے دیں گے اُنَادِیْہُمْ اَلَا هَلَسُوْا میں کہوں گا یہ تو میرے ساتھی معلوم ہوتے ہیں ان کو میرے قریب آنے سے کیوں روکتے ہو تو ادھر سے جواب آئیگا اِنَّہُمْ بَدَلُوْا بَعْدَکَ حضور! انہوں نے آپ کے بعد دین کو بگاڑ دیا اس لیے ہم انہیں حوض کوثر پر آنے سے رک رہے ہیں۔ یہ سن کر میں کہوں گا مُّحَقَّقًا مُّحَقَّقًا ان کو مجھ سے دور ہی کر دو۔ دوسری ٹائیت میں آتا ہے کہ فرشتے عرض کریں گے۔ اِنَّکَ لَا تَدْرِی مَا اَخَذَ ثُلُوْا بَعْدَکَ حضور! آپ کو پتہ نہیں انہوں نے آپ کے بعد دین میں کتنی بدعات جاری کیں۔ فرمایا ایسے لوگوں کو میں قریب نہیں آنے دوں گا۔

## ایک نیکی کا لاکھوں گنا اجر

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَكَ  
إِنَّكَ بَلَغَنِي أَنَّكَ تَقُولُ إِنَّ الْحَسَنَةَ تُضَاعَفُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ  
قَالَ وَمَا أَعْجَبُكَ مِنْ ذَلِكَ فَوَاللَّهِ لَقَدْ سَمِعْتُ يَعْنِي النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا قَالَ أَبِي يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ لَيُضَاعِفُ  
الْحَسَنَةَ أَلْفَيْ أَلْفِ حَسَنَةٍ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

حضرت ابو عثمان نہدی تابعین میں سے ہیں۔ حضور کے زمانہ مبارک میں جوان تھے  
مگر آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکے لہذا انہیں صحابیت کا درجہ حاصل نہیں ہوا یہ کہتے  
ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ ایک  
نیکی کا ثواب ایک لاکھ گنا ملتا ہے کیا یہ درست ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا اس میں  
کوئی تعجب کی بات ہے۔ میں قرآن الہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبان  
مبارک سے یہ بھی سنا ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا اجر دو لاکھ گنا بھی عطا  
کرتا ہے جب کہ کسی کا ایمان خالص اور نیت اچھی ہو کیونکہ فرمان خداوندی ہے **فَضْلُكَ لَهُ**  
**أَضْعَافًا كَثِيرَةً** (البقرہ - ۲۴۵) اللہ تعالیٰ اسے کئی گنا زیادہ عطا فرماتا ہے لہذا  
ایک لاکھ گنا اجر ملنا کوئی عجیب بات تو نہیں ہے۔

## مومن غربا کی اغنیا پر برتری

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِهِمْ خَمْسِينَ مِائَةً عَامٍ -

(مسند محمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً ایمان والوں میں فقیر یعنی غریب لوگ مالداروں کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے ظاہر ہے کہ صاحب دولت لوگوں کا حساب کتاب لبا ہو گا اور اس کے لیے زیادہ وقت درکار ہو گا اس کے برخلاف غرباء کے پاس مال ہی نہیں ہو گا تو ان کا حساب کتاب بھی زیادہ وقت نہیں لیگا۔ اور پھر ان کا جلد فیصلہ ہو کر جنت میں داخلے کا حکم ہو جائیگا۔ اس طرح وہ امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے اور حدیث مبارک سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ فقیر مومنوں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

## اہل فارس کے مناقب

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالنُّبُوِّ لَتَنَافَسَ لَدُنْهُ أَهْلُ  
مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسٍ.

(مسند مطبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ / ۲۹۷)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر علم  
ثریات سارے کے پاس بھی ہو تو فارس کے کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو علم کو وہاں سے بھی اتار  
لائیں گے اور لوگوں کو اس علم سے مستفید کریں گے۔ فارس سے مراد ایران اور خراساں وغیرہ کا  
علاقہ ہے یہاں بڑے بڑے صاحب علم لوگ پیدا ہوتے ہیں جن میں امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ  
امام مسلم نیشاپوریؒ اور امام ترمذیؒ ترمذ کے رہنے والے تھے۔ یہ دونوں مقامات خراسان میں  
واقع ہیں۔ ان لوگوں نے علم کی بڑی خدمت کی ہے سب سے زیادہ شہرت امام ابو حنیفہؒ کو  
حاصل ہوئی جنہوں نے قرآن و سنت کا نچوڑ نکال کر امت کے سامنے پیش کر دیا اور اسے  
قانونی شکل دے کر امت کے لیے آسانی پیدا کر دی اس کا اثر کو ہر ذہن کے لوگوں نے  
قبول کیا جس پر حکومت اور عوام دونوں عمل کر سکتے ہیں۔



## شہید کا مقام

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّكَ قَالَ خُكِرَ الشَّهِيدُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَحُفُّ الْأَرْضُ مِنْ دَمِ الشَّهِيدِ حَتَّى يَبْتَدِرَهُ رَوْحَتَاهُ كَانَهُمَا ظُرَّانٍ أَظْلَتَا أَوْ أَضَلَّتَا فَصَيَّلِيَهُمَا بِبَرْقٍ مِّنَ الْأَرْضِ بِيَدِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا حُلَّةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ شہید کا خون زمین پر خشک نہیں ہوتا مگر اس کی دو بیویاں جو مثل دو دایوں یا دو اونٹنیوں کے جنہوں نے اپنا بچہ گم کر دیا ہو اس کی منتظر ہوتی ہیں جیسا کہ کسی چٹیل میدان میں کسی آدمی کے اونٹ کا ٹوڑا گم ہو جائے جس طرح وہ تلاش میں بے چین ہوتا ہے اس طرح شہید کی دو بیویاں اس کی منتظر ہوتی ہیں اور دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک ٹوٹا ہوتا ہے جس کی قیمت ساری دنیا اور اس کا ساز و سامان ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والے کی اس قدر پذیرائی ہوتی ہے۔

## اچھا گمان اچھی عبادت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا گمان ایک اچھی عبادت ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا گمان کرنا کہ وہ غفور ہے رحیم ہے کریم ہے، توبہ قبول کرنے والا ہے، عادل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اچھی عبادت کرنے کے مترادف ہے۔ ہر شخص کے دل میں اللہ کی ذات کے متعلق اور اہل ایمان کے بارے میں ہمیشہ اچھا گمان ہی ہونا چاہیے کسی کے متعلق بدگمانی نہیں ہونی چاہیے۔ اچھا گمان ایک اچھی عبادت ہے۔

## کلام کرنے میں احتیاط کی ضرورت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرِيْدُ بِهَا بَأْسًا يَهْمُو بِهَا  
سَبْعِينَ خَرِيْفًا فِي النَّارِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۱ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض اوقات  
انسان اپنی زبان سے ایسا کلمہ ادا کرتا ہے جسے وہ معمولی خیال کرتا ہے مگر اللہ کے ہاں وہ کلمہ سخت  
نا پسندیدہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اس ایک کلمہ کی وجہ سے وہ شخص دوزخ میں ستر سال کی مسافت  
پر نکلے طبقے میں پہنچ جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ کلام کرتے وقت ہمیشہ محتاط ہو کر بات  
کرنی چاہیے تاکہ نادانستگی میں کوئی نا پسندیدہ کلمہ زبان سے نہ نکل جائے جس سے آدمی کی عاقبت  
ہی خراب ہو جائے۔

## عورت کیلئے مسجد جاتے وقت خوشبو لگانے کی ممانعت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ لَيْقَى امْرَأَةً فَوَجَدَ مِنْهَا رِيحَ أَخْصَارٍ طَيِّبَةٍ فَقَالَ لَهَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمَسْجِدَ تُرِيدِينَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ وَلَكَ طَيِّبٌ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ امْرَأَةٍ تَطِيبُ لِلْمَسْجِدِ فَيَقْبَلُ اللَّهُ لَهَا صَلَاةً حَتَّى تَغْتَسِلَ مِنْهُ اغْتَسَالَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ فَإِذَا هَبَّتْ فَغَسَّطَ لَيْقَى

(مسند مطبوعہ برت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بلاستہ چلتے انہیں ایک عورت ملی جس سے آپ نے عمرہ قسم کی خوشبو محسوس کی۔ آپ نے اس عورت سے کہا کیا آپ مسجد میں جا رہی ہیں؟ اس نے کہا ہاں پھر پوچھا کیا آپ نے یہ خوشبو وہاں جانے کے لیے استعمال کی ہے تو عورت نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو عورت مسجد میں جانے کے لیے خوشبو لگاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ اچھی طرح غسل کرے جس طرح جنابت کے لیے غسل کیا جاتا ہے خوشبو کے اثر کو زائل نہ کرنے مطلب یہ کہ لایسی عورت اس طرح غسل کرے جس طرح جنابت سے طہارت حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے اس عورت کو کہا کہ وہ گھر واپس جا کر اچھی طرح غسل کرے جس سے خوشبو کا اثر دور ہو جائے۔ اس کے بعد اگر نماز پڑھے ورنہ اس کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوگی۔

عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ اپنے خاوند یا سرپرست سے اس کی اجازت لے لیں۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ جب عورت مسجد میں جانے کے لیے اجازت طلب کرے تو اس کو اجازت دے دیا کرو کیونکہ اس کے لیے

بغیر اجازت مسجد میں جانا روا نہیں ہے۔ عورت کے لیے مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے  
 مگر افضل نہیں ہے کیونکہ عورتوں کے لیے نماز پنجگانہ، نماز جمعہ یا نماز عیدین کے لیے  
 حاضری فرض نہیں ہے۔ تاہم اگر وہ مسجد میں جانا ہی چاہے تو بھڑکیلا لباس نہ پہنے، نہ خوشبو  
 لگاتے تاکہ لوگوں کے لیے فتنہ نہ بنے، بلکہ سادگی کے ساتھ نہایت باوقار طریقے سے  
 مسجد میں جاتے۔ عورتوں کو مردوں کی صف میں بھی شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے  
 بلکہ پیچھے اپنی الگ صف بنائیں۔

## حاکم اور محکوم کے حقوق

عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَاعِدَتُ أَبِي هُرَيْرَةَ خَمْسٌ مِثْنِينَ  
فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ  
قَالَ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ تَسْمُوهُمْ الْأُولِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ  
بَنِي خَلَفَ بَنِي وَ أُنْتُ لَا بَنِي بَعْدِي..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

ابو حازمؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ پانچ سال تک رہا میں نے انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء علیہم السلام چلاتے تھے جب ایک بی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرا نبی مبعوث فرما دیتا۔ جو ان کی راہنمائی کرتا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کا حال یہ ہے کہ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لہذا میرے بعد اُنہی سے کہیں گے جو ان کے خلفاء اور سیاست کرنے والے خلفاء ہوں گے جو یکے بعد دیگرے کثرت سے ہوں گے لوگوں نے عرض کیا فَمَا تَأْمُرُنَا بِأَسْمَاءِ اس معاملے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک وقت میں ایک خلیفہ کی بیعت کی ہے اور پھر دوسرا خلیفہ آکر بگاڑ پیدا کرنا چاہے تو پہلے خلیفہ کی بات کو پورا رکھو اور فتنہ پرداز کا ساتھ نہ دو۔ جن لوگوں کا حق اللہ نے تمہارے ذمہ لگایا ہے اس کو پورا کرو اور خلفاء کا حق یہ ہے کہ وہ اچھا کام کرنے کا حکم دیں۔ تو لوگ ان کی تعمیل کریں اور ان کی اطاعت کریں۔ اور جو تمہارا حق ان کے ذمے ہے فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَنْعَاهُمْ تَوَالِدُ تَعَالَى ان سے پوچھے گا جن کو اس نے راعی بنایا۔ اگر حاکم اپنے محکوموں پر زیادتی کا ارتکاب کریں گے تَوَالِدُ تَعَالَى خود ان کی گرفت کریں گا۔ تاہم تمہارا فرض یہ ہے کہ تم ان

کام حق ادا کرو۔ اور اپنا حق طلب کرو۔ اگر وہ یہ حق ادا نہیں کرتے تو شر پیدا نہ کرو  
 کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان سے ان کی ذمہ داریوں کے متعلق پوچھے گا۔



## صبح شام پڑھنے کی دعا

عَمْرُ بْنُ عَاصِمٍ يُحَدِّثُ أَنَّ سَمِعَ أَبَا مُرَّةٍ يُحَدِّثُ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ أَقُولُهُ  
إِذَا أَصْبَحْتُ وَإِذَا أَمْسَيْتُ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

عمر بن عاصمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، حضور! مجھے کوئی دعا ایسی سکھا دیں جو صبح شام پڑھا کروں۔ اس پر آپ نے یہ دعا سکھائی۔ اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِكُكُمْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشَرِّكُمْ۔ اے اللہ! جو غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے آسمان و زمین کا خالق ہے اور ہر چیز کا پروردگار ہے میں گہری دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں تیری ذات کے ساتھ اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے پناہ چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دعا صبح شام پڑھ لیا کرو اور رات کو سوتے وقت بھی۔



## تنگستی کی خوراک

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ مَا كَانَ لَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ إِلَّا الْأَسْوَدَيْنِ التَّمَرِ  
وَالْمَاءِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں ہم  
تنگ دستی کی حالت میں ہوتے تھے اور عام طور پر ہماری خوراک نہیں ہوتی تھی مگر اسودین  
یعنی کھجوریں اور پانی۔ مطلب یہ ہے کہ انہی دو چیزوں پر گزارا داتا ہوتی تھی۔ لوگ کھجوریں  
لکھا کر پانی پی لیتے اور اس طرح پیٹ کی آگ بجھالیتے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں  
پر کافی تنگی تھی۔ اناج وغیرہ نہیں ملتا تھا اور لمبے عرصہ تک کھجوریں اور پانی پر گزارہ کرنا  
پڑتا تھا۔ البتہ بعد میں اللہ نے فراوانی پیدا کر دی۔

## حضور علیہ السلام کی اپنی بیویوں سے علیحدگی

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ هَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ قَالَ شُعْبَةُ وَأَحْسَبُهُ قَالَ شَهْرٌ إِذَا أَتَاهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ فِي عُمْرَةِ الْحَجِّ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ہجرت کے بعد چند سال گزرے تھے کہ ازدواج مطہرات نے حضور سے زیادہ خرچہ کا مطالبہ کیا۔ اس بات سے آپ ناراض ہو گئے۔ انہی دنوں حجر سے آپ گر کر زخمی بھی ہو گئے تھے۔ یہ علیحدگی ایک ماہ تک جاری رہی بالا خانہ میں کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی تھی جس پر لیٹتے تھے اور اس چٹائی کے نشان آپ کے بسم مبارک پر نظر آتے تھے حضرت عمرؓ آپ کی اجازت سے بالا خانہ میں گئے اور آپ کے جسم پر چٹائی کے نشان دیکھ کر عرض کیا حضور! قِصَصُ فُكْسَرَى يَشْرَبُونَ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَأَنْتَ هَكَذَا۔ قصہ و کسری تو سونے چاندی کے برتنوں میں پانی پیتے ہیں۔ مگر اللہ کے رسول ہوتے ہوئے آپ کی حالت یہ ہے کہ سونے کے لیے لستر تک دستیاب نہیں اور جسم پر چٹائی کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ مسلم شریف کی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور! آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے لیے دعوت پیدا کر دے یہ سن کر حضور علیہ السلام اٹھ کر بیٹھ گئے اور جو شس کے ساتھ فرمایا، عمر کس خیال میں لگے ہوئے ہو۔ اِنَّهُمْ عَجَلَتْ لَهُمْ جَنَابَاتُهُمْ فِي حَيَاتِهِمْ اَلْثَنَاءُ۔ ان آسودہ مال لوگوں کو اللہ نے ان کی پاکیزہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ہی جلدی دے رکھی ہیں۔ جب کہ آخرت میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم رہیں گے اور خدا تعالیٰ

کی گرفت میں آئیں گے۔ یہ آسودگی اچھی نہیں بلکہ یہ توجہ نہم کی تیاری کرنے کے مترادف ہے۔  
 قرآن میں اللہ کافران ہے کہ ہم نے ان کو اچھی چیزیں دینا میں ہی دے دی ہیں اور آخرت  
 میں یہ لوگ محروم رہیں گے۔

بہر حال اس کے بعد سورۃ احزاب نازل ہوئی جس میں اس بات کی وضاحت  
 کی گئی تو ازواج مطہرات اپنے مطالبات سے دستبردار ہو گئیں اور معافی طلب کی جنہو صلی  
 اللہ علیہ وسلم بالا خانے سے نیچے تشریف لے آئے جب کہ علیحدگی کو انیس دن گزر چکے  
 تھے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور آپ نے ایک ماہ کیلئے علیحدگی اختیار کی تھی، تو فرمایا  
 ہینہ بسا اوقات انیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

## حضور علیہ السلام کا تعوذ

عَنْ أَبِي مَرْثُورَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ  
كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ وَفِتْنَةِ  
اللَّذِّجَالِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کثرت سے  
پناہ طلب کیا کرتے تھے قبر اور جہنم کے عذاب سے اور دہال کے فتنہ سے حضور علیہ السلام  
سے تعوذ کے مختلف کلمات احادیث میں آتے ہیں مثلاً صحیحین کی روایت میں حضرت  
عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ اس طرح بھی دعا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ  
مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ.....  
اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور دوزخ کے فتنہ سے اور  
قبر کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے۔ آپ اس قسم کی دعائیں نماز میں اور نماز سے باہر بھی  
اکثر کیا کرتے تھے۔

## تنگدستی کا زمانہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَصَابَهُمْ جُوعٌ فَقَالَ وَنَحْنُ مُسْبِعُونَ  
فَأَعْطَانِي النَّبِيُّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ ثَمَرَاتٍ  
لِكُلِّ إِنْسَانٍ ثَمَرَةً.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں ہم پر بڑی بھوک آئی۔ تنگدستی کا زمانہ تھا کئی کئی دن کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا، فلّے پر فلّے آتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہم سات آدمی تھے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بھور کے سات دانے غنیمت فرماتے یعنی ہر آدمی کے لیے بھور کا ایک دانہ اور ہم اسی پر اکتفا کرتے تھے۔ تاہم بعد میں اللہ نے بڑی فراوانی عطا فرمائی لوگ غم خال ہو گئے۔ فتومات کا مال غنیمت تقسیم ہونے لگا۔ پھر ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ لوگ درکواۃ کا مال لے کر نکلتے تھے مگر لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔

## جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَرْثِدَةَ يَحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا أَكَلِمَتِكَ قَالَ مَا شِئْتُمْ أَفَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى كَلِمَةٍ كُنَّ الْجَنَّةُ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ يَقُولُ أَسَلَكُمْ عَبْدِي وَاسْتَسَلَكُمْ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابو مرثدہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا یا کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ سکھاؤں یا کیا میں ایسے کلمہ کی طرف تیری رہنمائی نہ کروں جو عرش کے نیچے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے فرمایا وہ کلمہ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ہے دوسری روایت میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان میں نیکی کرنے یا برائی سے بچنے کی طاقت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ یہ کلمہ تفویض ہے، اللہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اسلام لایا ہے اور اس نے سارے کام میری طرف سونپ دیئے ہیں یہ انسان کو اللہ کا قرب دلانے والا کلمہ ہے قرآن میں ہے وَاصْبِرْ لِكُلِّ آيَةٍ بِالَّذِي هُوَ الْوَسِيُّ وَالْحَكِيمُ (النحل - ۱۲۷) آپ صبر کریں مگر یہ توفیق خداوندی کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح یہ کلمہ ہے کہ اللہ کی توفیق کے بغیر نہ نیکی ہو سکتی ہے اور نہ برائی سے بچا جاسکتا ہے اس کلمہ کو کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ یہ بارگاہ الہی میں ہمارے حق میں سفارش کرے۔

## بعض قسم کی کمائی کی ممانعت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُتَيْبِ الْجَحَاظِ وَكُتَيْبِ الْبَغِيِّ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَغَسْبِ الْفَخْلِ قَالَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ هَذَا مِنْ كَيْبِ.

(مسند مطبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے سینگیاں لگانے والے کی کمائی سے۔ دوسری روایت میں اس کو ضیث کمائی بھی کہا گیا ہے تاہم اس کام سے منع نہیں کیا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زندگی میں متعدد دفعہ سینگیاں لگوائی ہیں اور اس کی اجرت بھی دی ہے۔ یہ ایک کم خرچ علاج ہے جس سے درد میں افاقہ ہو جاتا ہے بعض صورتوں میں خون نکلنا پڑتا ہے اور بعض صورتوں میں خشک سینگ بھی لگائی جاتی ہے جس سے فاسد مادہ زائل ہو جاتا ہے گندہ خون نکلنے کا ایک طریقہ پھینے لگانا بھی ہے مگر اس سے خطرہ ہوتا ہے کہ خون کا کوئی قطرہ حلق میں نہ گر جائے لہذا اس کو زیادہ پسند نہیں کیا گیا تاہم اس کی کمائی حرام نہیں ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اگر یہ کمائی حرام ہوتی تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ سینگیاں لگواتے اور نہ اس کی اجرت دیتے، لہذا اسے مباح قرار دیا جاسکتا ہے تاہم ہر وقت خون کے ساتھ واسطہ بھی چیز نہیں ہے۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بدکاری کی کمائی حرام ہے، کتے کی قیمت فروخت بھی ناپسندیدہ ہے ضرورت کے تحت کتا رکھنا تو جائز ہے مگر اس کی خرید فروخت کراہیت سے خالی نہیں۔ اسی طرح جو نہ جانور جنتی کے لیے دیتے ہیں ان کی کمائی کھانا بھی ناجائز ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جس شخص کے پاس زرباور موجود ہے وہ ضرورت مندرجہ ذیل دے دے مگر اس کا معاد ضرر نہ لے کہ یہ ضیث کمائی ہے۔

## حج ۹ کے موقع پر چار خصوصی اعلانات

عَنْ أَبِي مُرَّةٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حِينَئِذٍ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ بِبَرَاءَةٍ فَقَالَ مَا كُنْتُمْ تَنَادِفُونَ قَالَ كُنَّا نُنَادِي أَنَّكَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھا جب کہ حضور علیہ السلام نے ان کو سزا دی کہ پہنچ کر چند اعلانات کرنے کا حکم دیا تھا۔ سب سے پہلا اعلان یہ تھا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُ یعنی ایماندار آدمی کے سوا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکیگا۔ لوگوں کو شرک، کفر اور فحاشی سے ڈرانا مقصود تھا کہ ان جرائم کے مرتکبین کے لیے جنت میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

فرمایا دوسرا اعلان یہ تھا وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ حُرَّانَ کوئی شخص بیت اللہ شریف کا برہنہ طواف نہیں کریگا۔ زمانہ جاہلیت میں بعض مشرکوں کو شیطان نے اس قدر بہکا دیا تھا کہ جس لباس میں وہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں وہ لباس پہن کر وہ طواف نہیں کر سکتے اس مقصد کے لیے وہ قریش کا لباس عاریتاً حاصل کر کے طواف کرتے تھے مگر یہ لباس سب ناظرین کو میسر نہیں آسکتا تھا لہذا وہ برہنگی کی حالت میں طواف کرنے لگتے تھے۔ جیسا کہ احادیث میں آتا ہے ان کے مردوں کے وقت اور عورتیں رات کے وقت برہنہ طواف کرتی تھیں جب ان سے کہا جاتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ تو وہ جواب دیتے کہ ایسا کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ مگر اللہ نے فرمایا إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ اللہ تعالیٰ کسی کو بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

تیسرا اعلان یہ تھا کہ جس کسی کے ساتھ اللہ کے رسول نے کوئی معاہدہ کر رکھا ہے اسے



پورا کیا جائیگا جس کے لیے چار ماہ کی مہلت دی گئی۔ اس مدت کے بعد صلح کا معاہدہ ختم ہو جائیگا۔ ان چار ماہ کے دوران وہ ایمان قبول کر لیں ورنہ ان کے خلاف جنگ ناگزیر ہو جائیگی اور چوتھا اعلان یہ تھا وَلَا يَحْجُجُ هَذَا الْبَيْتَ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكًا اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے ان چار چیزوں کا اعلان حج کے موقع پر مکہ کی گلیوں، بازاروں، منیٰ اور عرفات میں خوب کر دیا۔

---

## نکاح سے پہلے مرد و زن کا ایک دوسرے کو دیکھنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَطَبَ رَجُلٌ امْرَأَةً يَعْنِي مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْظِرْ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِي الْأَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ایک شخص نے انصار کے خاندان کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ معاملہ طے کرنے سے پہلے اس عورت کو دیکھ لو کیونکہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں عام طور پر خرابی پائی جاتی ہے۔ پہلے دیکھ لینا بہتر ہے تاکہ بعد میں کوئی پریشانی نہ ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو نکاح سے پہلے اس کو ایک نظر دیکھ لینا کوئی بات نہیں ہے۔ فریقین ایک دوسرے کی شکل و صورت، رنگ قد و قامت وغیرہ سے آگاہی حاصل کر لیں تو بعد میں اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی بلکہ انگریزوں کی طرح کورٹ شب کی اجازت نہیں کہ مرد و زن کئی کئی راتیں اکٹھے گزاریں اور پھر بعد میں نکاح کر لیں یہ بے حیائی کے زمرہ میں آتا ہے۔

## مدنیہ طیبہ مرکز علم ہوگا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ شَاءَ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ تَضْرِبُوا أَوْ قَالَ سُفْيَانُ مَرْكَأً أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ الْكِبَادَ الْأَبْلَ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ لَا يَجِدُونَ عَالِمًا أَحَدًا مِنْ عَالِمِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَقَالَ قَوْمٌ هُوَ الْعُمَرِيُّ قَالَ فَقَتَبُوا مَوْلَا مَالِكٍ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ ایادقت آیتگا کہ لوگ طلب علم کیلئے دور دراز سے اپنی سواریوں کو چلا کر مدنیہ طیبہ آئیں گے اس وقت مدنیہ میں موجود عالم سے زیادہ عالم کوئی نہیں ہوگا۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ دوسری صدی ہجری میں مدنیہ میں عمری نامی ایک بزرگ گزے ہیں۔ بعض نے امام مالک کا ذکر کیا ہے کہ ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تھا لوگ دور دور سے ان کے پاس تحصیل علم کیلئے آتے تھے امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ نے بھی ان سے موطا پڑھا۔ امام شافعیؒ اس وقت ابھی بچے تھے اور انہوں نے تین دن میں موطا پڑھ لیا۔ آپ بڑے ذہین تھے، امام مالکؒ نے ان کیلئے دعا کی تھی۔

ایک شخص سات ماہ کی مسافت طے کر کے امام مالکؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں بڑی دور سے آیا ہوں آپ مجھے ان مسائل کا حل بتائیں آپ نے بعض سوالات کے جوابات دیتے اور بعض کے متعلق فرمایا کہ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا لہذا کسی دوسرے عالم سے جا کر پوچھ لو۔ وہ شخص کہنے لگا کہ جب میں اپنے علاقے میں واپس جاؤنگا تو لوگ کہیں گے کہ ان سوالات کے جوابات تم امام صاحب سے نہیں لائے تو میں ان کو کیا جواب دوں گا؟ امام مالکؒ نے فرمایا کہ تم ان کو کہہ دینا کہ اتنے مسائل کا

جواب تو مل گیا مگر باقی اتنے مسائل کے متعلق امام مالکؒ نے اپنی جہالت کا اقرار کر لیا تھا۔  
 بہر حال یہ حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی تھی کہ لوگ دور دروازے سے تحصیل علم کے لیے  
 امام مالکؒ کے پاس مدینہ آئیں گے۔ اسی طرح حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ علم اگر ٹر باتار سے کے  
 پاس بھی ہوگا تو ایران اور خراسان والے اسے ڈھونڈ لائیں گے۔ ان میں صاحبانِ صماح ستہ  
 اور خاص طور پر امام ابو حنیفہؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

---

## ہجرت کی تشریح اور حنت کا لباس

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَهُ أَهْلُ بَيْتِ مَأْوَى جَبْرِ  
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
أَخْبِنْنَا عَنْ الْهَجْرَةِ أَيْنَ لَكَ أَيْنَمَا كُنْتُ أَوْ لِقَوْمٍ خَاصَّةٍ  
أَمْ إِلَى الْأَرْضِ مَغْلُوقَةٍ أَمْ إِذَا مِتُّ انْقَطَعَتْ قَالَ فَسَكَتَ عَنْهُ  
يَسِيرٌ ثُمَّ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ قَالَ هَا مَوْى يَا رَسُولَ اللَّهِ... الخ  
(مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

عبد اللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں  
حاضر ہوا جو بڑا چست اور جری تھا۔ عرض کیا، حضور! آپ کے پاس ہجرت کرنے کا کیا حکم ہے؟ کیا میں اپنے  
مقام سے ہجرت کر کے آپ کے پاس آجاؤں یا ہجرت بعض خاص لوگوں کے لیے ہوتی ہے یا کسی خاص  
مقام کی طرف جانے کے لیے ہوتی ہے؟ کیا جب میں مر جاؤنگا تو میری ہجرت ختم ہو جائیگی؟  
حضور علیہ السلام یہ سوالات سن کر تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے پھر فرمایا۔ سائل کہاں ہے؟  
اس شخص نے عرض کیا حضور! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم نے ہجرت کے متعلق پوچھا ہے تو سن  
وَالْهَجْرَةُ أَنْ تَهْجَرَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ۔ ہجرت  
در اصل یہ ہے کہ تم تمام ظاہری اور باطنی برائی اور بے حیائی کے کاموں کو چھوڑ دو وَ تَقِيْ حَوَالَةَ  
وَتَقِيْ الزُّكُوَّةَ۔ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اگر ایسا کر لو گے۔ ذَنْوُ أَنْتَ  
مُهَاجِرٌ وَ إِنْ مِتُّ بِالْحَضَرِ۔ پھر تم مہاجر بن کر ہو گے اللہ کے ہاں خواہ حضر کی  
حالت میں یعنی اپنے شہر میں ہی فوت ہو جاؤ۔

مادوی بیان کرتے ہیں کہ ایک اور شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا  
کہ اہل جنت کا لباس کیسا ہو گا کیا وہ اس دنیا میں پہنے جانے والے کپڑوں کی طرح کا ہو گا؟  
اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والوں میں سے بعض لوگ ہنس پڑے حضور

علیہ السلام نے فرمایا۔ ہنسوسمت۔ ایک ناواقف آدمی اہل علم سے سوال کر رہا ہے اس میں حرج کی کون سی بات ہے؟ پھر آپ نے تھوڑی دیر کے لیے اپنی گونجھکائی اور پھر لمبھا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ عرض کیا حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا جنت کا لباس کسی مشین یا کھڈی پر تیار نہیں ہو گا۔ بلکہ جب جنت کے پھلوں کو توڑا جائیگا تو اس میں سے اہل جنت کے لیے بنا دیا جائیگا۔ نکلے گا۔ آپ نے یہ جملہ تین دفعہ فرمایا۔ جنتی کی جس قسم کے لباس کی خواہش ہوگی اسی قسم کا لباس پھل کو توڑنے سے نکلے گا۔



## طہارت جنابت بذریعہ تیمم

عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَ  
رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الرَّجُلُ  
يَغْتَبِ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ أَيْجَامِعُ أَهْلَهُ قَالَ نَعَوْ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! بعض اوقات کوئی شخص ایسے دور دراز مقام پر ہوتا ہے جہاں اس کو پانی میسر نہیں ہوتا تو کیا ایسے موقع پر وہ اپنی بیوی سے مل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ شخص پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کر کے طہارت جنابت حاصل کر سکتا ہے اور نماز یا دیگر عبادات انجام دے سکتا ہے۔ دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام کا فرمان موجود ہے: التُّرَابُ طَهُوْرُ الْمُسْلِمِ وَكَذَلِكَ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ۔ اگر دس سال تک بھی پانی دستیاب نہ ہو تو ایک مسلمان کے لیے مٹی ہی طہارت کا ذریعہ ہے اور وہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اللہ نے یہ آسانی پیدا کر دی ہے کہ وہ اس حالت میں اپنی بیوی سے مل سکتا ہے۔

## بیعت کرتے وقت عورتوں سے مصافحہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَافِحُ النِّسَاءَ فِي الْبَيْعَةِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کرتے وقت عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے۔ البتہ ملاقات کے وقت یا بیعت کے وقت مردوں کے ساتھ ہاتھ ملاتے تھے۔ عورتوں کے ساتھ آپ مصافحہ کئے بغیر زبانی بات کرتے تھے۔ ایک عورت نے عرض کیا حضور! آپ بیعت کرتے وقت مردوں سے مصافحہ کرتے ہیں مگر ہم اس سے محروم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب عورتوں کے لیے ایک ہی بات ہے کہ ان سے مصافحہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم میری زبان سے کہی ہوئی بات کو غور سے سناؤ اور ان پر عمل کرو۔ تمہاری یہی بیعت ہے کسی مسلمان مرد کا غیر محرم عورت کے ساتھ ہاتھ ملانا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ زبانی بات چیت کر سکتا ہے۔ غیر محرم کے ساتھ مصافحہ تو خود حضور علیہ السلام بھی نہیں کرتے تھے



## تکبر کی مذمت

عَنْ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمِيرٍ قَالَ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلِي عَنِ جَدِّهِ عَنْ طَائِفَةٍ مَكْنُوفَةٍ بِبَيْتِهِمْ أَوْ مِنْ دَوْلَةٍ بِبَيْتِهِمْ فَقَالَ إِنَّ صَاحِبَكُمْ هَذَا يُرِيدُ أَنْ يَرْفَعَ كُلَّ رَاجٍ وَيَضَعَ كُلَّ فَالِسٍ فِي فَارِسٍ فَقَامَ الْبَيْهَقِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضِبًا فَأَخَذَ بِمَجَامِعِ جُبَّتِهِ فَأَخَذَ بِهِ وَقَالَ لَا أَدْرِي عَلَيْكَ ثِيَابٌ مِنْ لَوْ يَفْعَلُ... (مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرنے میں کہ ایک دیہاتی آدمی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جس نے نہایت اعلیٰ قسم کا جتہ پہنا ہوا تھا جس کا کان ریشم کا بنا ہوا تھا وہ شخص کہنے لگا کہ آپ کے یہ صاحب یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو پرواہ میں کو بلند کر رہے ہیں اور گھڑ سواروں کو پست کر رہے ہیں مطلب یہ تھا کہ آپ غریب غریب کی وصلہ افزائی کر رہے ہیں اور اعلیٰ حیثیت کے لوگوں کی وصلہ فحشی کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اس شخص کا جبہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ تم نے یہ عقل مندوں کا لباس پہن رکھا ہے۔ تم تو بے عقلی اور نالافی کی بات کر رہے ہو۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ جب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تھا اس وقت ان کے دو بیٹے موجود تھے آپ نے ان دونوں کو بلا کر فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ باتوں کو کرتے رہنا اور وہ سے الگ جانا۔ تم کہنے والے چیزیں شرک اور مجبر ہیں ان سے بچتے رہنا اور کہنے والے کام یہ ہیں کہ کہ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو در زبان بڑھانا کیونکہ اگر ارض و سما کی تمام چیزیں ایک پڑے میں رکھ دی جائیں اور یہ کلمہ ترانہ کے دوسرے پڑے میں رکھا جائے گا قاس کا وزن بڑھ جائے گا اور دوسری اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ سُبْحَانَ اللَّهِ و بِحَمْدِهِ کے کلمات

کو ہر وقت دروزبان رکھنا کیونکہ یہ وہ پاکیزہ کلمات ہیں جن کے ذریعے ہر شجر و ہر کھجور کوڑے  
 پھیلوں اور انسانوں کو روزی نصیب ہوتی ہے۔ الغرض! حضور علیہ السلام نے اس دیہاتی کی بات  
 کی تردید کر دی۔ اس کے بجکر کی نفی کی اور دو کرنے والے کام اور دو چھوڑنے والے کاموں کی نشاندہی  
 بھی فرمادی۔



## دواؤ میوں میں جدائی ڈالنے کی مہت

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ  
أَنْ يَفْتَرِقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ دواؤ میوں کے درمیان جدائی ڈالے مگر ان کی اجازت سے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی دوا اشخاص آپس میں کوئی بات چیت یا کوئی مشورہ کر رہے ہیں تو تیسرے آدمی کو کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جس سے دونوں میں علیحدگی ہو کر بات چیت کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ ان کو اپنی بات چیت مکمل کرنے کا موقع دینا چاہیے تاکہ وہ کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں اور اپنا معاملہ طے کر سکیں۔ بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے اتحاد و اتفاق کو برداشت نہیں کر سکتے اور ہمیشہ نا اتفاقی اور نفرت کا بیج بونے کی کوشش کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے اس فلیح حرکت سے منع فرمایا ہے، ہاں اگر وہ خود چاہیں کہ ان کی بات چیت کا سلسلہ ختم کر دیا جائے تو وہ تیسرے آدمی کی مدد حاصل کر سکتے ہیں اور وہ آدمی ان میں جدائی کر سکتا ہے۔

## حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو يَقُولُ فَأَشَدَّ بِاللَّهِ ثَلَاثًا وَ  
وَضَعُ إِصْبَعَهُ فِي أَمْنِي يُكَبِّرُ لَسَمِعَتْ دَسُؤَلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ الشُّكْنَ وَالْمَقَامَ يَأْقُوتَانِ مِنْ يَأْقُوتِ الْجَنَّةِ  
طَمَسَ اللَّهُ عَنَّْ وَجِلَّ نَوْدَهُمَا وَ لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ طَمَسَ نَوْمَهُمَا  
لَأَضَاءَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے یمن دفعہ اللہ کی قسم اٹھا کر اور اپنی انگلی کو اپنے کانوں میں  
ڈال کر کہا کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے کہ رکن یعنی رکن یمانی اہر مقام  
یعنی حجر اسود و جنت کے یا قوتوں میں سے دو یا قوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کی روشنی کو مٹا دیا  
ہے اگر وہ ان کی روشنی کو نہ مٹاتا اور اسی طرح روشن رہتے تو ان سے اس دنیا کے مشرق و مغرب  
روشن ہو جاتے۔ اب جو شخص حق و صداقت کے ساتھ انکو ہاتھ لگائے گا تو وہ قیامت والے دن  
اسکے حق میں گواہی دیں گے یہ دونوں پتھر بیت اللہ شریف کے دو کونوں میں نصب ہیں اور طواف  
کے دوران ان دونوں کو ہاتھ لگانا سنت ہے۔ حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا جاتا ہے اور  
رکن یمانی کو دائیں ہاتھ سے سرفہم کیا جاتا ہے اس کو استلام کہتے ہیں۔

## بیٹے کے مال میں باپ کا حق

عَنْ عَصْرِ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ أَحْمَرَ ابْنًا  
أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ لِي مَالًا  
وَالِدًا وَإِنَّ وَالِدِي يُرِيدُ أَنْ يَجْتَنَحَ مَالِي قَالَ أَنْتَ  
وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ..... الخ

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس کافی مال ہے اور میرا باپ بھی زندہ ہے جو میرے مال پر قبضہ کرنا چاہتا ہے یعنی وہ اسے از خود حاصل کرنا چاہتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے والد کا ہے اسکو تمہارے مال میں تصرف کرنے کا اختیار ہے اور تم مزاحمت نہیں کر سکتے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا اَوْ لَا حُكْمُ مِنْ أَطِيبٍ كَسِبَكُمْ فَكُلُوا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ۔ تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمان، کا حصہ ہے اور تم اپنی کمان میں سے کھا سکتے ہو۔ فقہاء اور محدثین فرماتے ہیں کہ اگر باپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ بیٹے کے مال میں سے اس کی مرضی کے بغیر بھی لے سکتا ہے ہاں اگر اس کی ضرورت نہ ہو یا اس کے اپنے پاس ضرورت کی چیز موجود ہو تو پھر بیٹے کے مال میں سے از خود لینا درست نہیں۔ ویسے اگر باپ کو ضرورت ہے تو اولاد کا فرض ہے کہ وہ محتاج باپ کی از خود مالی یا بدنی خدمت کرے۔

## جمعہ میں حاضری کے آداب

عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ  
الْبَيْهَقِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْضَرُ الْجُمُعَةُ ثَلَاثَةً  
فَرَجُلٌ خَضَرَهَا يَلْفُ فَنَلِكُ حُطَّةٌ مِنْهَا وَرَجُلٌ خَضَرَهَا  
يَسْعَاهُ فَهُوَ رَجُلٌ حَادَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنْ شَاءَ أُعْطَاهُ  
وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُ وَرَجُلٌ خَضَرَهَا بِإِنْصَافٍ وَ مَسْكُوتٍ  
وَلَمْ يَخْطُ رَقَبَةً مُسْلِمٍ فَلَهُ يُعْزَرُ لِحَدِّ فَلِهِ  
كَفَّارَةٌ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا وَزِيَادَةٌ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ  
فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ  
أَمْثَالِهَا.

(مسند محمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
جمعہ کے لیے تین قسم کے لوگ آتے ہیں ایک وہ شخص ہے جو جمعہ کے لیے اگر بیہودہ حرکتیں کرتا ہے  
یا فضول باتیں کرتا ہے۔ فرمایا اس کا اجر بھی یہی ہوگا یعنی اس کو جمعہ کا کوئی ثواب حاصل نہیں ہوگا  
بلکہ اس کی فضول حرکات کا گناہ ہی لازم آئے گا۔ فرمایا دوسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں اگر اللہ سے  
دعا کرتا ہے۔ تو یہ اللہ کی مرضی ہے کہ اس کی دعا قبول کرے یا نہ کرے پھر فرمایا تیسرا وہ آدمی جمعہ میں  
اگر سکوت اختیار کرتا ہے، کوئی بیہودہ بات نہیں کرتا اور نہ ہی لوگوں کی گزینیں پھلانگتا ہے تو اس  
شخص کے لیے یہ جمعہ آئندہ جمعہ تک اور مزید تین دن کے لیے کفارہ بن جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ  
کافر مان ہے کہ جس شخص نے نیکی کا کام کیا اس کا کم از کم بدلہ دس گنا ہے۔ گویا اس شخص نے  
صحیح معنوں میں جمعہ ادا کیا۔

## کلمہ توحید کا اجر و ثواب

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ فِي يَوْمٍ مِائَتِي مَرَّةً  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحُكْمُ  
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَهُ يَسْبِقُهُ أَحَدٌ كَانَ قَبْلَهُ وَ  
لَهُ يُدْرِكُهُ أَحَدٌ كَانَ بَعْدَهُ إِلَّا بِأَفْضَلٍ مِنْ عَمَلِهِ يَعْنِي  
إِنَّهُ مَنْ عَمَلَ بِأَفْضَلٍ مِنْ عَمَلِهِ

(مسند ترمذی طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا کہ جس شخص نے ہر روز دو سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا  
شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ  
قَدِيرٌ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اور  
سب تعزین اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ تو فرمایا ایسے شخص سے پہلے  
گزرنے والے اس سے سبقت حاصل نہیں کر سکیں گے اور بعد میں آنے والے بھی اس کے مرتبہ کو  
نہیں پاسکیں گے سوائے اس کے کہ جو اس درود کو اس سے زیادہ مرتبہ پڑھیں گا۔ البتہ شرط یہ ہے کہ یہ  
وظیفہ اخلاص کے ساتھ کیا جائے۔

## اہل عرفہ کی اللہ کے ہاں پذیرائی

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ حَزَنَ وَجَلَ يُبَاهِي مَلَائِكَتَهُ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ بِأَهْلِ عَرَفَةَ فَيَقُولُ انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي التَّوَنُّ شُعْنًا غَبْرًا -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ پچھلے پہر عرفہ کے دن فرشتوں کے سامنے اہل عرفہ کے ساتھ فخر کرتا ہے اور کہتا ہے، دیکھو میرے بندوں کی طرف جو میری حاضری کے لیے اس حال میں آتے ہیں کہ زیب و زینت کو ترک کر دیا ہے اور پریشان حال اور پرانڈہ بال ہو کر آتے ہیں، وقوف عرفہ حج کا رکن اعظم ہے اس دن شام سے پہلے جو شخص ایک لمحہ بھر کے لیے بھی احرام کے ساتھ میدان میں پہنچ گیا اس کا حج ہو گیا اس روز تمام حجاج احرام باندھے ہوتے ہوتے ہیں۔ ان کے سر ننگے اور بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ پریشانی کے عالم میں لبیک لبیک کی صدا لگا کر اللہ کے ہاں حاضری لگواتے ہیں اور اس سے رور و کر و مائیں مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس حالت پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے۔



## مجلس میں ذکر الہی نہ کرنے پر حسرت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ جَلَسُوا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ فِيهِ إِلَّا زَاوَهُ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر نہ کئے بغیر مجلس برخاست کر دیتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کلمہ پر حسرت کا اظہار کریں گے۔ اس دن انہیں سخت انوس ہو گا کہ انہوں نے فلاں مجلس میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کہیں بیٹھ کر اللہ کا ذکر نہ کیا۔ اگر اللہ کا ذکر بھی ہو جاتا تو وہ مجلس کس قدر بابرکت ہوتی اور میں کس قدر نفع ہوتا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جس مجلس میں نہ اللہ کا ذکر کیا جائے اور نہ ہی نبی علیہ السلام پر درود پڑھا جائے تو وہ مجلس سردار کی طرح ہے جس سے بواٹھ رہی ہو۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجلس میں بیٹھتے وقت اور اٹھتے وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

## مالک کی اجازت کے بغیر پھل توڑنا

عَنْ حَبِيبِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَدْخُلُ الْحَائِطَ قَالَ يَأْكُلُ غَيْرَ مُتَخَيِّفٍ خُبْنَةً.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی باغ میں داخل ہو کر مالک کی اجازت کے بغیر پھل توڑ کر کھا لیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے لیے پھل کھا لینا روا ہے جب کہ وہ بھوکا ہو اور اس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہو۔ البتہ وہ پھل توڑ کر اور جھولی یا کپڑے میں باندھ کر باغ سے باہر نہیں لے جاسکتا۔ نیز اگر وہ شخص مجبور بھی نہیں ہے اور محض شوقیہ طور پر پھل کھا رہا ہے اور مالک کی اجازت بھی حاصل نہیں کرتا تو یہ چیز اس کے لیے جائز نہیں ہے۔

## قتل شبہ عمد میں قصاص نہیں بلکہ دیت

عَنْ عُمَرَ وَ بَنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَقَلَ شِبْهُ الْعَمَبِ مُغْلَظَةً مِثْلَ عَقْلِ الْعَمَبِ وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُهُ وَمَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَامَ فَلَيْسَ مِنَّا وَلَا دَعَاكَ بِطَرِيقٍ-

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قتل خطار کی طرح قتل شبہ عمد میں بھی قصاص نہیں بلکہ دیت لازم آتی ہے۔ حدیث اور فقہ کی کتب میں قتل کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں یعنی قتل عمد، قتل شبہ عمد اور قتل خطار۔ قتل عمد سے مراد کسی شخص کو ارادہ کے ساتھ اور آلہ قتل کے ساتھ قتل کرنا ہے۔ اور ایسے مجرم سے قصاص لیا جائیگا۔ یعنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو بھی سزائے موت دی جاتی ہے۔ قتل شبہ عمد یہ ہے کہ کسی شخص کو قتل تو ارادہ کیا جائے مگر ایسے آلے کے ساتھ جو عام طور پر قتل کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً لاشی یا پتھر وغیرہ مار دیا تو آدمی ہلاک ہو گیا۔ قتل کی یقینی قسم خطا ہے جس میں قتل کا ارادہ نہیں ہوتا مثلاً گولی کسی جانور پر چلائی مگر آدمی مارا گیا تو یہ قتل خطا ہو گا۔ قتل شبہ عمد اور قتل خطا میں قصاص نہیں بلکہ قاتل سے دیت یعنی خون بہا کی رقم لی جاتی ہے۔ تو یہاں بھی فرمایا کہ قتل خطا کی طرح قتل شبہ عمد میں بھی دیت لی جائے گی نہ کہ قصاص۔

اس حدیث مبارک میں آپ نے دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ جس نے ہمارے اوپر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ہمارے طریقے کے خلاف کرتا ہے۔ نیز فرمایا وَلَا دَعَاكَ بِطَرِيقٍ جو شخص کسی دوسرے آدمی کی راہ مارتا ہے یعنی راستہ روک کر اس کو نوٹ لینا چاہتا ہے یا کوئی دوسرا نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ حرام اور ناجائز کام کا مرتکب ہو رہا ہے۔

## جہاد میں حصہ لینے والوں کیلئے اجر

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلْغَارِي أَجْرُهُ وَلِلْجَاهِلِ أَجْرُهُ  
وَأَجْرُ الْغَارِي.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
کہ جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اس کو پورا پورا اجر ملتا ہے اور جو شخص دوسرے کو خرچہ دیکر  
جہاد پر بھیجتا ہے اسے دوسرا اجر ملتا ہے یعنی اپنا بھی اور مجاہد کا بھی۔

## جہاد سے ایسی بھی جہاد پر جانے سے کم نہیں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفْلَتُهُ كَفَنُ وَفَاةٍ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ جہاد سے واپس لوٹنا بھی اسی طرح اہم ہے جس طرح جہاد کے لیے جانا جو جب مجاہد  
جہاد کے لیے جاتا ہے تو اس کے دل میں اسلام کی سر بلندی کے لیے دشمن سے ٹکرا جانے کا  
جذبہ ہوتا ہے اور اسے ہر ہر قدم پر نیکی ملتی ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے  
ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپسی پر بھی ہر ہر قدم پر اسی طرح اجر حاصل ہوتا ہے لہذا جہاد  
سے واپسی بھی جہاد پر جانے سے اجر و ثواب میں کم نہیں ہوتی۔



## روزے اور قرآن کی سفارش

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ قیامت والے دن روزے اور قرآن بندے کے حق میں سفارش کریں گے روزہ کہے گا  
پروردگار! منعِ منعمی الطعام والنساء بالانہاں فشفعتی فیہ  
میں نے اس کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکے رکھا اس کے حق میں میری  
سفارش قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا منعِ منعم النعم باللیل فشفعتی فیہ۔ پروردگار  
میں نے اس بندے کو رات کے وقت نیند سے روکے رکھا۔ یہ شخص رات کو نوافل ادا کرتا  
تھا اور قرآن پڑھتا تھا لہذا اسکے حق میں میری سفارش قبول فرما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔  
فیُشَفَعَانِ۔ اللہ کی بارگاہ میں روزے اور قرآن دونوں کی سفارش بندے کے حق میں قبول ہوگی  
اور اللہ اس کو بخش دیگا۔

## حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے بیان کہ وہ میں اسل

عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُضُ عَنْ يَمِينِهِ  
وَعَنْ شِمَالِهِ وَرَأَيْتُ يُصَلِّي مُخَافِيًا وَ مُتَّعِلًا وَ رَأَيْتُ كَثِيرًا  
قَائِمًا وَ قَاعِلًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۶۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے اس حدیث میں تین مسئلے بیان کیے ہیں جو کہ دوسری روایات میں الگ الگ بھی بیان ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھ کر سلام پھیرنے کے بعد دائیں طرف سے بھی پلٹتے تھے اور بائیں طرف سے بھی۔ دو روایت میں صراحت موجود ہے کہ نبی علیہ السلام نماز پڑھ کر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف یعنی مقتدوں کی طرف پھیر لیتے اور اس حدیث میں پھیرنے کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ کبھی آپ دائیں طرف سے پلٹتے تھے اور کبھی بائیں طرف سے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ کوئی شخص نماز پڑھ کر صرف دائیں طرف سے پھرنا ہی ضروری خیال نہ کرے۔ اگر ایسا کریگا تو اس کی نماز میں شیطان کا حصہ بھی شامل ہوگا اور وہ بدعت کا مرتکب ہوگا۔ ہاں اگر دائیں طرف سے پھرنے کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے زیادہ باعثِ ثواب سمجھ کر پھیر لے تو الگ بات ہے بدعت یہی ہے کہ غیر ضروری کام کو ضروری سمجھ لیا جائے۔

اس حدیث میں دوسرا مسئلہ راوی یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو برہنہ پا اور جوتے سمیت بھی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ جوتے کے ساتھ نماز اس وقت روا ہے جبکہ اس میں نجاست نہ لگی ہو۔ ایک موقع پر حضور علیہ السلام جوتے سمیت نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپ نے دورانِ نماز ہی جوتے کو اتار کر پھینک دیا یہ دیکھ کر صحابہؓ نے بھی اپنے اپنے جوتے اتار کر پھینک دیئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو نبی علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تم نے اپنے

جوتے کیوں اتار دیتے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جب آپ نے جوتا اتار دیا تو ہم سمجھے کہ شاید یہ حکم آگیا ہے لہذا ہم نے بھی جوتے اتار دیتے آپ نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل علیہ السلام نے آکر بتایا تھا کہ میرے جوتے میں نجاست لگی ہوئی ہے لہذا میں نے اپنا جوتا اتار دیا، تم سب کے ساتھ تو ایسا معاملہ نہیں تھا۔ بہر حال حضور علیہ السلام بھی جوتے سمیت بھی نماز ادا فرما لیتے تھے۔ مسزین عرب صحرائی علاقہ ہے جہاں نمی اور گندگی عام طور پر نہیں ہوتی اور لوگوں کے جوتے صاف ہی ہوتے ہیں اس لیے صحابہ جوتوں سمیت نماز پڑھ لیتے تھے مگر ہمارے ہاں کا معاملہ مختلف ہے۔ یہاں پر جوتے کا صاف رہنا کارے دار دوسرے۔ یہاں کی گلیاں بازار عموماً گندری ہوتی ہیں جس کی وجہ سے جوتے کا پاک رہنا ممکن نہیں لہذا ہم جوتے سمیت نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نماز ریت پر بغیر حثائی وغیرہ کے پڑھی جاتی تھی جبکہ اب دینا بھر کی مساجد میں اعلیٰ درجے کی دریاں، قالین یا کم از کم صفیں تو موجود ہیں، لہذا اب جوتے سمیت نماز پڑھنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ تاہم مسئلہ اپنی جگہ قائم ہے اگر آج بھی کوئی شخص نئے جوتے کے ساتھ پڑھ لے جس میں کسی قسم کی غلاطت کا شائبہ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

تیسرا مسئلہ راوی یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے دونوں حالتوں میں پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ تاہم آپ کی عمومی تعلیم یہی ہے کہ عورتوں کو شش بیٹھ کر کیا جانے نام کسی ضرورت کے تحت کہ مشکیزہ اوپر لٹک رہا ہے تو آپ کھڑے کھڑے اسکا منہ کھول کر پانی پی سکتے ہیں یا کوئی مندر ہے کہ آدمی بیٹھ نہیں سکتا یا بیٹھنے کی جگہ ہی نہیں ہے تو آپ کھڑے ہو کر پی سکتے ہیں اسکے علاوہ آب زم زم کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے یا وضو کرنے کے بعد آپ دو مین گھونٹ کھڑے کھڑے پی سکتے ہیں اس قسم کا استنباط بھی موجود ہیں۔



## ہبہ شدہ چیز کی واپسی

عَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الذِّئْبِ  
يَسْتَكْرِهُ مَا وَهَبَ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقْنُ فَيَأْكُلُ مِنْهُ وَإِذَا  
اسْتَرْخَى الْوَاهِبُ فَلْيُوقِفْ بِمَا اسْتَرْخَى ثُمَّ لِيَرْتَ  
عَلَيْهِ مَا وَهَبَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز کسی دوسرے شخص کو ہبہ کرنے کے بعد واپس لے لیتا ہے تو اس کی مثال  
اس کتے کی ہے جو تھے کرنے کے بعد پھر چاٹ لیتا ہے۔ اگر کوئی ہبہ کرنے والا آدمی اپنی ہبہ شدہ  
چیز کو واپس لینا چاہے تو اس کا قانون یہ ہے کہ پہلے اس کو کھڑا کر کے اس پر مسئلہ واضح کیا جائے  
کہ ہبہ کا قانون یہ ہے کہ ہبہ شدہ چیز واپس نہیں لی جاسکتی۔ اگر ہبہ کا بدلہ بھی دے دیا گیا ہو تب  
بھی اس کا واپس لوٹانا درست نہیں ہوتا اور اگر ہبہ پانے والے شخص نے ہبہ شدہ چیز میں کوئی  
زیادتی کی ہے تب بھی وہ چیز واپس نہیں لی جاسکتی۔ بغض خاص صورتوں میں واپسی کی اجازت ہے مگر  
بہتر نہیں کہتے ہیں کہ مسئلہ کی وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص ہبہ شدہ چیز لینے پر مصر ہو تو  
اسے واپس کر دو۔

## حضرت ابوذر غفاریؓ کا زہد

عَنْ أَبِي حَرْبٍ النَّدِيِّ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو  
يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا  
أَظْلَمَتِ الْخُضْرَاءُ وَلَا أَقْلَتِ الْغُبَرَاءُ مِنْ رَجُلٍ أَصْدَقَ لَهْجَةً  
مِنْ أَبِي ذَرٍّ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی تعریف فرمائی ہے یہ بڑی شان والے صحابی ہیں، ان پر اکثر جذب طاری رہتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے اور اس گردوغبار والی زمین کے اوپر کوئی آدمی ابوذر غفاریؓ جیسا سچا نہیں ہے سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ فرمایا پرہیزگاری اور زہد میں ان کی مشابہت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہے عیسیٰ علیہ السلام بھی دنیا کی کسی چیز سے اشتغال نہیں رکھتے تھے انہوں نے دنیا میں استفادہ حاصل کرنے کے لیے اپنے پاس برتن تک نہیں رکھا تھا اور یہی حال ابوذر غفاریؓ کا تھا کہ وہ دنیا کے مال اسباب اور اس کی رنگینوں سے بالکل بے نیاز تھے۔

## اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کا طریقہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ سَالَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَا يُبَاحِثُنِي مِنْ غَضَبِ اللَّهِ عَنكَ  
وَجَلَّ قَالَ لَا تَغْضَبُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۴۵)

حضرت عبداللہ بن عمر و بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جو مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے دور رکھے۔ آپ نے فرمایا لَا تَغْضَبُ تم خود بھی کسی دوسرے شخص پر غصہ نہ کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر ناراض نہیں ہوگا۔

اکثر لوگ دوسروں پر اور خاص طور پر اپنے سے کم تر لوگوں پر بجا غصہ کرتے ہیں اور ان کو سخت کسمپخت کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس قسم کے غصہ سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا، اگر تم اس قانون کے پابند بن جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کے غصے سے بچ جاؤ گے۔

## نفس کو زندہ رکھنے کا طریقہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ حَنْزَلَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْعَلْنِي عَلَى شَيْءٍ أَعِيشُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَنْزَلَةُ كُنْ نَفْسَكَ تَحْيِيهَا كَحَبِّ إِلَيْكَ أَمْ نَفْسُكَ تَمِيتُهَا قَالَ بَلَى كُنْتُ أَخْيِيهَا قَالَ عَلَيْكَ بِنَفْسِكَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! میرے لیے کوئی ایسی چیز (عہدہ ذمہ داری، ملازمت وغیرہ) مقرر کر دیں جس کے ذریعے میں بسہولت زندگی گزار سکوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے حمزہؓ یہ بتاؤ کہ تم اپنے نفس کو زندہ رکھنا پسند کرتے ہو یا اس کو مار ڈالنا۔ انہوں نے عرض کیا حضور! اپنے نفس کو خود مارنا کون پسند کرے گا، میں تو اپنے نفس کو زندہ رکھنا پسند کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا عَلَيْكَ بِنَفْسِكَ پھر تم اپنے نفس کی حفاظت اور نگرانی کرو اور کوئی عہدہ وغیرہ طلب نہ کرو کہ نفس کو زندہ رکھنے کی یہی صورت ہے۔ اگر تم کوئی دوسرا کام کرو گے تو وہ نفس کو مارنے کے مترادف ہو گا کیونکہ ہر چیز ہر آدمی کے مناسب حال نہیں ہوتی۔

حضرت حمزہؓ کی طرح حضرت ابوذر غفاریؓ نے بھی کوئی عہدہ طلب کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ابوذرؓ میں تمہارے لیے بھی وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں یعنی عافیت فرمایا تمہارے لیے عافیت اسی چیز میں ہے کہ تم دوا دمیوں پر بھی ماکم نہ بننا اور کسی ایکسٹیم کے مال کا بھی متولی نہ بننا کیونکہ تم حکومت کے معاملات نہیں سلھال سکتے۔ بہر حال حضور علیہ

اسلام نے حضرت حمزہؓ سے بھی یہی فرمایا کہ اگر اپنے نفس کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو پھر اس کی  
نکاحی کرو اور ماکم بننے کے پیچھے نہ پڑو کیونکہ مہدیؑ را بننا تو نفس کو مارنے کے مترادف ہے۔

---

## خالص دودھ کا حق

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي إِلَّا اللَّبَنَ فَإِنَّ  
الشَّيْطَانَ بَيْنَ التَّرَغُوةِ وَالصَّحْتِ نَحْ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں امت پر نہیں خوف محسوس کرتا مگر دودھ کا کیونکہ شیطان دودھ اور مکھن (یا بھگ) کے درمیان ہوتا ہے۔ رغوہ مکھن کو بھی کہتے ہیں اور بھگ کو بھی اور صریح خالص دودھ کو بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو اس خرابی سے آگاہ کیا ہے جو دودھ کے بارے میں ہو سکتی ہے شیطان کا دودھ اور مکھن کے درمیان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ خالص دودھ استعمال کرتے ہیں تو اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ خواہشات کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور اس طرح شیطان انکو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ خالص دودھ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے مگر اس میں ناشکر گزاری کی قیامت بھی ہے لوگ دودھ پی کر شکر ادا نہیں کرتے اور خواہشات کا اتباع کرنے لگتے ہیں۔ خالص دودھ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس میں سے محتاجوں، ناداروں، بیماروں اور غریبوں کو بھی کچھ حصہ دیا جائے۔ تاکہ اس کا شکر ادا ہو۔ اگر ایسا نہیں کر دے گا تو ناشکری کے مرتکب ہو گے۔

(منہاج مطبعہ پیرت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

پھر اس شخص نے عرض کیا حضور اَما حَكْلُ النَّارِ۔ دوزخ میں یہ جگہ ہے جہاں کوئی سا مٹل ہے تو آپ نے فرمایا اَلْكَسْبُ یعنی جھوٹ، اس کی وجہ یہ ہے۔ اِذَا كَذَّابٌ فَجَسَ جَبَسَ کوئی آدمی جھوٹ بولتا ہے تو وہ نافرمانی کرتا ہے۔ اِذَا فَجَسَ كَفَسَ اور جب نافرمانی کرتا ہے تو کفر کرتا ہے۔ اِذَا كَفَسَ حَكْلٌ يَغْنِي النَّارَ اور جب کفر کرتا ہے تو دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے گویا جھوٹ ہی اسکو دوزخ میں لے جانے کا سبب بن جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ ہر انسان کو جھوٹ سے بچنا چاہیے اور سچائی کو اختیار کر کے اللہ کی رحمت کے مقامِ جنت تک پہنچنا چاہیے۔

## نصف شعبان کو خصوصی رحمت کی تقسیم

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُطْلَعُ اللَّهُ عَنَّا وَجَنَّهُ  
إِلَى خَلْقِهِ كَيْلَتهِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهِ  
إِلَّا لِمَنْ ثَلَاثِينَ مُشَاجِرِينَ وَكَاتِلٍ نَفْسٍ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پندرہ شعبان کی رات کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے یعنی اس کی خاص تجلیات آسمان دینا اور مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہیں، پس اسکے بندوں کو بخشش حاصل ہوتی ہے ماسوائے دو قسم کے آدمیوں کے یعنی کینہ پرور اور قاتل ناحق۔ یہ دونوں اشخاص نصف شعبان جیسی بابرکت رات کو بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے محروم رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ باقی سب لوگوں کو اللہ کی رحمت سے حصہ مل جاتا ہے۔ دوسری روایت میں ”مٹک“ کی عروسی کا ذکر بھی آتا ہے ایک روایت میں فرمایا کہ والدین کا نافرمان آدمی بھی اس رات رحمت الہی سے محروم رہتا ہے۔ الغرض! حضور علیہ السلام نے امت کو مذکورہ قبیح خصائل کے نقصان سے آگاہ کر دیا ہے کہ اس قسم کے لوگ بڑے ہی بد نصیب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت سے بھی کوئی حصہ حاصل نہیں کر پاتے۔



## وحی الہی کا ثقل

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أُنْزِلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُورَةُ الْمَائِدَةِ وَهُوَ رَاكِبٌ عَلَى  
رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا تَشَطَّعَ أَنَّ تَحْمِلَهُ فَنَزَلَ عَنْهَا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضور علیہ السلام پر سورۃ مائدہ نازل ہوئی تو آپؐ اپنی سواری پر سوار تھے۔ فرماتے ہیں کہ وحی الہی کا بوجھ اس قدر زیادہ تھا کہ سواری آپؐ کو برداشت نہیں کر رہی تھی لہذا آپؐ سواری سے نیچے اتر گئے۔ وحی الہی بڑی بوجھل چیز ہے۔ سورۃ النمل میں ارشاد باری ہے اِنَّا بَسُلْنَاكَ عَلَیْكَ قَوْلًا لِّقِيلًا ۝ (آیت - ۵) ہم عنقریب آپؐ پر ایک بھاری قول نازل کریں گے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نزول وحی کے وقت حضور علیہ السلام پر اتنا بوجھ پڑتا تھا کہ سخت سردی کے موسم میں بھی آپؐ کی پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے اور رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں باہر ہوتے تو صحابہؓ آپؐ پر چادر تان دیتے۔ وحی کا بوجھ آپؐ پر پڑتا اور پھر سواری پر۔ آپؐ کی ایک طاقتور اونٹنی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ وحی الہی کا بوجھ برداشت کر لیتی تھی مگر اس کے پاؤں زمین میں گڑھ جاتے تھے اور اس کی گرد و مری ہو جاتی تھی۔

## حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی زبانی تین حدیثیں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ فِي حَائِطٍ لَّهُ بِالطَّائِفِ يُقَالُ لَهُ الْوُحْطُ وَهُوَ مُخَاصِمٌ فَتَى مِّنْ قُرَيْشٍ يُنْكَ بِشُرْبِ الْخَمْرِ... الخ  
(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۹)

عبداللہ بن دہلی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس گیا جبکہ وہ اپنے طائف والے باغ میں تھے جس کو وسط کہتے تھے تاریخ میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے طائف میں ایک باغ تیار کر رکھا تھا اس میں زیادہ تر انگور کی بیلین تھیں۔ یہ اتنا بڑا باغ تھا کہ اس میں انگور کی بیلوں کو دس لاکھ لکڑیوں پر چڑھایا گیا تھا راوی بیان کرتا ہے کہ جب وہ باغ میں پہنچا تو عبداللہ بن عمروؓ قریش کے ایک نوجوان کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے جس پر لوگ شرابی ہونے کا الزام لگاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہؓ سے اسی حالت میں کہا کہ مجھے آپکی بیان کردہ حدیث پہنچی ہے کہ مَنْ شَرِبَ شُرْبَةَ خَمْرٍ لَوْ يَقْبَلُ اللَّهُ لَهُ تَقَبُّلًا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا۔ یعنی جس شخص نے شراب پی، اللہ اس کی چالیس دن تک توبہ قبول نہیں کرتا۔ وَ إِنَّ الشَّقِيَّ مِمَّنْ شَرِبَ فِي بَطْنِ امْتَةٍ۔ اور بد بخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں بد بخت ہو رہا ہے۔ اور جو شخص بیت المقدس میں صرف نماز پڑھنے کیلئے آتا ہے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے مِثْلَ يَوْمٍ وَلَيْتَ لَّهُ امْتًا۔ گو یہ آج ہی اسے ماں نے جنا ہے تو آپ تائیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ کہتے ہیں کہ جب اس نوجوان نے شراب کی بات سنی تو وہ حضرت عبداللہؓ کا ہاتھ چھوڑ کر چلا گیا پھر حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ میں اس چیز کو حلال نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص میری طرف ایسی بات منسوب کرے مَا لَكَ أَقْلٌ جُوَيْسَ لَمْ يَكُنْ يُوْطِرُ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ يَكُنْ عَلِيهِ السَّلَامُ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جس شخص نے شراب کا ایک گھونٹ بھی پی لیا۔ لَوْ

تَقْبَلُ. كَلَّا صَلَٰتًا أَرْكَبُ عَيْنَ صَبَاحًا اِذَا اِلَيْسَ دُنْ تَمَّ نَمَازٌ قَبُولُ هِي هُوَ پھر  
 بھی اگر توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیا اور تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ اگر پھر شراب پئے  
 گا تو یہ اللہ کا حق ہے۔ اِنَّ يَسْقِيَهُ مِنْ دَحْيَةِ الْخَبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 کہ اسے قیامت والے دن ردغۃ الخبال پلائے پوچھا گیا وہ کیا چیز ہے تو فرمایا دو زخموں کے  
 زخموں کی پیپ کو ردغۃ الخبال کہتے ہیں۔

دوسری بات کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے بتایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی  
 اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَلَقَ  
 خَلْقًا رَفِيًّا ظُلُمَةً۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اس پر  
 کچھ روشنی ڈالی۔ تو جس شخص کو اس دن روشنی پہنچی تھی اسکو دنیا میں بھی ہدایت کی روشنی پہنچے گی  
 اور جو اس دن روشنی سے محروم رہا وہ دنیا میں بھی ہدایت کی روشنی سے محروم رہے  
 گا۔ اس لیے میں کتابوں جَعَلَ الْقُلُوبَ عَلَىٰ عِلْمِ اللّٰهِ اللہ کے علم کے  
 مطابق تقدیر کا قلم خشک ہو چکا ہے یعنی جو بات ہے وہ لکھی جا چکی ہے۔

کہتے ہیں کہ تیسری بات میں نے حضور علیہ السلام سے یہ سنی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام  
 نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں طلب کی تھیں۔ دو کے بارے میں تو یقین ہے کہ اللہ نے  
 انہیں قبول کر لیا ہے اور تیسری کے متعلق بھی ہمیں توقع ہے کہ اللہ نے قبول کر لی ہوگی۔  
 سلیمان علیہ السلام کی پہلی دعا یہ تھی کہ اے اللہ! میرا فیصلہ تیرے حکم کے مطابق ہونا  
 چاہیئے۔ یہ دعا تو اللہ نے قبول فرمائی۔

دوسری یہ تھی کہ اے اللہ مجھے ایسی حکومت نصیب فرما جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو  
 اللہ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور نہ صرف زمین پر حکومت عطا کی بلکہ ہواؤں، جنات اور پرندوں  
 کو بھی آپ کے تابع کر دیا۔ آپ کی تیسری دعا یہ تھی کہ جو آدمی اپنے گھر سے بیت المقدس میں  
 نماز پڑھنے کے ارادے سے نکلے اسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جیسے آج ماں کے  
 پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیں امید ہے کہ اللہ نے انکی یہ دعا بھی قبول  
 فرمائی تھی۔ ابن ماجہ شریف کی روایت میں ہے کہ جو شخص مسجد نبوی اور بیت المقدس میں اخلاص کے

ساتھ ایک نماز پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب عطا کرے گا اور جو شخص  
 مسجد حرام میں ایک نماز ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ایک لاکھ نمازوں کے برابر اجر دے گا اس سے  
 واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ تیسری دعا بھی قبول کر لی ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کا  
 یہ فرمان بھی ہے کہ جس شخص کو حج بمرد نصیب ہو جائے یعنی اس نے حلال کی کمان سے حج کیا ہو حج  
 کے تمام ارکان کو ٹھیک طریقے سے ادا کیا ہو اور اس دوران فسق و فجور کی بھی کوئی بات نہ ہو تو  
 وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے بالکل نوزائیدہ بچہ ہر قسم کے گناہ سے پاک ہوتا ہے۔

## عذاب قبر میں تخفیف

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَتِ الْجُمُعَةِ وَفِي فِتْنَةٍ الْقَبْرِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسے عذاب قبر سے بچا لیا جمعہ کا دن سید الایام اور بڑا بابرکت دن ہے۔ محدثین کرام اس حدیث کے ایک راوی بقیہ قاضی کو غیر معتبر تصور کرتے ہوئے اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں مگر امام احمدؒ نے اس حدیث کو قابل دلیل سمجھتے ہوئے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ بہر حال اگر مرنے والا ایماندار ہوگا اور جمعہ کے دن یا رات میں فوت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر میں ضرور کچھ نہ کچھ تخفیف فرمائے گا۔

## حضور علیہ السلام کے چار گویاں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ أَنْ يَتَنَكَّحَ الْمَرْأَةُ بِطَلَاقِ أُخْرَى وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَبِيعَ عَلَى بَيْعِ صَاحِبِهِ حَتَّى يَذَرَ وَلَا يَحِلُّ لثَلَاثَةٍ نَفْسٍ يَكُونُونَ بَارِضٍ فَلَاةٍ إِلَّا أَمَرُوا عَلَيْهِمْ أَحَدَهُمْ وَلَا يَحِلُّ لثَلَاثَةٍ نَفْسٍ يَكُونُونَ بَارِضٍ فَلَاةٍ يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ صَاحِبَيْهِمَا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین ارشادات فرمائے۔ پہلی بات یہ ہے کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ پہلی عورت کو طلاق دینے کی شرط کے ساتھ دوسری عورت کے ساتھ نکاح کرے۔ بعض اوقات لوگ اپنی لڑکی کے نکاح کے لیے یہ شرط عائد کر دیتے ہیں کہ پہلے پہلی بیوی کو طلاق دیدو تو ہم نکاح کریں گے یہ درست نہیں ہے ہاں اگر پہلی بیوی میں کوئی خرابی ہے، بد اخلاق یا بد کردار ہے تو اس کو طلاق دی جاسکتی ہے مگر بلا قصور طلاق دینے سے آدمی سخت گنہگار ہوتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ اگر آدمی صاحب حیثیت ہے تو وہ پہلی بیوی کو بھی رکھے اور دوسری کے ساتھ بھی نکاح کر لے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضور علیہ السلام نے دوسری بات یہ فرمائی کہ جب دو آدمی کسی چیز کی خرید و فروخت کے متعلق بات چیت کر رہے ہوں تو جب تک انکا معاملہ کسی بھی صورت میں طے نہیں ہو جاتا تب تک وہ دو آدمی کو درمیان میں آکر معاملہ کو خراب نہیں کرنا چاہیے جب ایک پارٹی کسی نتیجے پر پہنچ جائے تو پھر دوسری پارٹی کو گفت و شنید کا آغاز کرنا چاہیے محض دوسرے کے معاملہ کو خراب کرنے کیلئے بے وقت درمیان میں آجانا اخلاق سے گریز ہونی بات ہے۔

اُس نے تیسری بات یہ فرمائی کہ جب کسی جنگل یا دوسری جگہ میں تین آدمی ہوں تو ان کے لیے حلال نہیں ہے سوائے اس کے کہ اپنے میں سے ایک کو ایمر بنالیں اور اس کے تحت ہو کر معاملات انجام دیں۔ اس حدیث سے تنظیم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ڈپلن انڈر لولڈ کو بھی پسند ہے اور بد نظمی ہرگز پسند نہیں۔ جہاں نظم ہو گا وہاں ہر کام طریقے کے مطابق انجام پائے گا اور کسی قسم کی انارکی نہیں پھیلے گی۔ اسکے برخلاف بد نظمی حکومت میں ہو، کسی پارٹی میں ہو یا کسی خاندان میں ہو وہاں تباہی ہی پھیلے گی۔ چوتھی بات حضور علیہ السلام نے یہ فرمائی کہ اگر کسی جگہ تین آدمی اکٹھے ہوں تو ان میں دو الگ ہو کر آپس میں سرگوشی نہ کریں کہ اس سے تیسرا آدمی پریشان ہو جائے گا اور سمجھے گا کہ شاید اسکے خلاف سازش ہو رہی ہے یہ چار باتیں حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمائی ہیں۔

## حُسنِ اخلاق اور طبیعت کا کرم

قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَمْزٍ يَقُولُ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ  
الْمُسْلِمُ كَيْتُ رَجُلٍ كَرَجَلِ الصَّوَامِ الْفَوَامِ بِطَبِيعِ اللَّهِ  
يُحَسِّنُ خُلُقَهُ وَكَرَمَ ضَرْبَتَهُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ بے شک جو مسلمان آدمی درست ہے یعنی اس کی زندگی میں غرابی نہیں ہے اور وہ احکام کی تعمیل ٹھیک ٹھیک کر رہا ہے ایسا شخص اپنے اچھے اخلاق اور طبیعت میں کرم و بخشش کی وجہ سے دائمی روزے دار اور دائمی قیام کرنے والے کا اجر پاتا ہے اس حدیث مبارک میں اچھے اخلاق اور طبیعت کے کرم کی تعریف کی گئی ہے کہ اتنی اچھی چیزیں ہیں جو انسان کی دنیا اور آخرت دونوں جگہ کے لیے سودمند ہیں۔



## غریبا لوگ کون ہیں

سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَ يَوْمٍ  
وَنَحْنُ عِنْدَهُ طُوبَى لِمَنْ بَاءَ فَقِيلَ مَنْ الْغُرِّ بَاءُ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ قَالَ أُنَاسٌ صَالِحُونَ فِي أُنَاسٍ سَوَاءٍ كَثِيرٍ مَنِ  
يُعْصِيهِمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يُطِيعُهُمْ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا کہ غریبوں کے لیے خوشخبری ہے آپ سے عرض کیا گیا کہ غریبا سے کون لوگ مراد ہیں تو  
آپ نے فرمایا کہ غریبا سے وہ نیک لوگ مراد ہیں جو بہت سے بُرے لوگوں کے درمیان ہوتے  
ہیں۔ ان کی بات ماننے والے ان کے خلاف کرنے والوں کی نسبت تھوڑے ہیں مطلب یہ ہے  
کہ بُرے لوگوں کے درمیان رہ کر بڑی مشکل سے گزراوقات کر رہے ہیں۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ غریبا وہ لوگ ہیں جو میرے بعد میری سنت میں پیدا ہونے والی  
خرابی کو درست کریں گے۔ گویا حضور علیہ السلام کی سنتوں میں سے کمزور ہو جانے یا مٹ جانے والی  
سنتوں کی درستگی کرنے والے بھی غریبا لوگ ہیں۔

راوی حدیث یہ بھی بیان کرتا ہے كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَا اخْتَارَ حِينَ طَلَعَتِ الشَّمْسُ هَمَّ لَوْ  
حضور علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے تھے جبکہ سورج طلوع ہوا تھا آپ نے فرمایا اے لوگو!  
سَيَأْتِي أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَوْرُهُمْ كَنُورِ الشَّمْسِ  
قیامت والے دن میری امت کے کچھ لوگ آئیں گے جن کا نور سورج کی طرح روشن ہو گا۔ لوگوں  
نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہونگے تو آپ نے فرمایا۔ فَقَرَأَ آوَمَ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ

مُتَنَفِّی رِبِّہُمْ الْمُسْکَرِہُ۔ کہ وہ محتاج لوگ ہونگے جنہوں نے اللہ کے دین کی حفاظت کیلئے ہجرت کی ہوگی اور انکی وجہ سے برائیوں سے بچا جاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جہاد کرنے میں پیش پیش ہو رہے ہیں۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کی دعا کی برکت سے بہت سے لوگ فتنوں سے بچ جاتے ہیں مگر وہ خود محتاج اور مہاجر ہوتے ہیں۔ اللہ نے مکہ کے مہاجرین کو قرآن میں فقرار کے لفظ سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وہ تو صاحب حیثیت لوگ تھے۔ اُن کے مکانات، باغات اور کاروبار تھے مگر سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کی اور محتاج ہو کر رہ گئے فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے وَكَاجَتْہُمْ فِي صُدْرِہِ تو اسکی ضروریات اسکے سینے میں ہی دبی رہ جاتی ہیں یعنی پوری نہیں ہوتیں قیامت والے دن ایسے لوگوں کو زمین کے اطراف سے اکٹھا کیا جائیگا اور ان پر ایسے نورانیت چھائی ہوگی جو سورج کی روشنی کو بھی ماند کرے گی۔

## مجالس ذکر کی غنیمت

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ مَا خَيْرُ عَمَلٍ بِجَالِسٍ الدَّخِرِ قَالَ خَيْرُهُ الْجَالِسُ  
الذَّكِرُ الْجَنَّةُ الْجَنَّةُ  
(مسند مطبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں عرض کیا کہ ذکر کی مجلسوں میں کیا چیز بطور غنیمت ملتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ انسان  
کو ذکر کی مجلسوں میں ملنے والی غنیمت جنت ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ جو آدمی خلوص نیت  
کے ساتھ مجالس ذکر میں بیٹھتا ہے اسکا صلہ جنت ہی ہو سکتا ہے۔

## چار بہترین خصلتیں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كُثَيْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كُنَّ فِيكَ ثَلَاثُ حِكْمِكَ مَا فَاتَكَ مِنَ الثَّلَاثِ حَفِظَ أَمَاكِهِ وَصَدَقَ حَدِيثُكَ وَحَسُنَ خَلِيقَتُكَ وَرَحِمَتْهُ فِي طَعْنَتِهِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر جب چار چیزیں جمع ہو جائیں تو یقیناً جان و پیر دنیا کی کوئی چیز بھی تم سے فوت ہو جاتے تو تمہیں الوس نہیں ہوگا۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ ۱۔ امانت کی حفاظت یعنی کسی کی امانت تمہاری ذمہ داری میں ہے۔ اور تم اس ذمہ داری کو بطریق احسن پورا کر رہے ہو (۲) بات کی سچائی یعنی تمہاری کسی بات میں جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ (۳) اچھا اخلاق یعنی تمہاری ذات برے اخلاق سے پاک ہو۔ (۴) کھانے میں پاکدامنی یعنی تم رزق حلال پر گزاردقات کرتے ہو اور حرام اور مشکوک چیز سے بچتے ہو۔

یہ چار چیزیں اگر تم میں پائی جائیں تو دنیا کی کسی چیز کا ضیاع تمہیں غم میں نہیں ڈالے گا۔

## جہاد کی فضیلت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطٌ يَوْمَ خَيْرٍ مِنْ صِيَامٍ شَهْرٍ وَ قِيَامٍ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن کا رباط یعنی دشمن کے مقابلہ میں مستعد ہونا ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ کے قیام سے بہتر ہے۔ رباط کا مطلب یہ ہے کہ انسان دین کی حفاظت کی خاطر دشمن کے مقابلہ میں سیدہ سپرد ہو جاتے۔ جو کافر اور مشرک اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ آدمی خود ان کو مٹانے کے لیے ہمہ تن تیار ہو۔ فرمایا اس مقصد کے لیے ایک دن مستعد ہونا ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ کے قیام سے افضل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ اتنا بڑا عمل ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ **ذُرُّوْهُ سَنَامٌ** الجھاک یعنی اسلام کی کوہان کی بلندی جہاد ہے جب تک مسلمانوں میں جذبہ جہاد موجود ہے کامیابی انکے قدم چومتی رہے گی۔ اور جو نہی جہاد چھوٹ جائیگا تو ان پر ذلت ہی آئے گی۔

## خاموشی ذریعہ نجات ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَكَتَ نَجَا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ زیادہ گفتگو کرنا اچھا نہیں بلکہ باعث وبال ہے۔ جو شخص زیادہ باتیں کرتا ہے اس کی زبان سے بے احتیاطی میں غلط باتیں بھی نکل جاتی ہیں جو اس کی ہلاکت کا باعث بن سکتی ہیں دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْمَلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اَلْتُوْ خُذْ بِمَا نَتَكَلَّمُ۔ کیا ہماری زبانوں سے نکلی ہوئی باتوں پر ہمارا مواخذہ ہوگا؟ فرمایا وَ هَلْ يَكُتُ فِي النَّارِ إِلَّا حَصَاةُ السِّنِّهِمْ۔ دوزخ میں اوندھے منہ گرنے والی یہی زبان سے کاٹی ہوئی باتیں ہی تو ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زیادہ باتیں کرنے سے خاموشی بہتر ہے۔ زبان سے نکلی ہوئی ہر بات قابل مواخذہ ہے اسی لیے فرمایا جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات کیا۔

## حضور قلب کیساتھ دعا

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقُلُوبُ بَيْنَ أَوْحَيْتِهِ بَعْضُهَا  
أَوْحَى مِنْ بَعْضٍ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ حَقًّا وَجَلَّ أَيْهَا  
النَّاسِ كَمَا سَأَلْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ مُتَوَقِّفُونَ بِالْإِجَابَةِ كَوْنَهُ اللَّهُ  
لَا يَسْتَجِيبُ لِعَبْدٍ كَمَا هَا هُنَّ ظَنَّى قَلْبٍ غَافِلٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۴۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
کہ انسانوں کے دل برتن ہیں۔ ان میں سے بعض دوسروں کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے  
ہیں جس طرح خاالت کے لیے برتن میں کوئی اچھی چیز ڈالی جاتی ہے اسی طرح اچھی بات اچھا عقیدہ  
اور اچھا اخلاق دل ہی میں ہوتا ہے۔ دل مرکز اخلاق ہے۔ جب یہ بگڑ جاتا ہے تو انسان کا سارا  
جسم بگڑ جاتا ہے گویا ہر چیز کی اصلاح قلب کی اصلاح پر موقوف ہے۔ اگر قلب درست ہے  
تو انسان کے تمام اعضاء درست ہیں۔

اسکے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام نے یہ بات بھی سمجھائی ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے  
کسی چیز کا سوال کرو تو تمہارے دل میں پختہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو ضرور قبول  
کرے گا تاہم فرمایا کہ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کسی غافل دل کی دعا کو قبول نہیں کرتا۔ بطب بھی دعا کرو  
پوری توجہ اور یقین کے ساتھ کرو۔ دعا کرتے وقت دھیان ادھر ادھر نہیں ہونا چاہیے۔

## جلتے پیدائش کے علاوہ فوت ہونے کا فائدہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَوُفِّيَ رَجُلٌ بِالْمَدِينَةِ  
فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ  
يَا كَيْتُ مَا مَاتَ فِي غَيْرِ مَوْلِدِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ  
النَّاسِ لِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا تَوُفِّيَ فِي  
غَيْرِ مَوْلِدِهِ رَقِيسَ لَكَ مِنْ مَوْلِدِهِ إِلَى مُنْقَطِعِ  
أَثَرِهِ فِي الْجَنَّةِ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مدینہ میں فوت ہو گیا  
نبی علیہ السلام نے اسکی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر فرمایا کاش یہ شخص اپنی جائے پیدائش کی بجائے  
کسی دوسری جگہ وفات پاتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ ایک شخص نے عرض کیا حضور! آپ نے یہ بات کیوں فرمائی  
ہے یعنی اس شخص کے غیر جگہ مرنے کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے  
مولد یعنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی دوسری جگہ وفات پاتا ہے تو اسکی جائے پیدائش سے لے  
کر اسکی انتہائی نقش قدم تک کی پیمائش کی جاتی ہے اور اتنی جگہ اس شخص کو جنت میں عطا کر دی  
جاتی ہے بشرطیکہ وہ ایماندار اور نیک آدمی ہو۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے گھر کے علاوہ دوسرے شہر یا ملک میں جا کر  
وفات پاتا ہے تو اسکی وارث اسکی لاش اٹھا کر گھر لے جاتے ہیں اور پھر وہیں دفن کرتے  
ہیں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ جس جگہ کوئی شخص فوت ہوا ہے وہیں  
اسکو دفن کر دیا جائے۔ بعض خاص حالات میں تو دوسری جگہ دفن کرنے کی اجازت ہو سکتی ہے  
لیکن عام حالات میں میت کو اسکی جائے وفات پر ہی دفن کرنا چاہیئے کہ یہی اسکے حق میں بہتر



ہے بشرطیکہ وہاں کوئی پیچیدگی نہ پیدا ہوتی ہو۔ ہمارے امیر کے مفتی صاحب کراچی میں فوت ہوئے تو وہیں دفن ہوئے حالانکہ انکا گھر لاہور میں تھا دیوبند کے میاں سید اصغر حسین بڑے بزرگ اور متقی آدمی تھے۔ معتقدین کے اصرار پر سورت گئے تو وہیں پیغام اجل آگیا اور وہیں دفن ہوئے۔

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی ایماندار اور متقی آدمی اپنے مولد کے علاوہ دوسری جگہ فوت ہوتا ہے تو دونوں مقامات کے درمیان کی جگہ ماپ کر اتنی جگہ اسے جنت میں دے دی جاتی ہے۔

## چوری اور اس کی سزا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ امْرَأَةً سَوَّيَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بِهَا الذَّيْنِ سَرَقَتَهُمَا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذِهِ الْمَرْأَةَ سَوَّيَتْ قَتْلًا قَتَلْتُمَا فَخَوَّ نَفْسِيهَا يَغْنَى أَهْلُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْطَعُوا يَدَهَا..... الخ

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ایک عورت نے چوری کا ارتکاب کیا۔ مدعیان اس کو بچا کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے اور عرض کیا حضور! اس عورت نے ہماری چوری کی ہے۔ عورت کے خاندان کے لوگوں نے پیش کش کی کہ وہ اس مسروقہ مال کا فدیہ پانچ سو دینار دینے کے لیے تیار ہیں اور درخواست کی کہ اس پر حد جاری نہ کی جائے۔ حضور علیہ السلام نے مقدمہ سن کر حکم دیا کہ اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے کیونکہ چوری ثابت ہو چکی تھی اور اب سزا میں رعایت کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ چنانچہ اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حد مسرقہ کے طور پر بالغ مرد کی طرح بالغ عورت کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا ہے۔

اگر چوری ثابت ہو جائے یا چور خود چوری کا اقرار کر لے اور مقدمہ حاکم کی عدالت میں پیش ہو جائے تو پھر فریقین میں سمجھوتا کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہاں اگر مقدمہ عدالت میں پیش ہونے سے پہلے پہلے فریقین آپس میں مصالحت کر لیں، معاوضہ دے دیں یا معاف کر لیں تو اس وقت تک رعایت کی گنجائش موجود ہوتی ہے ایک ایسا واقعہ مدنیہ میں پیش آیا تھا۔ ایک شخص نے مسجور میں لیٹے ہوئے دوسرے شخص کا کبیل چوری کر لیا۔ مگر دروازے سے باہر نکلتے ہوئے پکڑا گیا۔ چور

کو حضور علیہ السلام کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ آپ کے پوچھنے پر اس شخص نے چوری کا اقرار کیا تو حضور علیہ السلام نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ اتنی سخت سزا سن کر کبیل کے مالک نے کہا کہ میں اسکو معاف کر دیتا ہوں مگر آپ نے فرمایا کہ مقدمہ عدالت میں پیش ہو چکا ہے لہذا اب کوئی رعایت نہیں ہو سکتی چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

الغرض جب اس مسلمان خود کا ہاتھ داتیں کلائی سے کاٹ دیا گیا تو وہ کہنے لگی **هَلْ لِي تَوْبَةٍ** حضور! کیا میرے لیے معافی کی گنجائش بھی ہے فرمایا ہاں پشیمان ہونے اور ہاتھ کاٹنے کے بعد تم گناہوں سے اس طرح پاک ہو گئی ہو **كَيْفَ تَكُونُ وَلَكَ تَوْبَةٌ** اُمّک گویا کہ آج ہی تمہیں تمہاری ماں نے جنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ کی یہ آیت نازل فرمائی **فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَ اصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ** جن نے زیادتی کرنے کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

## غیر موجود چیز کی خرید و فروخت

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا تُبَيُّنِي الرَّجُلُ  
يَسْأَلُنِي الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِي مَا أُرِيهِمْ مِنْهُ ثُمَّ أَرَبْتُهُ مِنْ  
السُّوقِ فَقَالَ لَا يَبْعَ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۲۲)

حضرت حکیم ابن حزام قریش مکہ کے سرداروں میں سے تھے۔ یہ حضرت خدیجہؓ کے قریبی رشتہ داروں  
میں سے تھے۔ نہایت شریف الطبع انسان تھے مگر ابتداء میں ایمان قبول نہ کیا بلکہ فتح مکہ کے موقع پر  
ایمان سے مشرف ہوئے انکو دو خصوصیات حاصل تھیں پہلی یہ کہ آپ کی ولادت حضرت علیؓ  
کی طرح خانہ کعبہ میں ہوئی تھی مسلم شریف کی صحیح روایت کے مطابق اس زمانہ میں عورتیں دعا کے  
لیے خانہ کعبہ کے اندر چلی جاتی تھیں اور اسی دوران بعض کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا تھا حضرت علیؓ اور  
حکیم ابن حزامؓ کی ولادت بھی اسی طریقے سے خانہ کعبہ کے اندر ہوئی۔ آپ کی دوسری خصوصیت یہ ہے  
کہ آپ نے ایک سو بیس سال لمبی عمر پائی۔ یہ انسان کی طبعی عمر شمار ہوتی ہے۔ اگر کوئی عوارضات پیش نہ  
آئیں تو انسان اتنی عمر تک زندہ رہ سکتا ہے۔

حضرت حکیم ابن حزامؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض  
کی کہ کوئی شخص میرے پاس آکر ایسی چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس فی الوقت موجود نہ ہو تو کیا میں  
ایسی چیز کا سودا کر کے بعد میں وہ چیز بازار سے خرید کر اس کو دے سکتا ہوں؟ مطلب یہ کہ انہوں  
نے غیر موجود چیز کی خرید و فروخت کا مسئلہ دریافت کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس قسم کا سودا  
درست نہیں ہے جو چیز تمہارے پاس موجود ہی نہیں اس کی فروخت کا سودا امت کر دے۔ یہ بیع  
اس وقت جائز ہوگی جب مطلوبہ چیز تمہارے یا تمہارے کسی نائب کے قبضہ میں ہو ورنہ نہیں۔

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

حضرت حکیم بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دینے والا ہاتھ اوپر اور لینے والا نیچے ہوتا ہے۔ اسی لیے فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اگلی حدیث میں حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا **اَلَيْسَ اَحَدٌ خَيْرٌ بِمَنْ يَعْمَلُ بِهِ** چاہیے کہ تم میں سے ہر شخص غریب کی ابتدا ان سے کرے جن کا وہ کفیل ہے **وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى** اور بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی جائز ضرورت کی تکمیل کے بعد کیا جائے۔ نیز فرمایا۔ **وَمَنْ يَسْتَعْنِ يُغْنِهِ** اللہ جو آدمی مستغنی بننے کی کوشش کریگا اس کو مستغنی کر دیگا۔

وَمَنْ يَسْتَعِفَّ يُعْفَ عَنْهُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ اور جو شخص عیض اور پاکد اسے ملنے کی کوشش کریگا اللہ سے ایسا ہی بنا دیگا۔

جب حضرت حکیم بن عزامؓ نے حضور علیہ السلام سے یہ باتیں نہیں تو کہنے لگا تو کہہ میں عہد کرتا ہوں لَا تَكُونُ يَدِي تَحْتَ يَدِ جُلِيٍّ مِنَ الْعَصَبِ أَبَدًا میں اُنہو کسی بھی شخص کے ہاتھ کے نیچے اپنا ہاتھ نہیں رکھوں گا یعنی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا چنانچہ آپؐ زندگی کے آخری لمحات تک اس عہد پر قائم رہے انہوں نے بیت المال سے ملنے والا وظیفہ بھی لینے سے انکار کر دیا کہتے تھے کہ حضورؐ نے فرما دیا ہے کہ حرص اور لالچ کی بنا پر مانگنا بہتر نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ لوگوں سے کہتے تھے کہ میں حکیم کا حصہ ان کو دینا چاہتا ہوں مگر وہ لینے پر آمادہ نہیں۔ آپکی وفات امیر معاویہؓ کی خلافت کے زمانہ میں ہوئی۔

## صحیح خرید و فروخت میں برکت

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَوْ يَتَفَسَّرُ قَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيْتَا دِرْقَا بَرَكَتُهُ بَيْعُهُمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا حَقَّ بَرَكَتُهُ بَيْعُهُمَا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بائع اور خریدار دونوں کو اختیار ہوتا ہے کہ جب تک وہ مجلس میں موجود ہیں اور بیع مکمل نہیں ہوتی وہ سودا کر لیں یا اسے چھوڑ دیں جب کوئی سودا طے کرنے کے بعد وہ مجلس برخاست ہو جائے تو پھر سودا منسوخ کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر بائع اور خریدار دونوں سچ بولیں گے اور مال کے نقص یا عیب کو ظاہر کر دیں گے تو انکے اس سودے میں اللہ کی طرف سے برکت دی جائے گی۔ اور اگر وہ دونوں جھوٹ بولیں گے اور عیب کو چھپائیں گے تو اس سودے کی برکت کو مٹا دیا جائیگا۔ وہ سودا تو چل جائیگا مگر اس میں برکت نہیں ہوگی۔

## مساجد کا احترام

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقَامُ الْحُجُورُ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَا يُسْتَقَادُ فِيهَا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۳۲)

حضرت حکیم بن حزام بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدوں میں حدود نہ قائم کی جائیں اور نہ قصاص لیا جائے۔ مسجد میں کسی مقدمہ کا فیصلہ تو کیا جاسکتا ہے مگر مجرم پر حد قائم کرنا یا اس سے قصاص لینا روا نہیں ہے حضور علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا کہ اس سے مسجد کا تقدس پامال ہوتا ہے۔ اگلی حدیث میں انہی حضرت حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا الْمَسَاجِدُ لَا يَنْشَأُ فِيهَا الْأَشْعَادُ کہ مسجدوں میں شعر گوئی بھی نہ کی جائے۔ اس شعر گوئی سے فضول شعر گوئی مراد ہے۔ ہمارے ہاں اکثر مساجد میں شریکہ اور بدعتیہ نظمیں پڑھی جاتی ہیں جو ایک قسم کا گانا ہی ہوتا ہے۔ یہ مکروہات ہیں داخل ہیں اور ان سے منع کیا گیا ہے ہاں اللہ اور اس کے رسول کی تعریف کے اشعار ہوں یا اسلام کی تائید میں بعض شعر کہے گئے ہوں تو ان کا پڑھنا روا ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ اسلام کی تائید میں مشرکوں کو اشعار میں جواب دیا کرتے تھے حضور علیہ السلام ان کو ایسا کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ کی طرف سے جبریل امین تمہارے ساتھ ہوں گے۔

حضور علیہ السلام نے مساجد میں خرید و فروخت کی بھی اجازت نہیں دی۔ فرمایا اگر کوئی آدمی مسجد میں کوئی چیز بیچتا ہے تو تم بد دعا کرو۔ لَا أَرْبَحُ اللَّهُ بِتِجَارَتِكَ اللہ تمہاری اس تجارت میں کبھی برکت نہ دے۔ نیز فرمایا کہ اگر کوئی شخص مسجد میں کسی گم شدہ چیز کا اعلان کرتا ہے تو تم یوں کہو لَا رَكَّ اللَّهُ إِلَيْكَ خَالَكَ اللہ تعالیٰ تمہاری گمشدہ چیز واپس نہ لوٹائے۔ آج کل مسجدوں میں بچپن یا مختلف اشیاء گھڑی، پھیلہ، کپڑا، جوتا وغیرہ کی گمشدگی کا اعلان کیا جاتا ہے جو جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر لاؤڈ سپیکر اور بارن مسجد سے باہر ہوں تو پھر ایسا اعلان کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔



حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ مسجدوں کو ہاک مافی رکھو ما بن ماجہ شریف کی روایت میں ہے کہ پاگلوں اور بہت چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہ آنے دو۔ ہاں جب بچے پانچ سات سال کے باشند ہو جائیں تو مسجد میں آسکتے ہیں۔ بہت چھوٹے بچوں کے بول و براز کرنے سے مسجد کی بے حرمتی ہو سکتی ہے۔

## حب نبوی کا عجیب انداز

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنْ مَنَازِلَةٍ فَبَايَعَنَا وَإِنَّا قَمِيصُهُ لَمُطْلَقٌ قَالَ فَبَايَعْنَاهُ ثُمَّ أَذْخَلْتُمُ يَدِي فِي جَيْبِ قَمِيصِهِ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۴)

حضرت معاویہ ابن قرۃؓ کیہ دونوں بات بیٹا صحابی ہیں حضرت قرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ میں قبیلہ منزنیہ کے ایک گروہ کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی یعنی اسلام قبول کیا کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی قمیض کا بٹن کھلا ہوا تھا۔ پھر میں نے آپ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر مہر نبوت کو چھو کر دیکھا۔ یہ مہر نبوت حضور علیہ السلام کے دونوں کندھوں مبارکوں کے درمیان ایک ابھری ہوئی گٹھی کی شکل میں تھی اس کی پیشین گوئی پہلی کتابوں میں بھی موجود تھی اس سرخ رنگ کی گٹھی کے اوپر چھوٹے چھوٹے مسے تھے اور اس طرح یہ ابھری ہوئی تھی تو حضرت قرۃؓ نے اس مہر نبوت کو حضور علیہ السلام کی اجازت سے ہاتھ لگا کر دیکھا۔

حضرت عروہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھانجے ہیں۔ وہ کہتے ہیں فَمَا رَأَيْتُ مُعَاوِيَةَ وَلَا يُنْسَدُ قَالَ حَسَنٌ يَغْنَىٰ أَبَا أَيَّاسٍ فِي شَتَاةٍ قَطْمٌ وَلَا حَرٍّ إِلَّا مُطْلَقٌ أَذْرُ إِدْهِمَا لَا يَنْزِلَانِي أَبَا... کہ میں نے معاویہؓ اور ان کے بیٹے کو سخت سردی اور سخت گرمی کے موسم میں بھی قمیض کا بٹن کھلا رکھتے ہی دیکھا ہے۔ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادا اس قدر پسند آئی کہ انہوں نے عمر بھر قمیض کا بٹن بند نہیں کیا کیونکہ جب انہوں نے اسلام کی بیعت حضور کے دست مبارک پر کی تھی تو اس وقت آپ کی قمیض کا بٹن کھلا تھا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عقیدت اور محبت کا نتیجہ تھا اگر نہ یہ ان کے لیے ضروری نہیں تھا۔ انہوں نے

حضور علیہ السلام کو جس حالت میں دیکھا اسی پر قائم رہے۔

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی ابو محذورہؓ کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔ یہ حضور کے مؤذن تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو حضور علیہ السلام نے ان کے سر پر دستِ شفقت رکھا تھا۔ انہوں نے ساری عمر سر کے وہ بال ہی نہیں منڈوائے جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا تھا۔ یہ بھ آپ کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار تھا۔



## دامی روزے دار آدمی

عَنْ أَبِي أَيَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَمَّا إِلَيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَدَعَا لَهُ وَمَسَحَ رَأْسَهُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۱۴۳۵)

حضرت ابی ایاسؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اندر میں حاضر ہوا تو آپ نے دعا کی اور سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ انہی سے اگلی حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے: فِي صِيَامِهِ ثَلَاثَةٌ أَيَّامٌ مِنْ الشَّهْرِ صَوْمُ اللَّهِ هِيَ وَافْطَارُ يَمِينِهِ مِائَتِينَ نَفْلًا رَزَى رَكْعَتَا صَوْمٍ دُخِرَ لَهَا هِيَ بِعَيْنِي جَوْشَقُصْ اَنْ تَمِينَ دُنُوں كے رَزَى رَكْعَتَا لے اس كو سال بھر كے رَزَى كا اجر ملتا ہے ہر نیکی کا کم از کم اجر دس گنا ہے، اور تین روزے تیس دن یعنی پورے ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہو گئے۔ اس طرح ہر ماہ تین روزے رکھنے والا ہمیشہ کا روزیدار سمجھا جائیگا۔ یہ تین دن ایامِ بیض کہلاتے ہیں یعنی ہر ماہ کی ۱۲، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ تاہم اس سے آگے پیچھے بھی رکھے جاسکتے ہیں۔

## محمد باری تعالیٰ اشعار میں

عَنْ أَنَسٍ بْنِ سَرِيعٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي قَدْ حَمِدْتُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِمَحَامِدٍ وَمَنْدَحٍ وَإِيَّاكَ قَالَ هَاتِ مَا حَمِدْتَ بِهِ رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَجَعَلْتُ أَلْشُّدَّ قَالَ ثُمَّ جَاءَ فَاسْتَاذَهُ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۵)

حضرت انسودین سریعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی ہے اور اس میں تعریف و توصیف کی کئی باتیں بیان کی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی بھی تعریف بیان کی ہے۔ یہ حضرت انسود شاعر اور ادیب تھے۔ عربوں میں شعر و ادب کی صورت میں اچھے سے اچھا کلام پیش کیا جاتا تھا۔ بڑی سے بڑی مجلسیں لگتی تھیں جن میں لوگ اپنے اپنے کلام کے جوہر دکھاتے تھے۔ تو یہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضور علیہ السلام کو اپنے کلام سے متعارف کرایا آپ نے فرمایا کہ اچھا تم نے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد بیان کی ہے وہ سناؤ کہ تم نے کیا کہا ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی طرف سے اجازت طلب کرنے پر میں نے محمد باری تعالیٰ سنانی شروع کی اتنے میں ایک شخص نے اگر اجازت طلب کی تو حضور علیہ السلام نے اس کو اجازت مرحمت فرمائی پھر اس نے بھی کچھ کلام کیا اور چلا گیا۔ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف میں اپنے اشعار حضور علیہ السلام کو سنانا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص پھر آیا اور اجازت طلب کی۔ اس نے پھر کوئی کلام کیا اور چلا گیا۔ اس طرح گویا تین دفعہ ہوا۔ آگے روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ اس شخص کے سر کے بال اڑے ہوئے تھے جب تین دفعہ ایسا ہو چکا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جس نے مجھے تین مرتبہ خاموش کرایا اور آپ نے اس کی بات سنی آپ نے فرمایا، یہ عمر بن خطابؓ

تھے اور ساتھ یہ بھی فرمایا هَذَا رَجُلٌ لَا يُحِبُّ الْبَاطِلَ یہ ایسا شخص ہے جو باطل کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

ایک اور روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ جب میں نے اللہ کی تعریف کے اشعار حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا جو بندہ اس کی تعریف بیان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے۔

---

توبہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہی کی جاسکتی ہے

عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ سَرِيعٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَمَرَنِي بِأَسِيرٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ وَلَا أَتُوبُ إِلَى مُحَمَّدٍ  
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَ الْحَقُّ لَأَهْلِهِ -

(منذ امد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۴۳۵)

حضرت اسود ابن مسریع بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک قیدی پیش کیا گیا جو کہنے لگا اے اللہ! میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ کے سامنے توبہ نہیں کرتا۔ قیدی کی یہ بات سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص نے حق کو حق والے کیسے پہچان لیا ہے مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام نے قیدی کی بات کی تصدیق فرماد کہ توبہ صرف اللہ کے سامنے ہی کی جاسکتی ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ توبہ صرف اللہ ہی کے سامنے کرو حضور علیہ السلام کے سامنے توبہ کرنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ آپ تو سفارش کریں گے اور توبہ اللہ ہی قبول کریگا۔ گویا توبہ قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اسی کے سامنے توبہ کرنی چاہیئے۔

# جنگ میں بچوں کے قتل کی ممانعت

عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ سَرِيحٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بَعَثَ سَرِيحَ بْنَ يَوْمٍ حُنَيْنٍ فَقَاتَلُوا الْمُشْرِكِينَ فَأَفْضَى بِهِمُ الْقَتْلُ  
إِلَى النَّدِيَّةِ فَلَمَّا جَاءُوا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَا حَمَلَكُمُ عَلَى قَتْلِ النَّدِيَّةِ..... الخ

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۲۳۵)

حضرت اسود بن سريحؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے موقع پر حضور علیہ السلام نے ایک لشکر  
کسی طرف روانہ کیا تاکہ دشمنوں سے مقابلہ کریں۔ لشکر نے حسب الحکم کفار و مشرکین کے ساتھ جنگ کی  
اور ان کو قتل کیا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے بچوں کو بھی قتل کیا۔ جب یہ لوگ واپس آئے اور اس  
واقعہ کا علم حضور علیہ السلام کو ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں بچوں کے قتل پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ لوگوں  
نے عرض کیا، حضور! اِنَّمَا كَانُوا أَهْلًا لَدَى الْمُشْرِكِينَ يَرْبِيهِمْ تَوْشِيهِمْ بِهِيَ كَيْفَ تَقُولُ  
تھے لہذا ہم نے انکو بھی تہ تیغ کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے نہایت حکیمانہ طریقے سے بات سمجھاتے ہوئے  
فرمایا۔ اَوْ هَلْ خِيَارُكُمْ إِلَّا أَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ۔ کیا تم میں سے اچھے لوگ مشرکوں  
کی اولاد میں سے نہیں ہیں یعنی تمہارے آباؤ اجداد بھی تو مشرک ہی تھے مگر اس وقت اہل ایمان  
نے تمہیں تو قتل نہیں کیا دیکھو! آج مشرکوں کی ہی اولاد میں سے اسلام کے کتنے جانفروشن سپاہی  
موجود ہیں، لہذا بچوں، عورتوں (غیر حربی) بوڑھوں اور راہبوں کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا وَالَّذِي نَفْسِي مُحْتَبٌ بِيَسْبِہِ اس ذات کی  
قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے مَا مِنْ نَسَمَةٍ تُولَدُ إِلَّا عَلَى الْفِطْرَةِ حَتَّى  
يَعْرَبَ عَنْهَا لِسَانُهَا۔ ہر بچہ فطرتِ سلیمہ پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب وہ  
بولنے لگتا ہے تو اس کے ماں باپ جس راستے پر اس کو چلاتے ہیں وہ چلنے لگتا ہے، یعنی جو  
کچھ اسکے والدین بہن بھائی اس کو سکھاتے ہیں، وہی سیکھ جاتا ہے ورنہ پیدائشی طور پر وہ فطرت



سلیمہ پر ہی ہوتا ہے اگر اس کا ماحول یہودی، نصرانی، ہندو یا مجوسی ہے تو وہ بھی ویسا ہی بن جاتا ہے۔ ہر بچے کی فطرت صاف و خفاف تختی کی مانند ہوتی ہے۔ جس پر جو چیز نقش کی جائے تسبیح پہ جاتی ہے الغرض! حضور علیہ السلام نے بچوں کے قتل سے منع فرما دیا۔ البتہ جب کسی جنگ و طالت کی تاریکی میں حملہ کیا جاتا ہے تو اس کی زد میں بچے عورتیں اور بوڑھے بھی آجاتے ہیں اور قابل جنگ نوجوانوں کے ساتھ وہ بھی مارے جاتے ہیں۔ یہ امر مجبوری ہے وگرنہ عام حالات میں بچوں اور عورتوں کے قتل کرنے کی اجازت نہیں ہے البتہ ان عورتوں کو قتل کیا جاسکتا ہے جو کسی نہ کسی طریقے سے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے رہی ہوں۔



(منذ احمد طبع بيروت جلد ۴ صفحہ ۲۶۷)

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں موجود تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے۔ آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر نیچی کسی یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آسمان میں کوئی مادہ پیش آگیا ہے پھر حضور علیہ السلام ﷺ اَلَا اِنَّهُ سَيَكُونُ كَعَدِيٍّ اَمْسِ آتُوْا يَكْنِزُ بَنُوْنَ وَيُظْلِمُوْنَ خِرَافًا مِّرْبَعًا اَيْسَ حَكْرَانِ اَيْسَ كَے جو جھوٹ بولیں گے اور لوگوں پر ظلم کریں گے۔ فَمَنْ صَدَقَهُمْ يَكْنِزُ بِهِمْ پھر جس شخص نے ان کے جھوٹ کی تصدیق کی وَمَا لَاهُمْ عَلٰی ظُلْمِهِمْ اور ان کے ظلم میں شرکت اختیار کی۔ ان کے ظلم کو روکنے کی بجائے ان کی ثابتی کی ذکر فرمایا فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَا اَنَا مِنْهُمْ تو ایسا شخص مجھ سے نہیں ہے اور نہ ہی میں اس سے ہوں وَمَنْ لَوْ يُصَدِّقُهُمْ يَكْنِزُ بِهِمْ وَلَوْ يُمَالِجُهُمْ عَلٰی ظُلْمِهِمْ اور جس شخص نے نہ تو ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور نہ ان کے ظلم میں شریک ہوا فَلَهُمْ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْهُمْ وہ شخص مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں پھر آپ نے فرمایا اَلَا وَاِنَّ حَكِيْمَ الْمُسْلِمِ كَفَادَتُهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ خبردار ایک مسلمان کے غم کا کفارہ یہ چار کلمات ہیں یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

یہ چار کلمات بہت بڑی فضیلت کے حامل ہیں۔ ان کلمات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ورد کے لیے منتخب فرمایا ہے تاکہ وہ ان کلمات کے ساتھ اپنے پروردگار کی حمد بیان کریں **سُبْحَانَ اللَّهِ** کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے، ہر قسم کی کمزوریوں اور مشرکوں سے بھی پاک ہے جب ایک مسلمان سچے دل سے یہ پاکیزہ کلمہ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا میزان پر ہو جاتا ہے اور ہر ایک کو اپنے اپنے درجے کے مطابق اجر و ثواب نصیب ہوتا ہے۔ **الْحَمْدُ لِلَّهِ** سب تعریفیں اور خوبیاں اللہ کے لیے ہیں۔ اللہ کی حمد کا یہ کلمہ ارض و سما کے درمیان کی فضا کو پر کرنے والا ہے۔ ہر اچھا اور جائز کام کرنے کے بعد الحمد للہ کہنا چاہیے **الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَ أَعُوْذُ بِاللَّهِ مِنْ حَالِ أَهْلِ النَّارِ** ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کا شکر ہے اور میں اہل دوزخ کی حالت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ نے مومنوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ **الْحَمِيدُونَ**۔ ہر حال میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔

**تَعْدِیْلُ کَلِمَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** توحید کا کلمہ ہے جو کہ انسان کی نجات کی چابی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں، وہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے وہی شفا دینے والا اور ترقی و تنزل میں ڈالنے والا ہے۔ اگرچہ یہ کلمہ بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے تاہم عام لوگوں کو سمجھانے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں عبادت کا مستحق وہ ہوتا ہے واجب الوجود، خالق، علیم کل اور قادر مطلق ہو چونکہ یہ تمام چیزیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں پائی جاتی ہیں لہذا مستحق عبادت بھی اسکے سوا کوئی نہیں۔ یہ اللہ کی تعریف کا پاک کلمہ ہے جس سے خدا کی توحید ہر وقت مستحضر رہتی ہے حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک بھی ہے۔ **كَبِّرْ دُؤَا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** اپنے ایمان کی تجدید کلمہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کے ساتھ کیا کرو۔

جو تھا پاک کلمہ اللہ اکبر ہے یعنی اللہ ہی بڑا ہے اس کے علاوہ کوئی بادشاہ، کوئی حاکم اور کوئی مخلوق بڑائی کے لائق نہیں۔ بڑائی صرف اللہ کی ذات کو حاصل ہے کیونکہ اللہ **خَالِقُ كُلِّ**

شَئٍ ہر چیز کا خالق وہی ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑائی بیان کرنے کا حکم دیا ہے۔  
ذَبْتَكَ فَكَبَّرْتَ (المائدہ - ۳)

اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرو۔ لوگ حاکموں، وزیروں، امیروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی تعریف خود غرضی کی بنا پر کرتے ہیں، ان کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملتے ہیں۔ یہ سب باطل ہے اور بڑائی کے لائق صرف ذات خداوندی ہے اس کلمہ اللہ اکبر کے ذریعے ہم نمازیں داخل ہوتے ہیں یعنی اللہ کے سوا کوئی بڑائی کا مستحق نہیں ہے

ان چار کلمات کا ذکر کرنے کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا هُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ یہی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ ان کلمات کو اپنی زبان سے ادا کریگا اس کو یقیناً بہت بڑا اجر نصیب ہوگا۔ ان کلمات کے بارے میں امید رکھی جاسکتی ہے کہ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ اَمَلًا (الکہف - ۲۶) اللہ کے نزدیک یہ بہتر اجر و ثواب کی حامل ہیں اور ان کی وجہ سے بہتر نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ہر مومن کو دن میں کم از کم سو مرتبہ یہ کلمات دہرائیے چاہئیں جو کہ اس کے لیے کامیابی کے ضامن ہیں اسکے ساتھ اگر سو مرتبہ استغفر اللہ اور سو مرتبہ درود شریف بھی پڑھ لیگا تو مشائخِ چشت کا در و پورا ہو جائیگا اور آدمی سالک بن جائیگا۔ ایسا شخص انشاء اللہ فیض سے محروم نہیں رہے گا۔

## تسبیحات کی عظمت

عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللَّهِ مِنْ تَسْبِيحِهِ وَتَحْمِيدِهِ وَتَكْبِيرِهِ وَتَهْلِيلِهِ يَتَعَاظَمُونَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُمْ حَوِيٌّ كَدَوِيٍّ الْخَلَّ يَذْكُرُونَ بِصَاحِبِهِنَّ أَلَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ لَا يَزَالَ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ شَيْءٌ يُذَكَّرُ بِهِ .

(مسند امجد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۶۸)

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اس کے جلال، عظمت اور بڑائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل بیان کرتے ہیں تو یہ کلمات عرش الہی کے گرد گھومتے ہیں اور شہد کی مکھوں کی طرح ان کی گونج ہوتی ہے۔ ان چار کلمات یعنی سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی تشریح گزشتہ حدیث میں بھی بیان ہو چکی ہے کہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ کو کس قدر پسند ہیں اور ان کا کتنا اجر و ثواب ہے۔

فرمایا پھر اللہ کے ہاں تسبیح کرنے والے کا ذکر خیر ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارا ذکر ہو؟ ظاہر ہے کہ ہر شخص اس بات کو پسند کریگا کہ عرش کے ارد گرد اس کا ذکر ہو۔ اور ذکر کے یہ کلمات سب سے زیادہ پاکیزہ کلمات ہیں۔ گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے: مَحَنَ الْبَاقِيَاتِ الصَّالِحَاتِ کہ یہ باقی رہنے والی نیکیاں جن کا اجر و ثواب ہمیشہ ملتا رہیگا۔ یہ کلمات ہر وقت پڑھے جاسکتے ہیں۔ ماہ رمضان میں انکے پڑھنے کی فضیلت مزید بڑھ جاتی ہے۔ امام ترمذیؒ نے امام زہریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: تَسْبِيحَتُهُ فِي رَمَضَانَ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ تَسْبِيحَةٍ فِي مَا سِوَاهُ یعنی ان تسبیحات کا اجر و ثواب رمضان کے مہینہ میں عام دنوں کی نسبت ہزار گنا بڑھ جاتا ہے۔ بطرانی شریف اور مستدرک حاکم میں حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص صحت عقیقہ اور اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خلوص نیت

کے ساتھ ایک سو مرتبہ سبحان اللہ کہتا ہے اس کو ایک سو دہ غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب حاصل ہوتا ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں ظاہر ہے کہ عام غلاموں کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے غلام آزاد کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہو گا۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص خلوص نیت کے ساتھ ایک سو مرتبہ الحمد للہ پڑھیں گا اس کو زمین کسے ہوئے ایک سو گھوڑے اللہ کی راہ میں دینے کے برابر ثواب حاصل ہو گا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ ایک سو مرتبہ اللہ اکبر کہے گا اس کو مکہ مکرمہ میں ایک سو اونٹ قربانی کرنے کے برابر اجر حاصل ہو گا۔ نیز فرمایا: جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا مبارک کلمہ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے اس کے اجر و ثواب سے زمین و آسمان کے درمیان کی فضا پُر ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے شرط یہی ہے کہ انسان کا عقیدہ صحیح ہو اور اللہ تعالیٰ کا جلال اور اس کی عظمت پیش نظر ہو۔

## نماز کی صفِ اول کی فضیلت

عَنْ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ أَوْ الصَّفِّ الْأَوَّلَى.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۶۹)

حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نماز کی پہلی صف والوں پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صفِ اول کے نمازیوں پر اپنی رحمت کا نزول فرمایا ہے جبکہ اس کے فرشتے ان لوگوں کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! جو لوگ پہلی صفوں میں نماز ادا کرتے ہیں ان پر اپنی خصوصی رحمت کا نزول فرما۔ اسی لیے سلف صالحین کی کوشش ہوتی تھی کہ اگلی صفوں میں جگہ مل جائے۔ ظاہر ہے کہ پہلی صف یا صفوں میں اسی شخص کو جگہ ملے گی جو مسجد میں پہلے آئے گا۔ اس حدیث سے نماز باجماعت کی فضیلت، اسکے لیے محنت اور اس کی طرف توجہ کے اشارات ملتے ہیں۔ اس معاملہ میں جتنی کوئی محنت کریگا اتنے ہی اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

## مجاہد فی سبیل اللہ کا مرتبہ

عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ بْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ الصَّائِلِ فِي ظُلُمَاتٍ وَلِقَائِهِ كَلَيْلَةٍ حَتَّى يَرْجِعَ مَتَّى يَرْجِعَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۷۲)

حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ کے مجاہد کی مثال اس شخص کی ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے یہاں تک کہ وہ جہاد سے واپس لوٹ آئے۔

ظاہر ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے وہی ہونگے جو اللہ کے دین کے قیام کی تڑپ رکھتے ہوں گے۔ جہاد میں جان اور مال دونوں چیزیں کھانا پڑتی ہیں اس کے علاوہ ضرورت کے مطابق زبان اور قلم کے ساتھ بھی جہاد ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ظاہری اور باطنی تمام قوی دین کی اقامت اور اس کی سر بلندی کے لیے وقف کر دے۔ اس لیے اس کا مرتبہ بھی اللہ نے بہت زیادہ رکھا ہے۔



## نماز تراویح کا بیان

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّكَ سَمِعَ الثَّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ عَلَى مِنْبَرٍ حَمِصٍ قُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَى ثُلُثِ الْبَيْتِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قُمْنَا مَعَهُ لَيْلَةَ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ إِلَى نِصْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قُمْنَا لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّ لَا نَزْرَكَ الْفَلَاحَ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۷۲)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کی فتح کے بعد حضرت ثعمان بن بشیرؓ وہاں کے امیر تھے حضرت ابطلوہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ثعمان بن بشیرؓ کو حمص کے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے حضور علیہ السلام کے ساتھ ماہ رمضان کی تیسویں تاریخ کو ایک تہائی رات تک نماز پڑھی پھر جب پچیسویں رات ہوئی تو ہم نے نبی علیہ السلام کے پیچھے نصف شب تک نماز پڑھی جب ساتیسویں رات آئی تو حضرت ثعمانؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اتنی لمبی نماز پڑھی کہ ہمیں خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں سحری کھانے کا وقت ہی نہ گزر جائے گو یا تقریباً ساری رات نماز پڑھی۔

اس حدیث میں ماہ رمضان میں نماز تراویح کا ذکر ہے حضور علیہ السلام نے صحابہؓ کو باجماعت نماز صرف تین دن یعنی تیسویں، پچیسویں اور ساتیسویں رمضان کو پڑھائی اور درمیان میں چوبیسویں اور چھبیسویں کو جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھائی۔ مسلم اور ترمذی شریف کی روایت میں مذکور ہے کہ اٹھائیسویں شب کو صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے منتظر رہے مگر آپ باہر تشریف نہیں لائے پھر آپ نے صبح کے وقت فرمایا کہ مجھے لوگوں کی خواہش کا علم ہو گیا تھا مگر میں نے جان بوجھ کر نماز نہیں پڑھائی کیونکہ مجھے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ نماز تراویح تم پر فرض ہی نہ ہو جائے لہذا آپ نے

امت پر شفقت کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو یعنی سمن اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے جب کہ فرض نماز کی ادائیگی مسجد میں ہی ضروری ہے۔

اس حدیث میں نماز تراویح کی رکعتوں کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت میں آٹھ کا ذکر ملتا ہے مگر وہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ کی روایت جسے امام ابن ابی شیبہؒ نے نقل کیا ہے، میں بیس رکعت کا ذکر بھی آتا ہے مگر وہ روایت بھی صحیح کے درجہ کو نہیں پہنچتی۔ بہر حال لوگ نماز تراویح پڑھتے پڑھاتے رہے کسی نے اپنے طور پر پڑھ لی، کسی نے چھوٹی جماعت سے اور کسی نے بڑی جماعت کے ساتھ یہ نماز ادا کر لی۔ حضرت ابو بکرؓ کا پورا دور خلافت اور پھر حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے دو سال بھی گزر گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ مسجد میں الگ الگ ٹکڑیوں میں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ ان سب کو ایک امام پر جمع کر دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ چونکہ دمی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور نماز کے فرض ہو جانے کا خطرہ باقی نہیں رہا تھا لہذا آپؐ نے سب لوگوں کو ایک امام پر اکٹھا کر دیا۔ اس کی کیفیت موطا امام مالکؒ میں اس طرح مذکور ہے کہ پہلے لمبی قرأت کرتے تھے اور رکعتیں کم تھیں۔ پھر حضرت عمرؓ کے روبرو بیٹھ پایا کہ نماز تراویح کی رکعتیں بیس کر دی جائیں اور پورے ماہ رمضان میں ایک دفعہ پورا قرآن پاک تلاوت کر دیا جائے۔ چنانچہ اس وقت سے تراویح کی بیس رکعت جاری ہیں۔ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ نے بھی اسی پر عمل کیا جو کہ آج تک جاری ہے۔ بعض لوگ نماز تہجد اور نماز تراویح کو ایک ہی نماز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیس رکعت نماز تراویح بدعت ہے۔ یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ تینوں خلفائے راشدین کا بیس پر عمل رہا ہے۔ البتہ حضور علیہ السلام سے صرف تین دن باجماعت نماز تراویح ثابت ہے اور وہ بھی اس طرح کہ پہلی رات ایک تہائی شب تک نماز پڑھائی پھر ایک دن چھوڑ کر نصف شب تک پڑھائی۔ اور پھر ایک دن چھوڑ کر تقریباً ساری رات نماز پڑھائی۔ تاہم اس حدیث میں رکعتوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

## قیامت سے پہلے فتنوں کا طہور

عَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ صَحِبْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَجَعْنَاهُ يَقُولُ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتْنًا كَانَتْهَا لِقُطْعِ الْبَيْلِ الْمُطْلِقِ يَصْبَحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا ثُمَّ يُمَسِّي كَافِرًا وَيُمَسِّي مُؤْمِنًا ثُمَّ يُصْبِحُ كَافِرًا..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۷۳)

حضرت ثعمان بن کثیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضور علیہ السلام کی رفاقت نصیب ہوئی اور ہم نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قیامت سے پہلے بڑے فتنے واقع ہوں گے جیسا کہ تاریک رات ہوتی ہے۔ فرمایا اس وقت لوگوں کا حال یہ ہو گا کہ اگر کوئی شخص صبح کے وقت مومن ہے تو شام کو کافر ہو جائیگا۔ اور اگر شام کو مومن ہے تو صبح تک کافر ہو گا۔ مطلب یہ کہ اس قدر تغیرات واقع ہوں گے جن طرح آج دنیا میں سائنس کی ترقی ہو رہی ہے۔ اور نئی نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں اسی طرح لوگوں کے اعتقاد بھی جلدی جلدی بدلنے لگیں گے کبھی ایمان ہو گا اور کبھی کفر ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ آدمی گھر سے نکلے گا اور اس کے ساتھ اس کا دین اور ایمان بھی ہو گا مگر جب وہ گھر واپس لوٹے گا تو دین اور ایمان سے خالی ہو گا۔ بازار گیا کھیل تماشا دیکھا۔ مفاسد افکار سے واسطہ پڑا تو ایمان سے خالی ہو گیا۔

فرمایا لوگوں کی حالت یہ ہو جائیگی یَبْتَغِ أَقْوَامٌ أَخْلَاقَهُمْ بَعْضُ مِنْ الدُّنْيَا کہ دنیا کے حیر مال کی خاطر اپنے دین اور اخلاق کو بیچ ڈالیں گے ان کی غرض و غایت صرف دنیوی پیسہ ہوگی۔ اس روایت کے بارے میں حضرت من بصریؒ فرماتے ہیں وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْنَاهُمْ كَمَا هُمُ صُورًا وَلَا عَقُولَ ان لوگوں کی شکل و صورت تو انسانوں جیسی ہوگی مگر آدم جیسی خصلت کئی نہیں ہوگی وہ لوگ عقل سے خالی ہوں گے، جیسا کہ رومی صاحب نے بھی کہا ہے نیست آدم خلاف آدم اند“ یہ آدمی نہیں اگرچہ آدم کی شکل و صورت ضرور ہے ماسی لیے من بصریؒ نے بھی کہا

ہے کہ ان میں عقل کا فقدان ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی قیمتی چیز ایک غیر چیز کے بدلے میں بیچتا ہے وہ بیوقوف ہی ہو سکتا ہے فرمایا اَجْسَامًا وَلَا اَخْلَاقًا۔ جسم ہیں مگر خورندہ نہیں۔ فَرَّاشٌ نَکَاحٌ وَخِیْلَانٌ طَمِعٌ جیسے آگ پر گرنے والے پر دلے یا لالچ کرنے والی مکھیاں ہوتی ہیں دو پیسے نظر آئے تو ایمان تک بیچ دیا فرمایا یَبِیْعُ أَحَدُهُمَا نِسَاءً بَشَرًا الْعَنَزِ معمولی قیمت لے کر اپنے دین ایمان اور اخلاق کو برباد کر لیں گے فرمایا قیامت سے پہلے اس قسم کے بیشمار فتنے پیدا ہوں گے۔



(مسند احمد طبع بيروت جلد ۴ صفحہ ۲۷۸)

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں باقی صحابہؓ کے ساتھ میں بھی حضور علیہ السلام کی مجلس میں حاضر تھا کہ کچھ دیہاتی لوگ آئے اور انہوں نے آپؐ سے کچھ سوال کیے۔ کہنے لگے اللہ کے نبیؐ! کیا ہم لوگ علاج معالجہ کر سکتے ہیں یعنی بیماری کی حالت میں کوئی دوائی استعمال کر سکتے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں کر سکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کی دوا نہ پیدا کی ہو۔ انہی حضرت اسامہؓ کی اہلی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ تَدَاوُوا عِبَادَ اللَّهِ اللّٰہ کے بندو! دوائی استعمال کیا کرو۔ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُؤَيِّنُ لَكُمْ دَوَاءً إِلَّا أَنْ تَلَوْا مَعَهُ شِفَاءً إِلَّا أَلَا الْيَمُوتَ وَاللَّهِ لَيَكُونَنَّ اللّٰہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری

نازل نہیں کی جس کے ساتھ اسکی شفا ربھی نازل نہ کی ہو۔ ہاں دو چیزوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے یعنی موت اور بڑھاپے کے لیے کوئی علاج نہیں ہے۔ یہ دونوں چیزیں اپنے اپنے وقت پر آجاتی ہیں اور ان کا کوئی بدل نہیں ہے۔ بڑھاپے کے لیے یہاں پر ہرم کا لفظ آیا ہے جس کا معنی انتہائی کمزوری کا زمانہ ہوتا ہے انسان بچپن سے جوانی میں قدم رکھتا ہے پھر کھولت کا زمانہ آتا ہے پھر شوخخت آتی ہے اور اس کے بعد ہرم یعنی انتہائی کمزوری کا زمانہ آجاتا ہے جب کہ انسان کے تمام اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں اور وہ ٹھنکے بیٹھنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ تو فرمایا انسان کی اس حالت کا کوئی علاج نہیں ہے اس کے بعد انسان پر طبعی موت طاری ہو جاتی ہے اور یہ بھی ایک لا علاج چیز ہے۔ باقی ہر بیماری کے لیے اللہ نے شفا پیدا کی ہے۔ لہذا دوائی استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ فرمایا عَلِمَہُ مَنْ عَلِمَہُ وَ جَہَلَہُ مَنْ جَہَلَہُ۔ بیماری کے علاج کو جاننے والے جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے انہیں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ حکیم اور ڈاکٹر اپنے علم اور تجربے کے مطابق علاج کرتے ہیں، پھر بعض مریض شفا یاب ہو جاتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے وجہ یہی ہے کہ بعض اوقات بیماری کی تہ تک بڑے بڑے ڈاکٹر بھی نہیں پہنچ پاتے اور مریض موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ سب چیزوں کو جاننے والا اللہ ہی ہے جو علام الغیوب ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دوائی کا استعمال مستحب اور مباح ہے اس کے باوجود اگر کوئی شخص اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے دوائی استعمال نہ کرے تو یہ کوئی گناہ کی بات نہیں بلکہ توکل علی اللہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی مستند کتاب ہے جو اورنگ زیب عالمگیر کی نگرانی میں پانچ سو علماء کے بورڈ نے تیار کی تھی۔ عالمگیر خود اس میں اصلاح کا مشورہ دیتا تھا کیونکہ اس نے خود جید علماء سے تعلیم حاصل کی تھی اور فقہ اور اصول فقہ سے واقف تھا۔ چھ جلدوں کی اس ضخیم کتاب کا ترجمہ جہلم کے ایک مولوی محمد صادق صاحب نے نہایت عمدہ طریقے سے کیا ہے، ایک طرف عربی عبارت اور دوسری طرف اردو ترجمہ ہے۔ مولوی صاحب کی اس پچیس تیس سالہ محنت کی بدولت اس کتاب سے مستفید ہونا بہت آسان ہو گیا ہے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ کا فتاویٰ بھی نو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں بھی ہر قسم کے مسائل

ہیں جن سے اردو دان حضرات مستفید ہو سکتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کا فتاویٰ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا گنگوہی کا فتاویٰ صرف ایک جلد میں اسی نوے سال پہلے شائع ہو گیا تھا بہر حال قضا کا مالگیری میں یہی فتویٰ دیا گیا ہے کہ دولائی کا استعمال جائز ہے بلکہ مستحب ہے مگر اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ جس نے بیماری دی ہے شفا بھی وہی دے گا، دولائی نہ استعمال کرنا بھی درست ہے یہ کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔



## کلمہ تو حید کا اجر و ثواب

عَنْ تَمِيمِ بْنِ الدَّرَدِي قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدٌ أَحَدٌ صَمَدٌ لَمْ يَتَّخِذْ  
صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَلَا وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ  
كُتِبَ لَهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ حَسَنَةٍ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۳)

حضرت تميم داری روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ کلمہ دس مرتبہ پڑھے گا اس کے لیے چالیس ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ کلمہ یہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدٌ أَحَدٌ صَمَدٌ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا وَلَا وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایکلا ہے یگانہ ہے، بے نیاز ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ یہ کلمہ تو حید ہے تو تقریباً سورہ اخلاص ہی کا مفہوم ہے اس کلمہ میں اللہ نے اتنی برکت رکھی ہے کہ دس مرتبہ پڑھنے والے کو چالیس ہزار نیکیوں کا اجر نصیب ہو جاتا ہے۔



## گھوڑے کی خدمت پر اجر

عَنْ شَرَجِيلِ بْنِ مُسْلِمٍ الْجَوْلَانِيِّ أَنَّ رَوْحَ بْنَ أَتْبَاعٍ ذَا رَمِيمٍ الدَّارِيَّ فَوَجَدَهُ يَنْقِي شَعِيرًا لِفَرَسِهِ قَالَ وَحَوْلَهُ أَهْلُهُ فَقَالَ لَهُ رَوْحٌ أَمَا كَانَ فِي هَؤُلَاءِ مَنْ يَكْفِيكَ قَالَ تَمِيمٌ لِي وَالْكَئِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ أَمْرِ مُسْلِمٍ يَنْقِي لِفَرَسِهِ شَعِيرًا ثُمَّ يَعْلَمُهُ عَلَيْهِ إِلَّا كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ حَبَّةٍ حَسَنَةٌ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۰۳)

حضرت روح بن اتباعؓ تابعین میں سے ہیں۔ ان کے متعلق شرجیل ابن مسلم بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ حضرت تميم دارىؓ کے گھر گئے تو دیکھا کہ آپ اپنے گھوڑے کے لیے جو بھگو رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کے ارد گرد آپ کے گھروالے بھی موجود تھے۔ تو روحؓ نے حضرت تميمؓ سے پوچھا کیا آپ کے گھروالوں میں سے ایسا کوئی شخص نہیں جو آپ کی جگہ یہ کام کرے یعنی گھوڑے کے لیے جو بھگوئے؟ حضرت تميم دارىؓ نے جواب دیا کہ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے سن رکھا ہے کہ جو مسلمان آدمی اپنے گھوڑے کے لیے جو بھگو تا ہے اور پھر اسے اسکے گلے میں لٹکا دیتا ہے تاکہ وہ کھالے تو فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ ہر دانے کے بدلے میں نیکی عطا کرتا ہے۔ کہنے لگے میں اس وجہ سے یہ کام خود کر رہا ہوں وگرنہ میرے گھروالے بھی یہ کام کر سکتے ہیں۔

## دین اسلام کی برکات

عَنْ تَيْمِمْ الدَّارِمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَبْلُغَنَّ هَذَا الْأَمْرُ مَا بَلَغَ الْبَيْتُ وَالنَّهَارُ وَلَا يَتْرُكُ اللَّهُ بَيْتَ مَكَّةَ وَلَا وَبَرَ إِلَّا أَخْلَعَهُ اللَّهُ هَذَا الثَّيْبَ بَعِثَ عَزِيزٌ وَبَنَاتُ خَلِيلٍ عَنِ يَعْنِي اللَّهُ بِهِ الْإِسْلَامَ وَذَلِكَ يَدُلُّ اللَّهُ بِهِ الْكُفْرَ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۳)

حضرت تميم داریؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا کہ یہ یومین اسلام ضرور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک رات اور دن پہنچتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ کا یہ سچا دین زمین کے کونے کونے تک پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ اس دین کے بغیر کچے یا پکے گھر کو نہیں چھوڑے گا۔ پھر صاحب عزت آدمی اس دین کو عزت کے ساتھ قبول کریگا اور جو خود ذلیل ہے وہ ذلیل ہو کر ہی رہے گا۔ تميم داریؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود مشاہدہ کیا کہ میرے خاندان کے جن لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کیا خدا تعالیٰ نے ان کو عزت دی اور جو کفر پر اڑے رہے وہ ذلیل و خوار ہی ہوئے اور بالآخر مغلوب ہو کر جزیہ دینا قبول کیا۔

## ایک سو آیات کی تلاوت کا اجر

عَنْ تَمِيمِ الدَّرَدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قُرْآنٌ لَيْلَةٍ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۳)

حضرت تميم داریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کے وقت ایک سو آیات کی تلاوت کرے خواہ نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ بشرطیکہ ایمان اور اخلاص موجود ہو اور نیت بھی پاک ہو تو اس کے لیے ساری رات کی عبادت لکھی جائے گی۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو غافلین میں نہیں لکھے گا۔

## مسلمان بھائی کی خیر خواہی کا اجر

عَنْ مُسْلِمَةَ بِنْتِ حُلَيْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا فِي الثُّبَيَّا سَتَرَهُ اللَّهُ عِزًّا وَجَلًّا فِي الثُّبَيَّا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ تَجَسَّسَ مَكْرُومًا فَلَا اللَّهُ عَنْكَ كَرَمٌ مِنْ كَرَمِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ — أَخْبَاهُ كَانَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَلًّا فِي حَاجَتِهِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۰۴)

حضرت سلمہ ابن ملکہ صحابی رسول ہیں۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں آپ مصر کے گورنر بھی رہے ہیں۔ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عقبہؓ حدیث سننے کے لیے ان کے پاس سفر کر کے آئے۔ مدینہ سے مصر تک لمبا سفر تھا مگر حضور علیہ السلام کی حدیث کے ساتھ محبت آپ کو وہاں تک لے گئی۔ تو یہ حضرت مسلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی دوسرے مسلمان کی اس دنیا میں ستر پوشی کی یعنی اس کی خطا کو ظاہر نہیں کیا تو فرمایا اے شخص کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ستر پوشی فرمایا گا۔

اس کے علاوہ حضور علیہ السلام نے دوسری بات یہ فرمائی کہ جس شخص نے کسی مصیبت زدہ شخص کو اس کی مصیبت سے رہائی دلائی کسی کو کوئی جسمانی تکلیف تھی، مالی پریشانی تھی یا کسی کا خوف لاحق تھا تو اس نے اس وقت میں اس کی حوصلہ افزائی کی اور اس کی مصیبت سے نجات دلائی تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کی تکلیف سے چھڑا دے گا۔ پھر آپ نے تیسری بات یہ فرمائی کہ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں فکرمند ہوتا ہے اور اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجات کو پورا کرنے کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ یا اس کی نیک نیتی کا اجر ہے۔

## خطبہ جمعہ کے آداب

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَلَ وَاغْتَسَلَ وَغَلَّ وَابْتَكَرَ فَكُنَّا وَانْصَتَ وَكَوْ يَلْعُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطُوبَةٍ كَأَجْرِ سَنَةِ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۴)

صحابی رسول حضرت اوس بن اوس بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن خود غسل کیا اور اپنا لباس بھی دھویا۔ پھر وہ نماز جمعہ کے لیے تیاری کر کے جلدی جاری مسجد کی طرف پیدل چل کر گیا اور امام کے قریب جا کر بیٹھ گیا پھر اس نے غلوشی کے ساتھ خطبہ جمعہ سنا اور اس دوران کوئی کلام نہیں کیا تو فرمایا ایسے شخص کے ہر قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو ایک سال کے روزوں اور ایک سال کے قیام کا ثواب عطا فرمائے گا بشرطیکہ اس نے مذکورہ کام پورے کئے ہوں یعنی خود غسل کیا کپڑے دھوئے پیدل چل کر جلدی مسجد میں گیا، امام کے قریب بیٹھا اور پوری غلوشی کے ساتھ خطبہ جمعہ سنا کوئی فضول بات نہیں کی اور پھر نماز ادا کی۔

## نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ

عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَرِثِ أَوْ الْحَرِثِ بْنِ غُضَيْفٍ قَالَ مَا نَسِيتُ  
مِنْ الْأَشْيَاءِ مَا نَسِيتُ إِنْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَاضِعًا يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۵)

راوی کے نام میں کچھ تردد ہے کہ آپ کا نام غضیف ابن حریث ہے یا حریث ابن غضیف  
ہے۔ تاہم اول الذکر نام زیادہ مشہور ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بہت سی باتیں بھول سکتا ہوں  
مگر یہ بات میں نہیں بھول سکتا بلکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے نماز کے دوران اپنا دائیں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا ہوا  
تھا۔ مطلب یہ ہے کہ دورانِ قیام ہاتھ باندھنے کا سنوں طریقہ یہی ہے کہ دائیں ہاتھ بائیں  
ہاتھ کے اوپر رکھا جائے نہ کہ اس کے برعکس بائیں ہاتھ دائیں پر رکھا جائے۔

## چھوٹے فوت شدگان بچوں کی والدین کیلئے سفارش

عَنْ شُرَيْبِ بْنِ شَطَعَةَ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّكَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
يَعَالَى لَكُمْ لَوْلَا أَنْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ قَالَ فَيَقُولُونَ يَا رَبِّ حَتَّى  
يَنْخُلَ أَبَاؤُنَا وَ أُمَّهَاتُنَا..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۵)

حضرت شریب بن شطعہ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت والے دن چھوٹے فوت شدہ بچوں سے فرمایگا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تو وہ عرض کریں گے پروردگار! ہم تو جنت میں اس وقت داخل ہوں گے جب ہمارے والدین بھی جنت میں داخل ہوں گے۔ ترمذی شریف کی روایت میں یہ بشرط بھی ہے کہ کوئی مؤمن جس کا چھوٹا بچہ فوت ہو جائے اور وہ اس پر جنت فرع نہ کرے نہ شریکہ رسوم ادا کرے بلکہ صبر کرے تو اس کیلئے یہ وعدہ ہے کہ فوت شدگان چھوٹے بچے اس مؤمن مرد یا عورت کیلئے سفارش کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ ان بچوں سے فرمایگا کہ تم جنت میں کیوں نہ داخل ہوتے تو وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! ہمارے والدین کو بھی جنت میں داخل کر ہم اس کے بعد داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمایگا اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ وَ جَاؤُمْ اور تمہارے والدین جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر وہ سب جنت میں چلے جائیں گے۔

## زمانہ فتن کے دوران لاکھ عمل

عَنْ خَرِشَةَ بْنِ الْحُسَيْنِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتَكُونُ مِنْ  
بَعْدِي فِتْنَةٌ النَّاسُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْبَقَطَانِ  
وَالْقَاعِدِ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمِ فِيهَا  
خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي فَمَنْ أَتَتْ عَلَيْهِ فَلْيَبْشُرْ بِنَفْسِهِ  
إِلَى صَفَاةٍ فَلْيَضْرِبْ بِهَا حَتَّى يَنْكَبِسَ ثُمَّ لْيَضْطَبِعْ  
لَهَا حَتَّى تَجْعَلَ عَمَّا انْجَلَتْ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت خرشہ ابن حُرث بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو  
یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد فتنے پیدا ہوں گے۔ اس دوران میں سونے والا شخص بیدار  
آدنی سے بہتر ہوگا اور بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا آدنی دور  
والے سے بہتر ہوگا۔ مطلب یہ کہ کوئی آدنی ان فتنوں میں جتنا کم حصہ لیگا اتنا ہی اس کے لیے  
بہتر ہوگا۔

حضور علیہ السلام کے بعد کئی قسم کے فتنے جنم لیں گے جن میں گمراہی اور بد اعتقادی کے فتنے  
عام ہوں گے۔ جسمانی فتنے تو انسان کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں مگر اعتقادی فتنے آخرت  
میں بھی ساتھ چلتے ہیں۔ ایک اور روایت میں حضور علیہ السلام نے ان فتنوں سے بچنے کے لیے یہ  
دعا بھی سکھائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا اَوْ اَمْوَالِنَا  
دین کے بارے میں ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ فرما کیونکہ دینی فتنے دنیا کے علاوہ آخرت  
میں بھی تباہ کن ثابت ہوں گے۔ ظاہری لحاظ سے لڑائی جھگڑاے اور دنگ فساد کے فتنے  
پھری، طاقت اور قتل و غارتگری کے فتنے عام ہونگے اور دینی فتنے گمراہی اور سوء اعتقاد کے



ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص ان فتنوں میں جس قدر کم حصہ لے گا اس قدر اس کے لیے بہتر ہو گا۔

فرمایا جو شخص ان فتنوں کا زمانہ پالے۔ اسکو چاہیئے کہ اگر اس کے پاس تلوار ہے تو اس کو پتھر پر مار کر توڑ دے اور لیٹ جائے یہاں تک کہ غلنے ختم ہو جائیں۔ بہر حال ان فتنوں میں حصہ نہ لے۔ یہ ایسا زمانہ ہو گا جس میں لوگ حق و ناحق میں قیہ نہیں کریں گے بلکہ محض قصب عناد اور ضد کی بناء پر ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ ایسی چیزوں سے بچ کر رہنا ہی بہتر ہو گا۔

## فوت شد نمازوں کی ترتیب

عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَبَاحٍ وَكَانَ قَدْ أَذَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 عَامَ الْأَحْزَابِ صَلَّى الْمَغْرِبَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ هَلْ عَلِمُوا  
 أَحَدُكُمْ مِنْكُمْ إِنِّي صَلَّيْتُ الْعَصْرَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 مَا صَلَّيْتَهَا فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى الْعَصْرَ  
 ثُمَّ أَعَادَ الْمَغْرِبَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

صحابی رسول حضرت حبیب بن سباح بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے سال جب  
 ہم مغرب کی نماز ادا کر کے فارغ ہوئے تو حضور نے فرمایا، کیا تم میں سے کوئی شخص جانتا ہے کہ  
 میں نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! آپ نے عصر کی نماز تو ادا  
 نہیں کی۔ پھر آپ نے مؤذن کو آذان کہنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد  
 مغرب کی نماز دہرائی۔

اس سے ترتیب نماز کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔ صاحب ترتیب وہ مسلمان کہلاتا ہے جس کی  
 پانچ سے کم نمازیں قضا ہوتی ہوں۔ ایسے شخص کو فوت شدہ نمازوں کو ان کی ترتیب کے ساتھ  
 قضا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر پانچ یا زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں تو پھر ان کو ترتیب کے ساتھ  
 پڑھنا ساقط ہو جاتا ہے ان کو آگے پیچھے بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

## بہتر لوگ کون ہیں

كَانَتْ ثَنِي أَبُو جُنَعَةَ قَالَ تَعَدُّنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ قَالَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ أَحَدٌ خَيْرٌ مِنَّا أَسْلَمْنَا مَعَكَ وَجَاهَدْنَا مَعَكَ قَالَ نَعُو قَوْمٌ يَكُونُونَ مِنِّي بَعْدِي يَوْمُ مَنُونٍ بَلَىٰ وَ لَسُو يَكُونُونَ.

(مسند ابن جریر جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت ابو جمعہ حبیب بن سباع بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے حضور علیہ السلام کے ساتھ صبح کا نافذ کیا۔ اس وقت ہمارے ساتھ ابو عبیدہ بن جراح بھی تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ خاندان قریش کے یہ قدیم الاسلام اور عظیم المرتبت شخصیت ہیں۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، حضور! کیا ہم سے بہتر بھی کوئی لوگ ہوں گے؟ ہم آپ کے ساتھ اسلام لاتے ہیں اور آپ کی محبت میں جہاد کیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم بے شک بہتر لوگ ہو مگر تم سے بہتر وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ تم تو مجھے دیکھ کر ایمان لاتے ہو مگر وہ ایسے لوگ ہوں گے جو بن دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے تم تو میری مجلس میں بیٹھتے ہو تمہارے سامنے دی کا نزل ہوتا ہے، تم معجزات دیکھتے ہو مگر وہ ان چیزوں سے محروم ہونے کے باوجود ایمان لائیں گے لہذا وہ زیادہ قابلِ داد ہوں گے۔

## حضور علیہ السلام کے بعد جھگڑوں کا آغاز

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ وَائِلَةَ ابْنِ اسْتَعْمَرَ يَقُولُ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَزْعَمُونَ أَنِّي مِنَ الْخَيْرِكُمْ وَفَاءٌ إِلَّا إِلَيَّ مِنْ أَوْلِكُمْ وَفَاءٌ وَ تَتَّبِعُونِي أَفْنَادًا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت ربیعہ بن یزید روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت وائلہ ابن استعمار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر سے باہر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم گمان کرتے ہو کہ میری وفات تمہارے بعد ہوگی؟ نہیں بلکہ میں تم سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا اور تم میرے بعد میرے پیچھے آؤ گے۔ اس دوران تمہارے درمیان بڑے اختلافات اور جھگڑے ہوں گے اور تم ایک دوسرے کو براہ و برباد کرو گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ حضور علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور صحابہ کرامؓ کے آخری دور میں بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے بڑے جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے جو ہمیشہ قائم رہے۔

## اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان

عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَمِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَنْ اللَّهِ عَنَّا وَكَلَّا أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي رُبِّي فَلْيُظَنِّ رُبِّي مَا شَاءَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت وائلہ ابن الاسقعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں، لہذا بندہ جو چاہے میرے ساتھ گمان کرے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمیشہ اچھا گمان رکھنا چاہیے۔ وہ وحدہ لا شریک ہے، رحیم و کریم ہے اور غلطیوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اللہ کے ساتھ بدگمانی کا نتیجہ خراب ہی برآمد ہوگا لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ دوسری روایت میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ لوگو! کوشش کرو کہ تمہاری موت واقع نہ ہو مگر ایسی حالت میں کہ اللہ کے بارے میں تمہارا گمان اچھا ہو۔

## تین بڑے بہتان

عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ النَّصْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ  
وَاثِلَةَ بْنَ أَشْثَعٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفَرَسِ أَنْ يَتَّعَى التَّجَلُّدَ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ  
وَيُورِيَ عَيْنَيْهِ فِي الْمَنَامِ مَالَهُ تَسْ يَا أَوْ يَقُولَ عَلَى رَأْسِهِ  
اللَّهُ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ يَقُلْ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

حضرت عبدالواحد بن عبداللہ نصری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ ابن اسقعؓ کو یہ  
کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑے بہتان یہ تین  
ہیں۔ پہلا یہ کہ کوئی شخص اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف کرے۔ خاندان  
کی تبدیلی اسی زمہ میں آتی ہے۔ اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف نسبت حرام ہے اور  
بہت بڑا بہتان ہے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو شخص ایسا کریگا وہ جہنم رسید ہوگا۔

فرمایا دوسرا بڑا بہتان یہ ہے کہ کوئی شخص خواب میں آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو اس نے  
نہیں دیکھی جس شخص نے کوئی خواب دیکھا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اسے من و عن بیان کرے  
اور اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کرے جو چیز خواب میں نہیں دیکھی اس کو لوگوں کے سامنے بیان  
کرنا تو غلط اور جھوٹ ہے۔ فرمایا تیسرا بڑا بہتان یہ ہے کہ کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی طرف وہ بات منسوب کرے جو آپ نے نہیں کہی غلط روایت بیان کرنا بڑے گناہ کی  
بات ہے۔ دوسری روایت میں اس طرح آتا ہے کہ جس شخص نے میری طرف کوئی غلط بات  
منسوب کی۔ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَكُمْ مِنَ النَّارِ اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش  
کرنا چاہیے۔ اگرچہ کسی عام انسان کی طرف بھی غلط بات منسوب کرنا گناہ ہے مگر حضور نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ان کی بات کو منسوب کرنا تو بہت بڑا افتراء ہے۔ لوگ آپ

کی طرف منسوب کردہ غلط بات سن کر اس کے مطابق عقیدہ بنائیں گے اور اس پر عمل کریں گے تو ایسی بات کو قانونی حیثیت حاصل ہو جائیگی مالا محض حضور علیہ السلام نے ایسی بات نہیں کی۔ یہ تو دین میں مداخلت کرنے والی بات ہے جس سے گمراہی پھیلنے کا اندیشہ ہے لہذا ایسی حرکت کو بہت بڑا بہتان قرار دیا گیا ہے۔



## تورات، زبور اور انجیل کا نعم البدل

عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ أُعْطِيتُ مَكَانَ التَّحْفَةِ السَّبْعِ وَأُعْطِيتُ مَكَانَ  
النَّبِيِّ الْمَيِّتِ وَأُعْطِيتُ مَكَانَ الْإِنجِيلِ الْمُسْلَمِ وَ  
فُضِّلْتُ بِالنَّفْعِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۷)

حضرت وائلہ ابن اسقعؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تورات کی جگہ سات لمبی سورتیں عطار فرمائیں۔ یہ قرآن کی پہلی سات سورتیں ہیں جن کو سبع طوال کہا جاتا ہے۔ پھر آپؐ فرمایا کہ مجھے زبور کی جگہ مئین سورتیں عطار کی گئی ہیں جن کی آیات سو کے قریب ہیں۔ فرمایا انجیل کی جگہ مجھے مثنی سورتیں عطار کی گئی ہیں جو کہ لمبی سورتوں کے بعد دوسرے درجے کی سورتیں ہیں۔ اور مفصل سورتیں جو قرآن پاک کی ساتویں منزل پر مشتمل ہیں یہ اللہ نے مجھے بطور فضیلت عطار فرمائی ہیں مفصل سورتوں میں کچھ درمیانی اور کچھ چھٹی سورتیں ہیں مگر ان میں اللہ تعالیٰ نے مختصر الفاظ میں علوم و معارف کے عجیب و غریب دریا بہا دیے ہیں۔



# کتاب ساریہ کا نزول رمضان المبارک میں

عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْمَعِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُنْزِلَتْ صُحُفُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي أَوَّلِ لَيْلَتِهِ مِنْ رَمَضَانَ وَأُنْزِلَتِ التَّوْرَةُ لِإِسْحَاقَ مُضَيْنَ مِنْ رَمَضَانَ وَالْإِنْجِيلُ لِثَلَاثِ عَشَرَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ وَأُنْزِلَ الْفُرْقَانُ لِأَرْبَعِ وَ عَشْرِينَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ۔  
(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۷)

حضرت وائلہ بن اسقعؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی پہلی شب کو نازل فرمائے جیسا کہ سورۃ الاعلیٰ میں ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِہِ صُحُفِ اِبْرٰہِیْمَ وَ مُوسٰی۔ صحیفہ چھوٹی کتاب یا رسالہ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور بعض دیگر انبیاء پر بہت سے صحیفے نازل فرمائے۔ پھر فرمایا اللہ نے تورات کو رمضان کے چھ دن جب گزرے تھے تو نازل فرمایا۔ اور انجیل کو رمضان کی تیرہ راتیں گزرنے پر نازل فرمایا اور پھر قرآن کریم کو رمضان کی چوبیس راتیں گزرنے پر نازل فرمایا۔

## حضور علیہ السلام کے خاندان کی فضیلت

عَنْ وَائِلَةَ بْنِ اسْتَعْمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ اللَّهُ اصْطَفَى كَنَانَةً مِنْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى مِنْ بَنِي كَنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۷)

حضرت وائلہ ابن اسقع بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل میں بنی کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھے منتخب فرمایا۔ اس حدیث میں حضور علیہ السلام کے خاندان کی فضیلت کا بیان ہے۔ آپ کا خاندان جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔ انہوں نے بابل سے ہجرت کی آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ سارہؓ بھی تھیں۔ آپ مصر پہنچے۔ وہاں سے آپ نے حضرت ہاجرہؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ پھر شام و فلسطین آگئے۔ اللہ نے ہاجرہؓ کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام اور سارہؓ کے بطن سے اسحاق علیہ السلام جیسے فرزند عطا فرمائے اب دنیا کی بیشتر آبادی انہی کی اولاد میں سے ہے۔ حضرت اسحاقؓ تو فلسطین میں آباد ہوئے اور اللہ نے آپ کی اولاد میں ہزاروں نبی پیدا کئے اور اسماعیل علیہ السلام عرب میں آباد ہوئے۔ اس حدیث میں مذکورہ خاندان آپ کی اولاد میں سے ہیں اور پھر آخر میں اللہ نے اپنے آخری نبی کو آپ ہی کی اولاد میں سے منتخب فرمایا۔

## عصیت کی تعریف

عَنْ فُصَيْلَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ ابْنِي يَقُولُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمِنْ الْعَصِيَّةِ أَنْ يُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهُ قَالَ لَا وَلَكِنْ مِنَ الْعَصِيَّةِ أَنْ يَنْصِيَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۷)

فیلہ حضرت دائلم بن اسحاق کی بیٹی ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا، حضور کیا اپنی قوم سے بھٹ کر ناعصیت میں داخل ہے؟ فرمایا قوم، خاندان یا برادری سے محبت کرنا عصبیت نہیں بلکہ یہ تو خوبی کی بات ہے۔ البتہ عصبیت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے خاندان یا برادری کے کسی شخص کی مدد کرے جبکہ وہ ظلم کا مرتکب ہو اور کسی کی ناجائز مدد کرنا خواہ وہ کتنا ہی قریبی ہو۔ ناجائز اور حرام ہے اور یہی تعصب ہے۔ چاہیے تو یہ کہ آدمی مظلوم کی مدد کرے اور اسے ظالم کے نیچے استبداد سے نجات دلائے خواہ وہ اپنا ہو یا بیگانہ۔ اسی عصبیت میں لوگ بتلا ہو کر تباہ ہو گئے ہیں کہ وہ ظالم کی مدد کرنے لگے۔ البتہ اپنے عزیز و اقارب کے لیے بہتری کی بات سہجنا تعصب نہیں ہے۔

## مسجد قبائیں نماز پڑھنے کا اجر

عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ حَتَّى يَأْتِيَ هَذَا الْمَسْجِدَ يَعْنِي مَسْجِدَ قَبَاءَ فَيُصَلِّيَ فِيهِ كَانَ كَعَدْلِ عُمْرَةٍ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۸۷)

حضرت سہل بن حنیفؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص گھر سے نکلے اور اس مسجد یعنی مسجد قبائیں آکر نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک عمرے کے برابر ثواب عطا کرتا ہے۔ اس مسجد میں صرف دو رکعت نماز ادا کرنے کا اس قدر ثواب ہے حالانکہ عمرہ ادا کرنے کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے، احرام کی پابندی، بیت اللہ کا طواف، صفا و مہرہ کی سعی کرنا ہوتی ہے مگر مسجد قبا کو اللہ نے اتنی فضیلت بخشی ہے کہ صرف دو رکعت نماز پڑھنے سے عمرے کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

مسجد قبا مسجد نبوی سے اڑھائی تین میل کے فاصلہ پر محلہ بنی سالم میں ہے۔ ہجرت پر تشریف لائے وقت حضور علیہ السلام اس محلہ میں کچھ دن ٹھہرے تھے اور اللہ کے حکم سے اس اولین مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔

## تین اہم مسائل

مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ مَوْلَى سَهْلِ بْنِ حَنِيفٍ مِنْ بَنِي سَاعِدَةَ  
أَخْبَرَهُ أَنَّ سَهْلًا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بَعَثَهُ قَالَ أَنْتَ رَسُولِي إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ قُلْ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَنِي يَقْرَأُ عَلَيْكُمْ السَّلَامَ  
وَ يَأْمُرُكُمْ بِثَلَاثٍ لَا تَخْلِفُوا بِغَيْرِ اللَّهِ وَ إِذَا تَخَلَّيْتُمْ  
فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوا وَهَآؤَ لَا تَسْتَجِبُوا بِعُطْمٍ  
وَلَا بِبَعْضَةٍ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۷)

حضرت سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ تم میرے  
قاصد ہو، اہل مکہ کے پاس جا کر سلام کہو اور پھر ان کو تین باتوں کا حکم دو۔ انہیں بتا دو کہ اللہ کے  
رسول نے مجھے یہ تین مسائل سمجھانے کے لیے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کے سوا کسی کی قسم نہ کھاؤ۔ قسم اٹھانا تو ویسے ہی اچھی بات نہیں  
تاہم اگر ایسا کرنا ہی پڑے تو پھر صرف اللہ کے ذاتی یا کسی صفاتی نام کی قسم اٹھاؤ۔ کسی انسان، جن، بھو  
پریت یا فرشتے کی قسم اٹھانا جائز نہیں۔ اگر ایسا کر گئے تو اس کا مطلب یہ لیا جائیگا کہ تمہارے دل  
میں غیر اللہ کی توہم ایسی ہی ہے جیسی اللہ کی تعظیم ہوتی ہے اگر یہ بات ہے تو یہ تو قطعی شرک  
ہو گیا اور اگر غرض رواداری میں غیر اللہ کی قسم اٹھالی ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔ لوگ یونہی باپ  
بیٹے، سر، دودھ، درخت، جنات یا نبی کی قسم اٹھا لیتے ہیں جو کہ قطعی ناجائز ہے۔

حضور علیہ السلام نے دوسرا مسئلہ یہ سمجھایا کہ جب تھنائے حاجت کے لیے بیٹھو تو قبلے کی طرف  
نہ رخ کرو اور نہ بیٹھو۔ استنجا پاک کرتے وقت بھی یہی حکم ہے۔ ایسا کرنا اللہ کے مقدس گھر کے  
ادب کے خلاف ہے۔

آپ نے تیسری بات فرمائی کہ ہڈی یا مینگنی کے ساتھ استنجا پاک نہ کر دے بلکہ دھیلے پتھر  
 دے، کپڑا یا کتھوپیر وغیرہ استعمال کر دے، اور پانی سے اچھی طرح صاف کر لو۔ دوسری روایت  
 میں آتا ہے کہ ہڈی جھٹات کی خوراک بنتی ہے لہذا اسے ناپاک چیز کے ساتھ آلودہ نہیں کرنا چاہیئے  
 حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ فضلے مابت  
 میں استعمال کرنے کے لیے ڈھیلے اٹھا کر لاؤ۔ ان کو صرف دو ڈھیلے ملے وہ لے آئے اور ایک اونٹ  
 کی مینگنی اٹھا لائے۔ آپ نے وہ مینگنی یہ کہتے ہوئے پھینک دی کہ اِنْہَا رَجَسٌ یہ خود ناپاک  
 ہے اس لیے استنجا پاک نہیں ہو سکتا۔

## مظلوم کی مدد ضروری ہے

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حَنِيفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَخْلَعَ عِنْدَهُ مُؤْمِنًا فَلَمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَنْصُرَهُ أَذَلَّهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۷)

حضرت سہل بن حنیفؓ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی موجودگی میں کسی مومن آدمی کو ذلیل کیا جا رہا ہو۔ گالی گلوچ کی جا رہی ہو۔ یا مارا پیٹا جا رہا ہو اور پھر دوسرا مومن اس کی مدد نہ کرے حالانکہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہو، تو فرمایا ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن سب لوگوں کے سامنے رسوا کرے گا۔ اس کا فرض تھا کہ وہ مظلوم کی مدد کرتا مگر اس نے اپنے فرض میں کوتاہی کی۔ لہذا اللہ تعالیٰ اسے ساری مخلوق کے سامنے ذلیل و رسوا کر دیگا۔ ثابت ہوا کہ مسلمان کو اپنے مسلمان مظلوم بھائی کی حسب استطاعت ضرور مدد کرنی چاہیئے ورنہ وہ گنہگار ہوگا۔

## اللہ کے سائے میں جگہ

عَنْ سَهْلِ بْنِ حَنْتَفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعَانَ مُجَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ غَادِمًا فِي عُسْرَتِهِ أَوْ مُكَاتِبًا فِي رَقَبَتِهِ أَظَلَّهُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلُّ إِلَّا ظِلُّهُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۸۶)

حضرت سہل بن حننفؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مدد کی، اس کیلئے سواری کا بندوبست کر دیا، اسلحہ دیا یا زاد راہ کے لیے کچھ دیا، وہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ میں جگہ پائے گا جس دن اس کے سلتے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا یعنی قیامت والے دن۔

اپنے یہ بھی فرمایا کہ جس شخص نے کسی قرضدار کی مدد کی، بقروض ہے مگر قرض ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اسکی ادائیگی میں مدد کی یا اس کو مہلت دی تو وہ بھی قیامت والے دن ظل الہی میں ہوگا۔ فرمایا تیسرا وہ شخص بھی قیامت والے دن اللہ کے سلتے میں ہوگا جس نے مکاتب غلام کی مدد کی۔ وہ معاوضہ ادا کر کے آزادی حاصل کرنا چاہتا ہے مگر اس کے پاس معقول وسائل نہیں ہیں تو یہ شخص اس معاملہ میں اس کی اعانت کرتا ہے تو یہ بھی عند اللہ ماجور ہوگا۔ اور قیامت کے دن ظل الہی میں ہوگا۔



## تنگی اور فراخی کا زمانہ

عَنْ أَبِي حَرْبٍ أَنَّ طَلْحَةَ حَدَّثَهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَيْتُ لِلْبَيْتَةِ  
وَكُنْتُ لِي بِهَا مَعْرِفَةً فَنَزَلْتُ فِي الصُّفَةِ مَعَ رَجُلٍ  
فَكَانَ بَنِي وَبَيْنَهُ كُلَّ يَوْمٍ مَدٌّ مِنْ تَمْرِ فَصَلَّى رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ  
قَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ الصُّفَةِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحْرَقْ  
بَطْنُ نَا الشَّمْسِ وَتَخَرَّقَتْ عَنَّا الْخَنَفُ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۷۸۷)

ابو حرب بیان کرتے ہیں کہ صحابی رسول حضرت طلحہؓ نے یہ واقعہ خود ان کے سامنے بیان کیا کہ میں مدینہ طیبہ آیا اور اس وقت شہر میں کوئی جان پہچان نہیں تھی۔ لہذا میں ایک اور آدمی کے ساتھ مسجد کے ایک کونے میں قیام پذیر اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا۔ یہ وہ بے گھر بار لوگ تھے جو مسجد میں رہ کر دین حاصل کرتے تھے اور ان کی خورد و نوش کا انتظام بھی خود حضور علیہ السلام فرماتے تھے تو یہ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ اہل صفہ میں سے مجھے اور میرے دوسرے ساتھی کو ہر روز ایک مَد (قریباً نصف سیر) کھجوریں بطور خوراک ملتی تھیں جو ہم آپس میں تقسیم کر لیتے تھے کہتے ہیں کہ ایک روز حضور علیہ السلام نے صبح کی نماز ادا فرمائی۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اصحاب صفہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا، حضور! کھجوریں کھاتے کھاتے ہمارے سر پیٹ جل گئے ہیں اور اندر سخت گرمی پیدا ہو گئی ہے۔ کھجوروں کے علاوہ کوئی دوسری چیز کھانے کے لیے دستیاب نہیں ہوئی، لہذا ہمارے لیے کوئی بندوبست کریں۔ کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر حضور علیہ السلام منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: وَاللَّهِ لَوْ وَجَدْتُ خُبْرًا أَوْ لَحْمًا لَا طَعَمْتُكُمْ مَدًّا۔ اللہ کی قسم اگر میرے پاس روٹی یا گوشت ہوتا تو میں ضرور

تہیں وہی کھلاتا۔ لیکن یاد رکھو! اِنَّكُمْ تَوْشِكُوْنَ اَنْ تَذَرُکُمْ کہ تم پر ایک دور ایسا بھی آئے گا کہ تم ان چیزوں کو باافراط ہاؤ گے تمہیں کھانے کے لیے مختلف اشیاء میسر ہوں گی و مَنِ اَذْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اَنْ یَّزَاہَ عَلَیْكُمْ پالچھان۔ اور تمہارے حالات ایسے ہو جائیں گے کہ صبح شام تم پر گوشت روٹی کے ٹپ بڑے پیالے آئیں گے وَ تَبْلَسُوْنَ مِثْلَ اَسْتَدْرِ الْکَعْبَةِ اور تم کعبہ شریف کے غلاف کی طرح بہترین لباس زیب تن کرو گے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں اور میرا ساتھی اٹھارہ دن رات کی مسافت طے کر کے آئے تھے ہمارے پاس راستے میں کھانے کے لیے بھی کوئی چیز نہ تھی سوائے اس کے کہ ہم پہلو کے درخت کا پھل کھا کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ یہ وہی پہلو ہے جس سے سواک بنائی جاتی ہے اس کا پھل سیاہ اور سرخ ہوتا ہے اور اس میں چھوٹے دانے ہوتے ہیں۔ یہ پھل کھا کھا کر ہم نے اٹھارہ دن کا سفر کیا جتنی چٹنا اِلٰی اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ یہاں تک کہ ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس پہنچ گئے۔ فَوَاسُوْنَا وَ کَانَ خَیْرَ مَا اَصْبَنَّا هٰذَا التَّمْرَ انہوں نے ہمارے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا اور اس وقت ان کے پاس جو بہترین چیز تھی وہ یہی کھجوریں تھیں جو ہمیں ملتی رہیں اور ہم کھاتے رہے۔ بہر حال ایک شخص نے شکایت کی کہ ہمیں مسلسل کھجوریں کھانے سے گرمی ہو گئی ہے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب لوگوں کو تسلی دی کہ آج ذرا تکلیف کا زمانہ ہے جو ملتا ہے کھاؤ مگر ایک زمانہ عنقریب آنے والا ہے جب تمہیں کھانے کے لیے تمہاری من پسند ہر چیز باافراط ملے گی اور تمہارے لباس بھی بیش قیمت ہوں گے۔ اب صبر اور برداشت سے کام لو۔

## میسلمہ کذاب کی طرف سے قاصدوں کی آمد

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نَعِيْمٍ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَلْشَّجَعِيِّ عَدِيٍّ  
اَبِيهِ نَعِيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُوْلُ حِيْنَ قُرِئَ كِتَابُ مَسِيْلَمَةَ الْكَذَّابِ قَالَ لِّلرَّسُوْلَيْنِ  
فَمَا تَقُوْلَانِ اَنْتُمَا قَالَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى  
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ  
اَعْنَاقَكُمْ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸)

حضرت ابو مسعود اشجعی صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
میسلمہ کذاب کا خط پڑھا تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے قاصدو! اس خط کے متعلق  
تم دونوں یہ کہتے ہو تو وہ کہنے لگے کہ ہم بھی وہی کچھ کہتے ہیں جو اس خط والے یعنی میسلمہ کذاب نے  
خط میں کہا ہے۔ اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر سفیروں کے عدم قتل کا دستور نہ ہوتا تو میں تم  
دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔

اس حدیث میں میسلمہ کذاب کے خط کی تفصیلات نہیں ہیں، دوسری روایات سے تفصیل کا  
پتہ چلتا ہے یہ وہی نبوت کا جھوٹا داعی ہے جس نے حضور علیہ السلام کی زندگی میں ہی دعویٰ نبوت  
کیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس شخص کے خلاف جنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ دوسری روایات  
سے پتہ چلتا ہے کہ اس کذاب نے خط میں حضور علیہ السلام کو لکھا تھا کہ میں آپ کی نبوت کو تسلیم  
کر لیتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ مجھے اپنا خلیفہ مقرر کریں۔ ایک اور حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص  
نیک و فدا دے کر مدینہ آیا تھا۔ اور حضور علیہ السلام سے بالمشافہ گفتگو بھی کی تھی۔ یہ چاہتا تھا کہ آپ  
شہری نہ تھیں تو ان پر حکومت کریں اور دیہاتی علاقوں کی خلافت میرے سپرد کر دیں۔ اس وقت حضور  
علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک چمڑی تھی۔ آپ نے فرمایا تم حکومت چاہتے ہو میں تو تمہیں ایک

ایسی چھڑی بھی دیتے کے لیے تیار نہیں۔ ثبوت ابن قیسؓ انصار مدینہ میں سے بڑے فصیح و بلیغ خطیب تھے۔ آپ نے فرمایا تیری بات کا جواب میرے یہ صحابی دیں گے یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے۔

بہر حال خط پڑھ کر حضور علیہ السلام نے ان قاصدوں سے پوچھا کہ تمہارا اس خط کے مضمون کے متعلق کیا خیال ہے تو انہوں نے خط کے مندرجات کی تائید کی۔ اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر قاصدوں کا قتل دستور کے مطابق روا ہوتا تو میں ابھی تمہاری گردنیں تمہارے جسموں سے جدا کر دیتا کیونکہ تم نے جھوٹی نبوت کی تائید کی ہے۔

## کھانا کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ نَعْمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بِالصُّبْحَةِ عَامَ خَيْبَرَ فَلَمَّا صَلَّى الْعَصْرَ دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ فَلَمَوْ يُؤْتَى إِلَّا بِسَوِيْقٍ قَالَ أَكَلْنَا مِنْهُ فَلَمَّا كَانَتِ الْمَغْرِبُ تَمَضُّضٌ وَ تَمَضُّضُنَا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۸)

صحابی رسول حضرت سويد بن نعمان کہتے ہیں کہ خيبر والے سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صہبہاء کے مقام پر ٹھہرے۔ خیبر کی جنگ واقع حدیبیہ کے بعد ہوتی تھی اور اس میں وہی صحابہ شریک تھے جو واقع حدیبیہ میں شامل تھے۔ آپ نے عصر کی نماز اسی صہبہاء کے مقام پر ادا فرمائی۔ پھر آپ نے کھانا طلب فرمایا تو اس وقت ستویں تھے جو آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ دوران سفر لوگ خشک ستو ساتھ رکھتے تھے اور پھر انہیں پانی میں بھگو کر کھاتے تھے۔ بہر حال آپ نے اور صحابہؓ نے وہی ستو کھائے۔ پھر جب مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو حضور علیہ السلام اور صحابہ نے محض کلی کر کے نماز پڑھ لی، دوبارہ وضو نہیں کیا اس سے ثابت ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہاں کھانے کی وجہ سے منہ میں چکنا چٹ وغیرہ لگ گئی ہو تو کلی کر لینا کافی ہے اور اگر پہلا وضو ضائع ہو چکا ہے تو دوبارہ مکمل وضو کرنا پڑیگا۔

## حضور علیہ السلام کو حجرات کے باہر سے پکارنا

عَنْ الْأَقْرَبِ بْنِ حَابِسٍ أَنَّ نَاحِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حُمُرِي ذُبْنٌ وَإِنَّ خَرْقِي شَيْنٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَدَّثَ أَبُو سَلَمَةَ ذَاكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

اقرع ابن حابس قبیلہ تمیم کا سردار تھا۔ یہ بدو قسم کے لوگ بڑے اجڑے ہوتے تھے۔ ان کی تربیت آہستہ آہستہ ہوتی اور پھر کبھی جا کر ان میں صلاحیت اور نیکی پیدا ہوتی تھی یہ صاحب آئے اور حضور علیہ السلام کے حجرہ مبارک کے باہر کھڑے ہو کر آوازیں دینے لگے۔ بلند آواز سے یا رسول اللہ کہہ کر پکارا۔ بعض روایات میں یا محمد کا لفظ بھی آتا ہے۔ بہر حال اس شخص نے باہر کھڑے ہو کر آپ کو آواز دی مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس شخص نے کہا اللہ کے رسول، آپ سن لیں کہ میری طرف سے کی گئی تعریف زینت کا باعث ہوتی ہے۔ جب کہ میری طرف سے کی گئی تعریف زینت کا باعث ہوتی ہے جب کہ میری طرف سے کی گئی مذمت معیوب ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے کہا کہ جو شخص میری تعریف بیان کرتا ہے وہ اس کے لیے باعث زینت ہوتی ہے اور جو کوئی میری مذمت کرتا ہے وہ اس کے لیے عیب کا باعث بن جاتی ہے اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بات یہ شخص کہتا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جس کی تعریف باعث زینت اور جس کی برائی باعث عیب ہو۔ اُس وقت بعض لوگوں میں بدویت غالب تھی اور وہ اس قسم کی فضول باتیں بھی کر جاتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کے بارے میں سورۃ حجرات کی آیات نازل فرمائی۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ  
 (آیت - ۵) اگر یہ صبر کرتے اور آوازیں نہ دیتے یہاں تک کہ حضور علیہ السلام خود باہر آ جاتے  
 تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا مگر یہ لوگ جہالت کی وجہ سے آوازیں دینے لگتے ہیں۔ اللہ نے ان  
 کو اپنے نبی کا ادب سکھایا۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف فرما تھے کہ یہ شخص آیا اور پوچھا،  
 یہ عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ابو بکرؓ کی بیٹی اور میری بیوی ہے کہنے لگا کہ ہم دونوں  
 اپنی بیویوں کا آپس میں تبادلہ نہ کر لیں آپ نے فرمایا کہ یہ تو سخت بی حیائی کی بات ہے مطلب  
 یہ کہ بعض اجد قسم کے لوگ ایسی فضول باتیں بھی کر لیتے تھے۔ ان میں بڑی دیر کے بعد تہذیب آئی۔

---

## جنگ میں بے گناہ لوگوں کے قتل کی ممانعت

عَنْ رِبَاحِ بْنِ الرَّبِيعِ أَخْبَى حَنْظَلَةَ الْكَاتِبِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ  
أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي  
غَزْوَةِ غَزَاةٍ عَلَى مُقَتَّمَةَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَمَسَّ يَوْمَ  
وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ  
مُقَتُّوْلَةٍ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی رباح ابن ربیعؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک جہاد  
کے لیے حضور علیہ السلام کے ساتھ نکلے اور اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت خالد بن  
ولیدؓ کے ہاتھ میں تھی۔ اس زمانہ میں اور کچھ تبدیلی کے ساتھ عام طور پر فوج پانچ حصوں میں  
منقسم ہوتی تھی یعنی میمنہ (دایاں بازو) میسر (بایاں بازو) قلب (درمیانی حصہ) ساقہ (پچھلا  
حصہ) اور مقدمۃ الجیش (اگلا حصہ)۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ مقدمۃ الجیش میں شامل آگے چل رہے تھے کہ ہم نے  
کسی عورت کی لاش پڑی پائی۔ مقتولہ کی شکل و صورت اچھی تھی اور لوگ متعجب تھے کہ اس کو  
کس نے اور کیوں قتل کیا پھر پیچھے سے حضور علیہ السلام تشریف آئے۔ آپ سواری پر سوار تھے۔  
آپ کو دیکھ کر لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ حضور علیہ السلام نے اس لاش کے پاس کھڑے ہو کر  
فرمایا مَا كَانَتْ هَذِهِ لَتُقَاتِلَ اس عورت کو کس نے قتل کر دیا۔ یہ کوئی جنگجو عورت  
تو معلوم نہیں ہوتی کہ جس نے کوئی مزاحمت کی ہو۔ دستہ کے کمانڈر حضرت خالد بن ولیدؓ آگے جا چکے  
تھے لہذا آپ نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا لَا تَقْتُلُوا ذَرِيَّتَهُ وَلَا عَسِيرَتَهُ۔ کہ بچوں  
اور عورتوں کو قتل نہیں کرنا۔ اور نہ کسی مزدور اور لوکر خدمت گار کو قتل کرو۔ جو مرد یا عورت  
براہ راست جنگ میں حصہ نہیں لیتا بلکہ محض خدمت پر مامور ہے ان کو قتل کرنے کی اجازت



نہیں ہے بڑھوں کے متعلق اتنا ہے کہ جو شخص خود تلوار نہیں چلا سکتا اس کو بھی مست مارد جو راہب اپنی کٹیا میں بیٹھا اللہ اللہ کر رہا ہے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اس طرح عورتوں کو بھی قتل نہیں کرنا چاہیے سوائے ایسی عورت کے جو براہ راست جنگ کی کمانڈ کرتی ہے یا اس کی تدبیر کرتی ہے۔

حضور علیہ السلام کی اس تعلیم کی روشنی میں غلطائے راشدینؓ بھی مجاہدین کو رد کرنے وقت ایسی ہی ہدایات دیا کرتے تھے کہ کسی بچے عورت یا بوڑھے کو قتل نہ کرنا کیونکہ ایسا کرنا فساد فی الارض شمار ہوتا ہے۔ جب کہ مسلمانوں کی جنگ قیام امن کے لیے ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں اقوام عالم اس درس کو بھول چکے ہیں۔ اب تو فوجی ٹھکانوں کے علاوہ شہری علاقوں حتیٰ کہ ہسپتالوں پر بھی بم پھینکنے سے دریغ نہیں کیا جاتا ہے اور پھر اس بیمار منٹ کی زد میں عورتیں بچے، بوڑھے اور بیمار سبھی آجاتے ہیں۔ ایران میں جو ہوائی جہاز گرایا گیا تھا اس میں ساڑھے ستر کے قریب بچے اور کمزور عورتیں بھی تھیں۔ ایک میزائل کے ذریعے تین سو جانیں آگنا فانا تلف ہو گئی تھیں غیر مالک کے بے گناہ مسافر بھی اس حادثہ کا شکار ہو گئے۔ یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ کافر، یہودی، عیسائی ہنود، اشتراکی، امریکی، روسی سب اس ظلم و ستم کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں آج کل کے جدید حملوں میں نہ صرف انسانی جانیں ضائع ہوتی ہیں بلکہ عمارتیں، کارخانے، فضیلس اور جانور بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بہر حال حضور علیہ السلام ایسے بیگناہ لوگوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔

## اہل یقین کے لیے دعا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر آخرت

عَنْ ابْنِ مَوْيِهَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى  
أَهْلِ الْيَقِينِ فَصَلَّى عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَيْلَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۸۸)

حضرت ابو مویہؓ حضور علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ اہل یقین کے لیے جا کر دعا کریں مسجد نبوی کے قریب ہی یہ پرانا قبرستان ہے جس کو یقین غرقہ بھی کہا جاتا ہے بہر حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رات اہل یقین کے لیے تین مرتبہ دعا کی۔ راوی بیان کرتا ہے۔ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةَ الثَّانِيَةِ کہ جب دوسری رات ہوئی تو آپ نے مجھے بیدار کر کے فرمایا کہ میرے اس جانور پر کاٹھی ڈال دو۔ چنانچہ قریباً وسط رات میں خادم نے گھوڑے پر کاٹھی ڈال دی اور آپ سوار ہو گئے۔

جنت البقیع پہنچ کر حضور علیہ السلام سواری سے اتر پڑے اور میں نے سواری کا جانور تھام لیا دوسری روایت کے مطابق خادم کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔

بہر حال جب قبرستان میں دعا کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُورِ۔ اے قبروں والو! تم پر سلامتی ہو، احادیث میں بعض دوسرے الفاظ بھی آتے ہیں مثلاً اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُورِ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَکُنْتُمْ وَنَحْنُ بِالْآخِرِ۔ اے قبر والو! تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ تم ہم سے آگے جانے والے ہو اور ہم پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ وَ اَنَا الْاَسَاوُ اللّٰهُ بِکُمْ لِاَحْقُوْنَ کے الفاظ بھی آتے ہیں یعنی ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں

بہر حال حضور علیہ السلام نے اہل یقین کو سلام کیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا لَیْسَ لَکُمْ مَا

اَنْتُمْ فِيْهِ مِمَّا يُفْسِدُ النَّاسُ۔ دوسرے لوگوں کی نسبت جس حالت میں تم  
 ہو وہ تمہارے لیے خوشگوار ہے۔ نیز فرمایا کُوْ كُفَلَمُوْنَ مَا تَخْلُكُمُ اللّٰهُ مِنْكُمْ  
 اَقْبَلَتْ الْفِتْنُ كَقَطْعِ اَيْلِ الْمَطْلُوْا اگر تمہیں علم ہو ان باتوں کا جن کی وجہ سے اللہ  
 نے تمہیں بچا لیا ہے وہ تاریک رات کے کچھوں کی طرح آنے والے فتنے ہیں جو یکے بعد دیگرے  
 آرہے ہیں اِنْ اَخْرَجْتُمْ هَٰ شَيْءٌ مِّنْ الْاَوَّلٰی۔ اور ہر بعد میں آنے والا فتنہ پہلے سے بڑھ  
 کر ہوگا۔ اللہ نے تمہیں ان فتنوں سے بچا لیا ہے لہذا تمہاری یہ حالت تمہیں خوشگوار ہو کہ تم ان  
 فتنوں سے پہلے قبروں میں پہنچ چکے ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ دعا کرنے کے بعد حضور علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا  
 يَا اَبَا مَوْيِیْہَہِ اے ابو مویہہہ! اِنِّیْ قَدْ اَوْثَقْتُ مَنَاقِبَہِ خَیْرِ بْنِ النَّبِیِّ  
 مجھے اللہ نے دنیا میں موجود خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں۔ دوسری حدیث میں یہ الفاظ آتے  
 ہیں کہ میری امت کے ہاتھ پر ہونے والی فتوحات کے خزانوں کی چابیاں۔ وَالْخُلُکَ فِیْہَا  
 اور اس دنیا میں ہمیشہ رہنے ثَمَّ الْجَنَّةَ۔ اور جنت کے حصول میں وَخَیْرَتُ  
 بَیْنِ خَالِکَ وَبَیْنِ لِقَآءِ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ وَالْجَنَّةَ۔ فرمایا مجھے  
 ان چیزوں کو اختیار کرنے اور رب العزت کی جنت میں ملاقات کرنے سے متعلق اختیار دیا  
 گیا کہ جوئی چیز چاہوں حاصل کر لوں۔ پھر فرمایا اے ابو مویہہہ! اللہ کی قسم لَقَبِ اخْتَرْتُ  
 لِقَآءَ رَبِّیْ وَالْجَنَّةَ۔ میں نے رب تعالیٰ کی ملاقات اور جنت کو اختیار کیا ہے اور دنیا کے  
 خزانوں کو نہیں چاہا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر حضور علیہ السلام نے اِسْتَعْفَضَ لِاَهْلِ الْبَقِیْعِ  
 اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کی ثَبُوْا اَنْصَرِفْ پھر آپ واپس تشریف لے آئے  
 فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ رَفِیْ وَجَعَلِہُ الَّذِیْ قَضَی اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْہِ رَحِیْنُ  
 اَصْبَحَ۔ پھر صبح کے وقت حضور علیہ السلام پر اس بیماری کا حملہ ہوا جس سے آپ  
 جانبر نہ ہو سکے۔ اس بیماری کے بعد آپ سات یا آٹھ دن تک اس دنیا میں رہے

اور اس کے بعد اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ منگل کے روز بیمار ہوئے۔ بدھ کے روز بیماری میں شدت آگئی اور پھر اگلے پہر کے دن چاشت کے وقت آپ کو اس دنیا سے اٹھایا گیا۔



## حضور علیہ السلام کی امت کے شہدا

عَنْ رَاشِدِ بْنِ حَبِيشٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
دَخَلَ عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ يَتَوَدُّهُ فِي مَرَضِهِ فَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّعَلَمُونَ مَنِ  
الشَّهِيدُ فِي أُمَّتِي..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۸۹)

حضرت راشد بن حبیشؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام حضرت عبادہ بن صامتؓ کی بیمار پڑی کے لیے تشریف لے گئے حضرت عبادہؓ انصارِ مدینہ میں سے بڑے صاحبِ فضیلت صحابی ہیں۔ آپؓ سیاہ رنگ کے دس فٹ قامت کے آدمی تھے۔ آپؓ فاحشین مصر میں شامل ہیں۔ تو جب آپؓ وہاں تشریف لائے تو فرمایا، کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میری امت میں شہید کون ہیں؟ صحابہ خاموش رہے کیونکہ عام طور پر ان کا یہی شیوہ تھا کہ جب حضور علیہ السلام کوئی اس قسم کا سوال کرتے تو وہ احتراماً صرف اس قدر کہتے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ وَرَسُولُهُ اَلدّٰر اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تاہم بعض اوقات مناسب جواب بھی دے دیتے تھے جب حضور علیہ السلام نے یہ سوال کیا تو حضرت عبادہؓ کہنے لگے کہ لوگو! مجھے ذرا ٹیک دے دو۔ تاکہ میں سیدھا ہو کر بیٹھ جاؤں لوگوں نے آپؓ کو ٹیک دے دی تو انہوں نے عرض کیا اللہ کے رسول آپؓ کی امت سے شہید وہ شخص ہوگا الصّابِرُ الْمُخْتَسِبُ جو صابر اور اللہ سے اجر طلب کرنے والا ہوگا اور پھر اسی حالت میں اس کی جان نکل جائے اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ شَهِدَاءَ اُمَّتِيْ رَاحًا الْقَلِيلُ پھر تو میری امت کے شہید بہت کم ہوں گے پھر حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ عَنْ وَجَلٍ شَهِادَةٌ۔ کہ اللہ کی راہ میں مارا جانے والا آدمی بھی شہید ہے وَالطَّاعُونَ شَهِادَةٌ۔ اور جو ایسا نادر طاعون کی بیماری سے مر جائے وہ بھی شہید ہے وَالغَرَضُ فِيْ شَهِادَةِ

اور پانی میں ڈوب کر ہلاک ہونے والا بھی شہید ہے وَالْبَطْنُ شَهَادَةٌ۔ اور پیٹ کی  
 بیماری ہیضہ وغیرہ سے مرنے والا بھی شہید ہے وَالنَّفْسَاءُ يَجْتَرُ مَا وَلَدَتْهَا لِسُوءِ  
 إِلَى الْجَنَّةِ۔ اور زچگی کی حالت میں فوت ہوئے والی عورت کا بچہ اپنی ماں کو اپنی ناف کے  
 ساتھ گھسیٹ کر جنت میں لے جائیگا۔ نیز فرمایا وَالْحَقُّ وَالسَّيْلُ۔ اور جل کر مرنے والا اور  
 سیلاب کی نظر ہو کر مرنے والا مسلمان بھی شہید ہے۔



## قاری قرآن ابی ابن کعب کی منقبت

عَنْ أَبِي حَبَّةَ الْبَدْرِيِّ قَالَ كَمَا نَزَلَتْ لَكُمْ يَكُنْ قَالَ  
جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَكَ أَنْ  
تَقْرَأَ مِنْهُ السُّورَةَ أُمِّيُّ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أُمِّيُّ إِنَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنِي  
أَنْ أَقْرَأَكَ مِنْهُ السُّورَةَ فَبُكِيَ وَ قَالَ خَدِمْتُ  
ثَمَنَةً قَالَ نَعُو.....

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۹)

حضرت ابو حبیہ بدریؓ بیان کرتے ہیں کہ جب سورۃ لکو یکنی الذین  
کفروا۔ (الْبَیِّنَاتُ) نازل ہوئی تو اللہ کی طرف سے جبریل علیہ السلام نازل ہوئے  
اور حضور علیہ السلام سے کہا، اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ یہ سورۃ حضرت  
ابی ابن کعبؓ کو خاص طور پر پڑھا دیں۔ یہ انصار مدینہ میں سے جلیل القدر صحابی ہوئے ہیں  
جن کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری امت کے سب سے بڑے قاری ہیں  
تو جب یہ بات آپ نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے کہی تو انہوں نے حضور علیہ السلام سے دریافت  
کیا حضور! کیا اللہ نے میرا نام لے کر آپ کو حکم دیا کہ آپ یہ سورۃ مجھے پڑھا دیں آپ نے فرمایا  
ہاں اللہ نے تمہارا نام لے کر حکم دیا ہے۔ اس پر حضرت ابی ابن کعبؓ کی آنکھیں پر غم ہو گئیں۔  
آپ نے عجز و انکاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتنی عزت بخشی ہے کہ  
مجھ جیسے ناچیز پر یہ احسان فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ذریعے حضور علیہ السلام کو خصوصی  
حکم دیا ہے کہ آپ مجھے یہ سورۃ سکھا دیں۔

یہ سورۃ مبارکہ اگرچہ چھوٹی ہے مگر اس میں دین اسلام کا سارا پروگرام آگیا ہے۔ اللہ

نے کافروں اور مشرکوں اور اہل کتاب کا شکوہ بیان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وعدہ نیت پر ایمان نہیں لاتے۔ اس سورۃ میں دین کے بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں اور جزائے عمل کا مسئلہ بھی سمجھا دیا گیا ہے۔ غرضیکہ دین کی ساری اہم باتیں اس سورۃ میں آگئی ہیں۔ اس واسطے اللہ نے خصوصی حکم دیا کہ یہ سورۃ حضرت ابی ابن کعبؓ کو پڑھا دیں تاکہ وہ آگے امت کو یہ سورۃ پڑھ کر سنائیں

---



## صدقہ اور ہدیہ میں فرق

عَنْ أَبِي عَمِيرٍ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَا فَجَاءَ رَجُلٌ بِطَبَقٍ عَلَيْهِ تَمْرٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا أَصَدَقَةً أَمْ هَدِيَّةً قَالَ صَدَقَةٌ قَالَ فَقَدَّمَهُ إِلَى الْقَوْمِ..... الخ

(مسند مطبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۸۹، ۲۹۰)

صحابی رسول حضرت ابو عمیر بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہم حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص کھجوروں کا ایک طبق (تشری) لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کھجوریں صدقہ کی ہیں یا ہدیہ کی۔ اس شخص نے عرض کیا، حضور! یہ صدقہ کی کھجوریں ہیں۔ چنانچہ آپ نے وہ کھجوریں حاضرین مجلس کی طرف کر دیں اور خود استعمال نہ کیں۔ آپ ہدیہ تو قبول فرما لیتے تھے مگر صدقہ کی چیز نہیں لیتے تھے۔ اس وقت حضرت حسنؓ چھوٹے بچے تھے جو ادھر ادھر کرتے پڑتے گھوم رہے تھے انہوں نے صدقہ کی ان کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی مگر حضور علیہ السلام نے ان کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور کا وہ دانہ نکال لیا اور فرمایا اِنَّا اِلٰیْ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَاتُ۔ ہم محمدؐ کے گھرانے کے لوگوں پر صدقہ کا مال کھانا روا نہیں ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام کے خاندان والوں کو زکوٰۃ بھی نہیں لگتی۔

دوسری روایت میں اس طرح بھی آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض اوقات میں اپنے بستر پر کوئی دانہ پڑا پاتا ہوں۔ خدا کے عطا کردہ رزق کی قدر دانی کرتے ہوئے میں چاہتا ہوں کہ اس دانے کو منہ میں ڈال لوں مگر پھر شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ صدقہ کا مال نہ ہو جو میرے لیے جائز نہیں ہے۔

## عورت کی تین زاید وراثتیں

عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ اللَّيْثِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْأَةُ تَحْوزُ ثَلَاثَ مَوَارِيثَ عَتِيقَتُهَا وَلَقِيطَتُهَا وَوَلَدَتُهَا الذَّعْفُ لَا عَنَتَ عَلَيْهَا.

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

حضرت وائلہ ابن الاسقع لیبثیؓ اس وقت ایمان لائے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے اور تقریباً تین سال تک اصحاب صفہ میں شامل ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ حضور علیہ السلام کے بعد یہ صاحب بصرہ میں جا کر مقیم ہو گئے بصرہ اور کوفہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں آباد ہوئے تھے۔ بصرہ سے حضرت وائلہؓ شام چلے گئے اور دمشق کے قریب بلاط میں اقامت پذیر ہوئے۔ وہاں سے فلسطین چلے گئے اور سو سال کی عمر پا کر وہیں فوت ہوئے۔

یہ حضرت وائلہ ابن الاسقع لیبثیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض عورتیں تین قسم کی اضافی وراثت بھی پاتی ہیں۔ عورتوں کی عام وراثت کا قانون تو سورۃ النساء میں یہ بیان کیا گیا ہے لِلذَّكَائِ مِثْلُ مَحْظَ الْأُنثٰیٰ (آیت - ۱۱) یعنی ہر مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔ بیٹی، بہن، والدہ، بیوی وغیرہ کو جو وراثت ملتی ہے اس کے علاوہ اس حدیث میں تین اضافی وراثتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی قسم کی وراثت عَتِیقَتُهَا ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے غلام کو آزاد کر دے اور پھر مرتے وقت اگر اس آزاد کردہ غلام کا کوئی مسلمان حقیقی وارث موجود نہ ہو تو اس کی وراثت، اگر کوئی ہو۔ تو وہ اس عورت کو ملے گی جس نے اسے آزاد کیا تھا۔

فرمایا اضافی وراثت کی دوسری قسم دَلِیقَتُهَا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے اگر کوئی عورت کسی لا وارث بچے کو گود لے کر پال لے۔ وہ جوان ہو کر صاحب مال بن جائے۔ پھر وہ مرتے

وقت کوئی ہائیداد چھوڑ دے تو اس کی وارث وہ عورت ہوگی جس نے اسے گود لیا تھا۔  
 اگر کسی میاں بوی میں لعان کے ذریعے طہرہ ہو جائے تو ظاہر ہے کہ بچہ تو ماں کی تحویل  
 میں ہی رہے گا۔ یہ بچہ بڑا ہو کر صاحبِ مال بن جائے اور پھر وہ ماں کی موجودگی میں فوت ہو جائے  
 تو اس کی وراثت کی حق دار یہی عورت ہوگی۔ یہ اضافی وراثت کی تیسری قسم ہے۔

---

## مسجد کی تعمیر کا اجر

عَنْ بَشْرِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ جَاءَ دَاثِلَةُ بْنُ الْأَسْقَعِ وَ  
نَحْنُ نَبْنِي مَسْجِدَنَا قَالَ فَوَقَفَ عَلَيْنَا فَسَلَّمُوا ثُمَّ قَالَ  
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ  
بَنَى مَسْجِدًا يُصَلِّي فِيهِ بَنَى اللَّهُ مَنْزِلًا وَجَلَّ لَهُ فِي  
الْجَنَّةِ أَفْضَلُ مَنْزِلٍ

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

حضرت بشر بن حیان تابعی بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت داثلہ ابن الاسقعؓ  
ہمارے پاس آکر کھڑے ہو گئے اس وقت ہم اپنی مسجد تعمیر کر رہے تھے۔ آپ نے سلام کہا اور  
پھر فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مسجد تعمیر کی جس  
میں نماز پڑھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس سے بہتر گھر تعمیر کریگا۔

## کھانے میں برکت

عَنْ وَائِلَةَ يَغْنَى ابْنِ الْأَسْعَمِ قَالَ كُنْتُ مِنْ أَصْحَابِ  
الْصُّفَّةِ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا  
بِقُرْصٍ وَكُسْرٍ فِي الْقُصْعَةِ وَصَنَعَ فِيهَا مَاءً سَخِنًا  
ثُمَّ صَنَعَ فِيهَا وَكَاثَوُ سَفْسَفًا ثُمَّ لَبَّقَهَا ثَمَّ  
صَبَّغَهَا ثُمَّ قَالَ اخْذُهَا فَإِنِّي بِعَشْرَةٍ أَنْتَ عَاشِرُهُمْ  
..... ۱ الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۰)

حضرت وائلہ ابن الاسمع کہتے ہیں کہ میں اصحاب صفہ میں شامل تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو  
بیکار تھے مگر تعلیم دین حاصل کرنے کے لیے مسجد نبوی کے قریب برآمدے میں سکونت رکھتے  
تھے۔ ان میں سے بعض محنت مزدوری بھی کر لیتے تھے ورنہ توکل پر رہتے تھے اگر کوئی کھانے  
پینے کی چیز آتی تو حضور علیہ السلام سب سے پہلے اسے اصحاب صفہ میں تقسیم کرتے کیونکہ یہ آپ  
ہی کے ہمان ہوئے تھے۔ ان لوگوں کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی تھی جو کہ بعض اوقات تین چار سو تک  
دوبہنچ جاتی۔ اگر کسی وقت اصحاب صفہ کو کھلانے کے لیے حضورؐ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ خود بھی  
فاقہ کرتے۔

حضرت وائلہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے گھر سے ایک روٹی طلب  
فرمائی۔ پھر اس کے ٹکڑے کر کے ایک پیالے میں ڈال دیا اور اوپر گرم پانی ڈال دیا۔ آپ نے ان ٹکڑوں  
کو الٹ پلٹ کر خوب ترکیا پھر مجھ سے فرمایا کہ اصحاب صفہ میں سے دس آدمیوں کو بلا لاؤ جن  
میں تم دسویں ہو۔ میں بلا لایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر اس پیالے میں موجود روٹی  
کو کھاؤ مگر اوپر سے نہیں بلکہ کھانے کے نچلے حصے سے کھانا۔ فَإِنَّ الْبَرَكَهَ مَسْغُولٌ

مِنْ اَعْلَاهَا كُنُوجُ بَرَكَتٍ اَوْ بِرَّسٍ نَازِلٍ هُوَ قِيٌّ هِيَ حَضْرَتٌ وَاثَلَةٌ بَيَانُ كَرْتِهِ هِيَ -  
 فَالْكُلُوا مِنْهَا حَتَّىٰ تَشَبِعُوا - كِه اِن دس آدميوں نے وه كھانا كھايا حَتَّىٰ كِه بِالْكُل  
 سِير هُو كُنْ - اللّٰهُنَّ اس كھانے ميں خصوصي بَرَكَتِ نَازِلِ فرمائي -

---

## مسواک کی اہمیت

عَنْ كَاتِلَةَ بِنِ الْأَسْتَعْمِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ بِالسَّوَاكِ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيَّ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۷۹)

حضرت کاتلہ ابن الاسمع بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسواک کرنے کا حکم تاکید سے دیا گیا ہے حتیٰ کہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ مجھ پر فرض ہی نہ کر دی جائے۔  
حضور علیہ السلام نے امت کو مسواک کرنے کا حکم کثرت سے دیا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ مسواک کر کے پڑھی گئی نماز کا اجر بغیر مسواک کے پڑھی گئی سے ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ بہر حال مسواک امت کے لیے فرض تو نہیں ہوتی البتہ اسے سنت کا درجہ حاصل ہے یہ بڑی فیضیت والی چیز ہے مسواک کرنے سے منہ کی صفائی بھی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے یہ پیمپٹ کی بیماریوں کے لیے بھی مفید ہے۔ دانتوں کی پائوری یا کی مرض میں بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ غرضیکہ مسواک کرنے میں روحانی اور جسمانی دونوں فوائد پائے جاتے ہیں۔

## مسجد میں تھوکنے کا مسئلہ

قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ قَالَ رَأَيْتُ وَائِلَةَ ابْنِ الْأَسْعَدِ  
يُصَلِّي فِي مَسْجِدٍ مَشْتَقٍ فَبَزَقَ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرَى  
ثُمَّ عَرَكَهَا بِرِجْلِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ أَنْتَ مِنْ أَصْحَابِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَزَّقَ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ  
هَلْ كُنَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ  
قَالَ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۰)

ابو نعیم بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت وائلہ ابن الاسعدؓ نے وضو میں قیام کے  
دوران مسجد میں نماز پڑھی اور دوران نماز اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک دیا اور پھر اس کو پاؤں  
کے ساتھ مل دیا۔ تو دیکھنے والا شخص کہتا ہے کہ میں نے حضرت وائلہؓ سے کہا آپ صحابی رسول  
ہو کر مسجد میں تھوکتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اللہ کے رسول کو ایسا ہی کرتے ہوئے  
دیکھا ہے مطلب یہ کہ اگر مسجد کافرش کچا ہو، ریت وغیرہ پڑی ہو جیسا کہ ابتدائے اسلام کے  
زمانہ میں ہوتا تھا تو پھر بائیں پاؤں کے نیچے تھوک کر اوپر پیر مل دینے میں کوئی حرج نہیں ہے  
ہاں اگر آج کل کی طرح کسی مسجد میں پکافرش ہو تو وہاں ایسا نہیں کرنا چاہیے اگر بلغم کا زور ہو تو لے  
اپنے پاس کسی کپڑے میں لے لینا چاہیے اور کپڑے کو مل لے۔



## سودا کرتے وقت مال کا نقص ظاہر کرنا

عَنْ يَزِيدَ بْنِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَبَاعٍ قَالَ اشْتَرَيْتُ نَاقَةً مِنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ فَلَمَّا خَرَجْتُ بِهَا أَجْرَكُمْ وَائِلَةُ وَهُوَ يَجُزُّ رِجَاءَهُ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ اشْتَرَيْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هَلْ بَيْنَ لَكَ مَا فِيهَا قُلْتُ وَمَا فِيهَا قَالَ إِنَّهَا سَمِينَةٌ ظَاهِرَةٌ الصَّحَّةِ قَالَ فَقَالَ أَرَدْتَ بِهَا سَفَرًا أَمْ أَرَدْتَ بِهَا لَحْمًا قُلْتُ بَلْ أَرَدْتُ عَلَيْهَا الْحَجَّ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۹۱)

ابو سباع بیان کرتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول حضرت وائلہ ابن الاسقعؓ سے اونٹنی خریدی یہ سودا حضرت وائلہؓ کے آدمیوں نے ان کی حویلی میں ان کے علم کے بغیر کیا ہو گا۔ کہتے ہیں کہ جب میں اونٹنی خرید کر باہر نکلا تو حضرت وائلہؓ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے پیچھے آئے اور کہنے لگے اے عبداللہ! کیا تم نے یہ جانور خرید لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں کہنے لگے کیا اُن لوگوں نے تمہیں اس جانور کے نقص سے آگاہ کیا ہے؟ میں نے دریافت کیا، اس میں کیا نقص ہے تو کہنے لگے کہ یہ بڑی موٹی تازی صحت مند اونٹنی ہے تم اس پر سفر کرنا چاہتے ہو یا ذبح کر کے گوشت استعمال کرنا ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس پر سوار ہو کر حج کرنا چاہتا ہوں حضرت وائلہؓ نے بتایا کہ اس اونٹنی کا نقص یہ ہے فَاِنْ يَخْفُهَا نَفْسًا کہ اس کے پاؤں میں سوراخ ہے کوئی پتھر یا کاٹا وغیرہ لگنے سے سوراخ ہو گیا ہے۔ قَالَ فَقَالَ صَاحِبُهَا أَضَلَّكَ اللَّهُ أَيُّ هَذَا نَفْسٌ عَنِّي۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے خریدنے والے نے کہا اللہ تمہاری اصلاح کرے، اس نقص کا کیا نقصان ہو سکتا ہے؟ اس کی وجہ سے چلنے میں کوئی دقت تو پیش نہیں آتی۔ اس پر حضرت وائلہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يَبِيعُ شَيْئًا إِلَّا يُبَيِّنَ مَا فِيهِ کہ کسی چیز کے بیچنے والے کے لیے یہ حلال نہیں ہے۔

مگر یہ کہ اس چیز کے نقص کو ظاہر کرے۔ وَلَا يَحِلُّ لِمَنْ يَعْلَمُ ذَلِكَ إِلَّا يُكْتِنَهُ  
 اور جو شخص کسی خرابی کو جانتا ہے اس کو بھی چاہیئے کہ خریدار کو اس سے آگاہ کرے۔ حضرت دائد  
 نے اس حدیث کے مطابق اپنا فریضہ ادا کر دیا اور نقص کو بیان کر دیا اگرچہ یہ نقص دوران سفر کسی  
 تکلیف کا باعث نہ تھا۔ کسی بھی چیز کا لین دین ہو، کپڑا ہو یا کوئی جانور ہو، یہ بائع کی ذمہ داری ہے  
 کہ اس کے نقص کو خریدار پر واضح کر دے، ورنہ وہ گنہگار ہوگا۔



## اپنے آپ کو ستر کے لیے پیش کرنا

عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْتَعْمِ قَالَ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَ يَوْمٍ وَ آتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَتًّا مِنْ حُدُودِ اللَّهِ عَنِّي وَ جَلْتُ فَأَقِمْ  
فِيَّ حَدَّ اللَّهِ فَأَعْرَضَ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۹۱)

حضرت وائل بن الاسمع کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر  
تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا، حضور! مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے لہذا آپ میرا فیصلہ  
کریں اور مجھ پر حد جاری کریں۔ دراصل اس شخص نے راتہ جلتی کسی عورت کو ہاتھ لگایا تھا یا کوئی  
اشارہ کیا یہ کیا تھا جو کہ ایک صغیرہ گناہ شمار ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ نادام ہو گیا اور اپنے آپ کو ستر  
کے لیے حضور علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ اس کی بات سن کر خاموش رہے اس شخص نے دوسری  
بار وہی بات کی تو آپ نے پھر اعراض کیا۔ اس نے تیسری مرتبہ بھی بات دہرائی تُوَّ اُرْقِیْمَتِ  
الصَّلَاةُ پھر نماز کا وقت ہو گیا تو نماز ادا کی گئی۔ نماز ختم ہو گئی تو وہ شخص جو تھی دفعہ پھر حاضر ہوا  
اور وہی بات دہرائی حضور علیہ السلام نے فرمایا اَلَمْ یُحَسِّنِ الطُّهُورَ اَوِ الْوُضُوءَ  
کیا تم نے اچھی طرح پاکیزگی اختیار نہیں کی، یا فرمایا وضو نہیں کیا۔ تُوَّ شَهِدْتُ الصَّلَاةَ  
مَعَنَا پھر کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس شخص نے عرض کیا بلی! حضور کیوں نہیں  
میں نے اچھی طرح وضو کیا ہے اور پھر نماز پڑھی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذْهَبْ  
فَیْہِیْ کَفَّارٌ لِّكَ جَاوِہِیْ تَہَارِیْ غُلَطٰی کا کفارہ ہے۔ اب مزید کسی سزا کی ضرورت نہیں  
اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْہِبُنَّ السَّیِّئَاتِ بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی  
ہیں۔ تم نے نماز پڑھی ہے تو اس کی بدولت اللہ نے تمہارا یہ صغیرہ گناہ معاف کر دیا ہے

ہاں اگر کبیر گناہ ہو تو وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا اور اگر کسی کا حق دینا ہو تو اس کی ادائیگی کرنی ضروری ہے یا صاحبِ حق معاف کر دے، ورنہ اس کی معافی نہیں ہے۔



## صحابی رسول کے ساتھ محبت

قَالَ حَدَّثَنِي حَبَّانُ أَبُو النَّضْبِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ وَائِلَةَ  
بْنِ الْأَسْقَمِ عَلَى أَبِي الْأَسْوَدِ الْجُمُشِيِّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي  
مَاتَ فِيهِ فَسَلُّوا عَلَيْهِ وَجَلَسَ قَالَ فَأَخَذَ أَبُو الْأَسْوَدِ  
يَمِينِي وَائِلَةَ فَمَسَحَ بِهَا عَلَى خَدَيْهِ وَوَحَّيَهُمْ  
لِبَيْعَتِهِ بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... (مسند احمد طبع بيروت ج ۳ ص ۲۹۱)

ابو نضر کہتے ہیں کہ میں اور حضرت وائلہ بن الاسقعؓ ایک بیمار بزرگ تابعی ابوالاسود جریؓ کی بیمار پری کے لیے گئے جب کہ وہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ انہوں نے سلام کیا اور بیٹھے۔ پھر ابوالاسود نے حضرت وائلہؓ کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں پر لگایا اور کہا کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کی، لہذا میں اسے تبرکاً اپنی آنکھوں اور چہرے پر لگا رہا ہوں۔ پھر حضرت وائلہؓ نے ابوالاسود سے پوچھا کہ اس آخری وقت میں اپنے پروردگار کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے تو انہوں نے سر ہلا کر کہا کہ میرا پروردگار کے متعلق اچھا گمان ہے۔ پھر حضرت وائلہؓ نے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِئِي بَنِي فَلَيْطٍ بَنِي مَا شَاءَ۔ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں بندہ جیسا میرے متعلق گمان کریگا مجھے ویسا ہی پائے گا، لہذا ہر شخص کو اپنے پروردگار کے متعلق اچھا ہی گمان کرنا چاہیئے کہ وہ یکتا ہے، بغاؤریم اور کریم ہے۔

## جنازے کی ایک دعا

عَنْ قَائِلَةٍ بِنِ الْأَسْتَعِ أَنْتَ سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا رَأَا فُلَانٌ بِنِ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلُ  
جَوَارِكَ فَقِهِ فَنَنْتَ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ أَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ  
وَالْحَقِّ اللَّهُ اغْنِرْهُ وَارْحَمْهُ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْغَنِيُّ  
الرَّحِيمُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۹۱)

احادیث میں جنازے کی مختلف دعائیں وارد ہوتی ہیں اس ضمن میں حضرت عائشہ بن ابی السقیہ  
کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ایک میت کے حق میں اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا۔ آپ فرما  
رہے تھے پروردگار! فلاں ابن فلاں اب تیری ذمہ داری میں ہے اور تیرے پڑوس میں ہے (مطلب  
یہ ہے کہ زندہ تیرے پاس پہنچ چکا ہے) پس تو اس کو قبر کے فتنہ سے بچا اور دوزخ کے عذاب  
سے محفوظ رکھ۔ تو دنا اور حق واللہ ہے۔ اے اللہ! اس کو معاف کر دے اور اس پر رحم فرما، بیشک  
تو بخشنے والا مہربان ہے۔ بہر حال جنازے کی کوئی مسنون دعا پڑھی جاسکتی ہے۔

## مسلمان بھائیوں کیلئے ایک دوسرے پر حقوق

عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمُسْلِمُ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ حَرَامُهُ وَغَرَضُهُ وَمَالُهُ الْمُسْلِمِ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْتُلُهُ وَالتَّقْوَى لَهْمَا وَ أَوْ مَا بَيْنَهُ إِلَى الْقَلْبِ وَحَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۹۱)

حضرت وائل بن اسقعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مسلمان کا خون، آبرو اور مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ نہ کسی مسلمان کا خون بہانا چاہیے نہ بے عقی کرنی چاہیے نہ اس کے کسی مال پر ناجائز قبضہ کرنا چاہیے۔ اس میں گالی گلوچ، مار پیٹ، دھکی وغیرہ سب چیزیں آجاتی ہیں۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں آتا ہے کہ کسی مسلمان کا مال لَا یُظْلِمُ إِلَّا لِطِيبٍ مِنْ نَفْسِهِ۔ جائز نہیں ہے۔ بولے اس کے کہ کوئی شخص اپنی خوشی خاطر سے کوئی چیز دے دے۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا۔ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرنا ہے اور اس کی رسوائی کرنا ہے۔ اگر کسی مسلمان بھائی پر ظلم ہو رہا ہو۔ تو دوسرے بھائی کو خاموش بیٹھے رہنا روا نہیں ہے۔ بلکہ مظلوم کی مدد کرنی چاہیے صحابہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہر مظلوم آدمی کی مدد کریں اور کمزور کی اعانت کریں۔

اس کے بعد نبی علیہ السلام نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا والتَّقْوَى لَهْمَا الْإِنْسَانِ کا تقویٰ یہاں دل میں ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت، اس کا خوف، اس

لی تو حید سب دل میں ہوتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا وَحَسْبُ الْمُسْرِخِ مِنَ  
 الشَّرِّ أَنْ يَحْقُرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ کسی شخص میں برائی ثابت کرنے کے  
 لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرتا ہے۔ کسی دوسرے بھائی اگر کم تر  
 نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس کا اکرام کرنا چاہیے۔





## ذی المجاز میں دعوت اسلام

عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ كَبَاحٍ التَّيْلِيِّ وَكَانَ جَاهِلِيًّا أَسْلَمَ قَدْلَ  
دَابَّتْ دَسُورُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَى عَيْنِي  
بَسُوقِ ذِي الْمَجَازِ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَوْمُوا لَا إِلَهَ إِلَّا  
اللَّهُ تَفْلَحُوا وَيَدْخُلُ فِي فَجَاجِكُمْ مُتَقَصِّمُونَ  
عَلَيْهِ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۲۹۲)

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی ربیعہ بن عبادؓ ہیں جن کا خاندان دیلی ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت میں موجود تھے، پھر اللہ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ذی المجاز کے بازار میں فرما رہے تھے، اے لوگو! لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ دو تو نلاج پا جاؤ گے۔ ذی المجاز منیٰ کے قریب ایک جگہ ہے جہاں سالانہ منڈی لگتی تھی جو ایک ماہ تک جاری رہتی۔ لوگ اطراف سے آکر اس منڈی میں شریک ہوتے اور خرید و فروخت کرتے۔

اس منڈی کے دوران حضور علیہ السلام مختلف ٹولیوں کے پاس جلتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ لوگ عام طور پر آپ کی دعوت کو رد نہیں کرتے تھے بلکہ قبول کرتے تھے۔ کہتے ہیں آپ کی اس عمومی دعوت کے دوران میں نے اچانک دیکھا کہ آپ کے پیچھے پیچھے ایک شخص آ رہا ہے۔ نہایت خوبصورت چہرہ، سر پر بال دوز لہیں اور آنکھ میں کسی قدر بھینکا پن ہے میں نے دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا۔ اِنَّهُ صَابِئٌ كَاذِبٌ۔ لوگو! اس شخص کی باتوں میں نہ آنا، یہ بے دین ہے اور جھوٹا ہے (العیاذ باللہ) حضور علیہ السلام اس شخص سے بچنے کی کوشش کرتے تھے مگر وہ برابر تعاقب کر رہا تھا اور آپ کی دعوت میں رکاوٹ بن رہا تھا۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ یہ شخص تمہارے

آباد اجداد کے دین اور تمہارے لات، منات اور عزریٰ سے نہیں چھڑانا چاہتا ہے۔ کیا تم ان بتوں کو چھوڑ دو گے؟

راوی کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ دعوت دینے والا کون شخص ہے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ محمد ابن عبداللہ ہے جو اپنی نبوت کا اعلان کر کے لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر آمادہ کر رہا ہے۔ پھر میں نے پوچھا ان کو جھٹلانے والا کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا عَمْرُو بْنُ لُحَيْبٍ یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔ کہتے ہیں کہ پھر میں نے کہا اِنَّكَ يَوْمَئِذٍ صَفِيْرٌ میں نے کہا آپ تو اس وقت بچے ہو گئے مگر انہوں نے جواب دیا لَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ یَوْمَئِذٍ لَا اَعْقِلُ نہیں اللہ کی قسم میں تو اس وقت عقلمند تھا۔



## دوران جنگ شناسختی الفاظ

عَنْ مُهَلَّبِ بْنِ أَبِي مُصَنِّةٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا  
أَرَاهُمُ اللَّيْلَةَ إِلَّا سَيَعْبَثُونَكَ فَإِنْ فَعَلُوا فِسْعَادُكُمْ لَوْ  
لَا يُنْصَىٰ فَنَ .

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۳ صفحہ ۶۵)

مہلب ابن ابی صفہ تابعین میں سے ہیں۔ انہوں نے خارجیوں کے خلاف جنگوں میں بڑے  
کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔ آپ بیان کرنے میں کہ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی نے اس طرح بیان  
کیا کہ ایک جنگ کے موقع پر اللہ کے نبی نے فرمایا تھا کہ لوگو! میرا خیال ہے کہ دشمن ہم پر رات کے  
وقت حملہ آور ہونگے یعنی شیخون مارے گئے۔ فرمایا اگر انہوں نے ایسا ہی کیا تو تمہاری پہچان کی علامت  
ہوگی **لَوْ لَا يُنْصَىٰ فَنَ** ۔

جنگ کے موقع پر اپنے ساتھیوں کی پہچان کے لیے کوئی خاص نشانی مقرر کر لی جاتی ہے  
آج کے جدید دور میں اسے کوڈ ورڈ (CODE WORD) کہتے ہیں۔ اس خاص لفظ کے لیے  
سپاہی اپنے خاص ساتھیوں کو پہچانتے ہیں تو راوی بیان کرتا ہے کہ مذکورہ جنگ کے موقع پر حضور  
علیہ السلام نے مجاہدین کی پہچان کے لیے **لَوْ لَا يُنْصَىٰ فَنَ** کے خاص الفاظ مقرر فرمائے۔

## حضور علیہ السلام کی چند بیش قیمت نصائح

عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ شَهِدْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَنْتَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ مُحَمَّدٌ  
فَقَالَ نَعَمْ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۵)

ابی تمیمہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص  
نے آکر نبی علیہ السلام سے اس طرح بات کی۔ کہنے لگا، کیا آپ اللہ کے رسول ہیں یا کہا کہ آپ محمد ہیں؟  
حضور نے فرمایا، ہاں وہ شخص کہنے لگا، آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اَعْلَمُ  
إِلَى اللَّهِ حَقٌّ وَجَلَّ وَحْدَهُ۔ میں اللہ کی توحید کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر تمہیں  
کوئی تکلیف پہنچے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہاری تکلیف کو دور کر دے اور جب تم کو قحط لاحق  
ہو اور پھر تم دعا کرو تو وہ تمہارے لیے اناج اور سبزہ اگائے اور وہ وہ ذات ہے کہ جب تم  
کسی بیابان میں ہو اور تمہاری سواری کا جانور گم ہو جائے اور تم اس ذات کو پکارو تو وہ تمہاری  
سواری کو واپس پٹا دے۔ میں اس ذات کی توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہوں۔ اس  
شخص نے کہا ٹھیک ہے میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اس نے حضور علیہ السلام کی دعوت کا مقصد  
سمجھ لیا۔

پھر وہ شخص کہنے لگا اَوْحَنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ اللہ کے رسول مجھے کوئی وصیت  
فرما دیجئے جس پر میں عمل کرتا رہوں۔ آپ نے فرمایا۔ لَا تَسْبِيَنَّ شَيْئًا۔ کسی چیز کو گالی  
نہ دینا یا کسی ایک کو بھی گالی نہ دینا۔ وہ شخص بیان کرتا ہے کہ فَمَا سَبَبْتُ بَعِيرًا  
وَلَا شَاةً۔ کہ اس کے بعد میں نے کبھی کسی اونٹ یا بکری کو بھی گالی نہیں دی۔ حضور علیہ السلام

نے اس شخص کو یہ وصیت بھی کی کہ لَا تَزْهَدْ فِي الْمَعْرُوفِ کبھی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کے کام میں بھی کوتاہی نہ کرنا حتیٰ کہ اگر تم کسی بھائی سے کلام کر رہے ہو تو ہنس مکھ چہرے کے ساتھ بات کرو۔ تمہارے چہرے پر ترش روی نظر نہیں آنی چاہیئے۔ پھر فرمایا اگر تمہارے برتن میں پانی موجود ہو اور کوئی پانی پینے والا آجائے تو اس کے برتن میں پانی ڈال دو۔ یہ نیکی ہے اس میں کوتاہی نہ کرنا۔

پھر فرمایا وَاتَّقِ الْمَوْتِ إِلَىٰ نِصْفِ السَّاعِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَقَالَ الْكَعْبِيُّ - اپنا تہ بند، شلوار، پاجامہ وغیرہ نصف پنڈلی تک باندھو۔ اگر اس سے نیچے رکھنا چاہو تو زیادہ سے زیادہ ٹخنوں تک رکھو۔ اس سے نیچے سٹ لٹکاؤ۔ پھر فرمایا وَإِيَّاكَ وَاسْتَبَالَ الْأَرَابُ فَإِنَّهَا مِنَ الْمُخَيَّلَةِ - خبردار! اپنے آپ کو تہ بند کے لٹکانے سے بچاؤ کیونکہ ایسا کرنا بکتر کی علامت ہے وَاللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَا يُحِبُّ الْمُخَيَّلَةَ۔ اور اللہ تعالیٰ بکتر کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اللہ کے نزدیک مغرور آدمی سخت ناپسندیدہ ہے۔ قرآن میں بھی اللہ کا فرمان ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَخَّارَ الْفَخْرُ بِمَا هُوَ لَمْ يَكُنْ بِهٖ (لقاضی - ۱۸) بیشک اللہ تعالیٰ اترانے والے اور بکتر کرنے والے کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی مختلف احادیث میں مذمت بیان کی گئی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبِيِّ فِي النَّارِ جو ٹخنوں سے نیچے تہ بند لٹکائیگا وہ دوزخ میں جائیگا پھر مال اس ضمن میں سخت وعید آئی ہے۔

اسلام لانے کے بعد اس شخص نے حضور علیہ السلام سے چند نصائح کی فرمائش کی جس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے یہ نصیحتیں کیں جن پر وہ شخص ساری عمر عمل پیرا رہا۔

## سورة کافرون اور اخلاص کی فضیلت

عَنْ رَجُلٍ لَوْ يُسَمِّهِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَعْزِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ قَالَ أَمَا هَذَا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الشُّرْكِ وَسَمِعَ الْآخَرَ يَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَقَالَ أَمَا هَذَا فَقَدْ خَفِيَ لَهُ.

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۴ صفحہ ۶۵)

حضور علیہ السلام کے صحابہ میں سے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے سنا کہ ایک شخص سورة کافرون تلاوت کر رہا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ شخص شرک سے بری ہو گیا پھر آپ نے سنا کہ ایک دوسرا آدمی سورة اخلاص پڑھ رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو اللہ نے معاف کر دیا۔ آپ نے دونوں سورتوں کی فضیلت بیان فرمادی۔

در اصل سورة کافرون میں اللہ کی توحید اور کفر و شرک سے بیزاری کا اظہار ہے اور دوسری سورة اخلاص صفات کمال الہیہ پر مشتمل ہے اور اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے یہ بڑی فضیلت والی سورتیں ہیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر نماز میں تلاوت فرماتے تھے۔ عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورتیں نماز میں بکثرت پڑھتے ہوئے سنا۔

## رویت الہی کا مسئلہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ دَسُوقَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ ذَاتَ غَدَاةٍ وَهُوَ طَيِّبُ النَّفْسِ مُسْفِرُ الْوَجْهِ أَوْ مُشْرِقُ الْوَجْهِ فَقُلْنَا يَا دَسُوقَ اللَّهِ إِنَّا نَرَاكَ طَيِّبَ النَّفْسِ مُسْفِرَ الْوَجْهِ أَوْ مُشْرِقَ الْوَجْهِ فَقَالَ وَمَا يَمْنَعُنِي وَأَنَا فِي رَبِّي دَسُوقٌ وَجَلَّ اللَّيْلُ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی علیہ السلام صبح کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ آپ بہت خوش تھے۔ آپ کا چہرہ چمک رہا تھا اور خوشی کی حالت ظاہر تھی۔ دیکھنے والوں نے عرض کیا، حضور! ہم آپ کو بہت خوشی کی حالت میں دیکھ رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا، میرے خوش ہونے میں کوئی چیز مانع ہے جب کہ میں نے رات کو خواب میں اپنے پروردگار کو بہت ہی حسین صورت میں دیکھا ہے اور پھر اس مکالمہ کا ذکر کیا جو حضور علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوا۔

خواب کی حالت بیداری کی حالت سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے اَنْكُمُ كُنْتُمْ تَرَوْنَ رَبَّكَ حَتَّى تَمُوتُوا۔ تم مردود کر جہاں میں پہنچے بغیر اپنے پروردگار کو نہیں دیکھ سکتے۔ یوں علیہ السلام نے بھی کوہ طور پر جا کر رویت الہی کی درخواست کی تھی مگر اللہ نے فرمایا لَنْ تَرَانِي تَمَحَّجُ اس جہاں میں نہیں دیکھ سکتے اس جہاں کی قوتیں کمزور ہیں اور نگاہوں میں وہ طاقت نہیں کہ تجلیاتِ الہی کا مشاہدہ کر سکیں البتہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ آخرت میں تمام اہل ایمان کو جنت میں اپنے پروردگار کی رویت نصیب ہوگی۔ یہ بالکل صحیح اور تقریباً متواتر قسم کی روایات سے ثابت ہے اور اہل

ایمان کے عقیدہ میں داخل ہے رویت الہی کا انکار کر کے ولے معتزلہ، خارجی اور انفسی وغیرہ  
مگراہ فرتے ہیں۔

بہر حال اس جہاں میں بیداری کی حالت میں تو رویت الہی ممکن نہیں، البتہ خواب کی  
حالت میں ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک بالکل الگ عالم ہوتا ہے۔ خواب میں روح انسانی  
بہت سی چیزوں کو دیکھ سکتی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسان کے ظاہری  
حواس معطل ہو جاتے ہیں تو اس کی روح کا تعلق عالم ملکوت یا عالم مثال کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے  
عالم مثال ایک ایسا جہاں ہے جو اس مادی جہاں سے بہت لطیف البتہ اور دالے جہانوں سے  
نسبتاً کثیف ہے اس درمیانی جہاں میں ہر چیز کی شکل و صورت نظر آ سکتی ہے چنانچہ ہم دیکھتے  
ہیں کہ خواب کے دوران مختلف چیزیں مشکل ہو کر سامنے آ جاتی ہیں۔ اس مادی جہاں میں تو مادہ اور  
صورت دونوں چیزیں ہوتی ہیں لیکن عالم مثال میں صرف صورت ہوتی ہے، مادہ نہیں ہوتا، بالکل  
آپنہ کی طرح جس میں ہمیں صرف صورت نظر آتی ہے مگر مادہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح عالم مثال میں انسان  
کے اعمال مشکل ہو کر نظر آ سکتے ہیں۔ انسان کی کی ہوتی نیکی یا بدی بلکہ پوری خصلتیں مشکل ہو کر نظر آ  
سکتی ہیں۔ بہر حال اس عالم میں پروردگار کو بھی دیکھا جاسکتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے نہایت  
خوشی کے عالم میں فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو بہت ہی اچھی صورت میں دیکھا ہے پروردگار  
نے فرمایا یا مُحَمَّدؐ میں نے عرض کیا لَبَّيْكَ وَسَعْدَ يَلْكَ اے پروردگار! میں حاضر  
ہوں اور تیرے حکم کی تعمیل میں سعادت محسوس کرتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا فِیْہُمْ یَخْتَصِمُ الْمَلٰٓئِ  
الْاَعْلٰی اے ملا! اعلیٰ کی جماعت کس بات پر جھگڑا رہی ہے۔ قُلْتُ لَا اَدْرِیْ اَنْیَ رَبِّ -  
پروردگار! میں تو نہیں جانتا کہ یہ کس معاملے میں جھگڑا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال دو یا تین  
مرتبہ کیا مگر میں نے نفی میں جواب دیا فَوْضَہٗ کَفَّیْہِ بَیْنَ کَتَفٰی فَوْجَدَتْ بَرَّکَہَا  
لَبَّیْ شَدَّیْ پھر رب تعالیٰ نے اپنے دونوں دست قدرت میرے کندھوں پر رکھے جن کی  
ٹھنڈک میں نے اپنی چھاتی میں محسوس کی اور اس حالت میں میرے لیے آسمانوں اور زمین کی تمام  
چیزیں منکشف ہو گئیں۔ یہ حالت ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ کسی خاص وقت پر قائم ہوتی ہے۔ جیسا کہ  
صاحب کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کو ڈھائی سو میل



سے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آگئی جب آپ کا فاصد آپ کی قمیص بیکر مصر سے چلا تھا مگر جب یوسف علیہ السلام قریب ہی کنوئیں میں پڑے تھے تو آپ کو پتہ نہ چل سکا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہماری حالت تو چمکنے والی بجلی کی سی ہے جب وہ چمکتی ہے تو ہر چیز نظر آنے لگتی ہے۔ مگر جب وہ چلی جاتی ہے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ ہم کبھی تو بڑے اونچے محل میں بیٹھے ہوتے ہیں جہاں سے تمام چیزیں نظر آتی ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اپنے پاؤں پر پڑی ہوئی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ پھر حضور علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَكَذَلِكَ نَرَىٰ رِئَاسًا هَٰؤُلَاءِ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُتَفَسِّحِيْنَ

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اس کے راز دکھائے جب انہوں نے اپنی قوم اور باپ کے سامنے اللہ کی توحید پر دلیل قائم کی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا، اے محمد! فَيَسِّرْ لَّيْسَ يَخْتَصِمُوا الْمَلٰٓئِکَةُ اِلَّا اَعْلٰی مَا اَعْلٰی کے فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں چونکہ اس وقت ہر چیز روشن ہو چکی تھی میں نے عرض کیا قُلْتُ فَيَسِّرْ لَّیْسَ الْکَفَّارَ اَسْتَ یہ فرشتے کفار کے بارے میں آپس میں تکرار کر رہے ہیں۔ فرمایا وَ مَا الْکَفَّارَ اَسْتَ کفارے کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا الْمَشْشٰی عَلٰی الْاَقْدَامِ اِلٰی الْجَمَاعَاتِ۔ اس کا مطلب نماز باجماعت کے لیے پاؤں پر چل کر جانا ہے۔ یہ عمل گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ بنتا ہے۔ نیز فرمایا وَ الْجُلُوْا مِّنْ فِی الْمَسْجِدِ خِلَافَ الصَّلٰوٰتِ نماز کی ادائیگی کے بعد مسجد میں بیٹھ کر ذکر الہی میں مصروف ہونا یا دوسری نماز کا انتظار کرنا بھی کفارات میں شامل ہے کہ یہ بھی انسان کی لغزشوں کا کفارہ بنتا ہے۔ پھر فرمایا وَ اِنْبَاطُ الْوُضُوْءِ فِی الْمَسٰکِدِ تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے یعنی گرمی سردی کی مصیبتیں برداشت کر کے مکمل وضو کرنا بھی باعث کفارہ ہے پھر فرمایا مَن فَعَلَ خِلَافَ عَاشٍ بِخَيْرٍ وَ مَاتَ بِخَيْرٍ جس شخص نے مذکورہ کام کر لیے وہ بہتری کے ساتھ زندہ رہیگا اور اس کو موت بھی اچھائی کے ساتھ آئے گی۔ ایسا شخص نوزائیدہ بچہ کی طرح گناہوں سے پاک صاف ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ درجات کے بارے میں بھی فرشتے تکرار کرتے ہیں اور درجات یا ہیں جن کے

ذریعے انسان کو مراتبِ عالیہ حاصل ہوتے ہیں؛ فرمایا طیبے الکلام یعنی خوش گفتاری ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے سے انسانوں کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے وَبُئِلَ السَّلَام۔ ہر ملنے والے مسلمان کو سلام کرنا بھی بلندی درجہ کا باعث ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ دوسرے کی طرف سے سلام کا انتظار نہ کرے بلکہ سلام کرنے میں خود پہل کرے۔ پھر فرمایا اِطْعَامُ الطَّعَامِ۔ محتاجوں کو کھانا کھلانے سے بھی انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ فِيَا۔ اور رات کے وقت نماز پڑھنے سے بھی جب کہ دوسرے لوگ سو رہے ہوں۔ اس سے تہجد کی نماز مراد ہے اللہ تعالیٰ تہجد گزار کے درجات میں بھی اضافہ فرماتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اتنی باتیں ہو چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد جب آپ نماز پڑھیں تو اس کے بعد یوں دعا کیا کریں اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الطَّيِّبَاتِ وَتَرْكُ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسْكِيْنِ۔ اے اللہ! میں تجھ سے پاک چیزوں کا سوال کرتا ہوں، بری چیزوں کو ترک کرنے کی توفیق مانگتا ہوں اور مسکینوں کے ساتھ جذبہ محبت کا طلبگار ہوں۔ دوسری روایت میں الطبیات کی جگہ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ کے الفاظ آتے ہیں یعنی اے اللہ! میں تجھ سے نیک کام کی توفیق مانگتا ہوں۔ ایک اور روایت میں یوں آتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مَسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مَسْكِيْنًا وَّ اَحْشِنِیْ فِیْ ذِمَّرَةِ الْمَسْكِيْنِ۔ یعنی اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، اسی حالت میں موت دے اور پھر میرا حشر بھی مسکینوں کے گروہ کے ساتھ ہی فرما۔ لوگ تو مسکینوں سے نفرت کرتے ہیں مگر حضور علیہ السلام کی تعلیم یہ ہے کہ خصوصی وقت میں مسکینوں کے ساتھ محبت کی دعا مانگو۔

آگے حضور علیہ السلام نے یہ کلمات بھی سکھائے۔ وَ اَنْ تَتُوْبَ عَلٰی اَسْمِ اللّٰہِ ! میری توبہ کو قبول فرما۔ میری طرف ہربانی کے ساتھ رجوع فرماتا کہ میری کوتاہیاں اور لغزشیں معاف ہو جائیں۔ وَ اِذَا اُرْحُتْ فِثْنَةً فِی النَّاسِ فَتَوَّ فِیْ خَيْرٍ مَّفْتُوْنٍ۔ اور جب تو لوگوں میں فتنہ ڈالنے کا ارادہ کرے تو مجھے ایسی

حالت میں وفات دے دے کہ میں کسی ایسے فتنے میں مبتلا نہ ہوں اور  
 صحیح سلامت ایمان اور نیکی کے ساتھ اس دنیا سے چلا جاؤں۔ آپ نے یہ  
 خصوصی دعا بھی سکھلا دی۔ اور یہ تعلیم بھی دے دی کہ درجات کن چیزوں سے بلند ہوتے  
 ہیں اور کفارہ کون سی چیزیں بنتی ہیں۔



## حضور علیہ السلام کی نبوت کا آغاز

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ رَجُلٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى جِئْتَ نَبِيًّا قَالَ وَاحْتَامُ بَيْنَ الشُّرُوحِ وَالْجَسَدِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۶)

حضرت عبداللہ بن شقیقؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، حضور! آپ کو نبی کب بنایا گیا؟ آپ نے فرمایا، مجھے اس وقت نبی بنایا گیا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ان کی روح انکے جسم میں نہیں پڑی تھی مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں نبی بنا دیا تھا۔ گویا نبوت کے احکام اس وقت جاری ہو گئے تھے جب کہ آدم علیہ السلام کی ابھی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ پس اس وقت بھی اللہ کے نزدیک خاتم النبیین تھا اور نبوت کے احکام اس عالم کی مناسبت سے جاری ہو گئے تھے۔

## اسلامی اخوت اور تقویٰ

حَتَّ ثَنَا الْحَسَنُ أَنَّ شَيْخًا مِّنْ بَنِي سُلَيْطٍ أَخْبَرَهُ قَالَ  
 أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْتُ مَدًا فِي سَبِي  
 أُصِيبَ لَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَإِذَا هُوَ قَاعِدٌ وَعَلَيْهِ خُلْعَةٌ قَدْ  
 أَطَافَتْ بِهِ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۶)

حضرت حسنؓ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنی سلیط کے ایک شخص آئے اور انہوں نے کہا کہ میں حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں آپ سے کسی قیدی کے بارے میں بات چیت  
 کر رہا تھا جو زمانہ جاہلیت میں قیدی رہا تھا اور ہماری قوم قبیلے کا آدمی تھا۔ راوی بیان کرتا ہے  
 کہ میں نے دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے ارد گرد اور لوگ بھی حلقہ باندھے بیٹھے ہیں  
 آپ لوگوں سے بات چیت کر رہے تھے اور آپ کے اوپر ایک چادر تھی جو قطر کی بنی ہوئی تھی  
 میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے اور ساتھ انگلی کے ساتھ اشارہ بھی کر رہے تھے الْمُسْلِمُ  
أَخُو الْمُسْلِمِ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس سے مراد صوبائی، قومی یا لسانی اخوت  
 نہیں بلکہ دینی اخوت ہے ایک مسلمان کہیں بھی رہتا ہے، کسی رنگ اور نسل سے متعلق رکھتا ہے  
 مگر وہ دوسرے مسلمان کا بھائی ہے سورۃ الحجرات میں بھی اللہ کا فرمان ہے۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ  
أَخَوَةٌ۔ بیشک سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو یہاں بھی فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے  
 مسلمان کا بھائی ہے۔ لَا يَتَّخِذُ بَعْضُهُم مِّنْ بَعْضٍ لَّدُنْهُ وَلًا۔ اسے نہ تو دوسرے مسلمان  
 پر ظلم کرنا چاہیئے اور نہ اسے رسوا چھیڑنا چاہیئے۔ اگر ایک مسلمان بھائی پر زیادتی ہو رہی ہے  
 تو دوسرے کو خاموش نہیں بیٹھے رہنا چاہیئے بلکہ اگر استطاعت رکھتا ہے تو اپنے بھائی کی  
 مدد کرے اور اسے ظلم سے نجات دلائے۔

پھر حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا التَّقْوَىٰ هَاهُنَا يَقُولُ آتَىٰ فِي الْقَلْبِ

کہ تقویٰ یہاں ہوتا ہے، آپ نے دل کی طرف اشارہ فرمایا گویا تقویٰ یعنی خوفِ خدا، شریعت کا احترام، حدود اللہ کی پاسداری، محاسبے کا خوف اور پرہیزگاری کا مقام دل ہے۔ یہ چیزیں دل ہی سے اٹھتی ہیں۔ اگر دل میں بدعتی ہوگی تو اعضا و جوارح اچھے کام نہیں کر سکیں گے۔ ہاں اگر قلب درست ہے تو تمام اعضا و جوارح درست کام کریں گے اور انسان نیکی کے راستے پر گامزن ہوگا۔



## ہم نظر بد اور قال

حَدَّثَنِي حَيْثُ التَّمِيْمِيُّ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّكَ سَمِعَ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا شَيْءٌ فِي الْهَامِ وَالْعَيْنِ مِثْلُ  
وَاَصْدَقُ الطَّيْرِ الْفَالِ-

(مسند احمد طبع بيروت جلد ۴ صفحہ ۶۷)

حیہ تمیمیؒ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ — سنا کہ ہام میں کچھ نہیں ہے بلکہ یہ ایک دہمی چیز ہے بشر کہیں عرب اسی بات پر یقین رکھتے تھے کہ اگر کسی مقتول کا قصاص نہ لیا جائے تو اس کے سر سے ایک پر نکل کر اُسْتَقُوْنِي اُسْتَقُوْنِي پکارتا رہتا ہے یعنی مجھے سیراب کرو۔ میں سخت پیاسا ہوں فرمایا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہام اُو کو بھی کہا جاتا ہے مشہور ہے کہ یہ پرندہ جس جگہ پر بیٹھتا ہے وہاں دیرانی ہو جاتی ہے۔ فرمایا یہ بھی ایک دہم محض ہے مخلوق خدا میں اُو بھی ایک جانور ہے اور کوئی مخلوق بذاتہ محسوس نہیں ہے لہذا اُو کو محسوس خیال کرنا بھی درست نہیں آپ نے یہ بھی فرمایا وَالْعَيْنُ حَقٌّ نظر بد کا لگ جانا برحق ہے۔ بعض آدمی کسی چیز کے متعلق استعجاب کا اظہار کرتے ہیں تو وہ چیز یا شخص مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تاہم یہ چیز بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ جب ایسا شخص کسی خوش کن چیز کو دیکھے تو اسے یوں کہنا چاہیے۔ بَارَكَ اللّٰهُ فَمَا لَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی تہیں اس میں برکت دے۔ اس طرح کہنے سے دوسرا آدمی نظر بد سے محفوظ رہے گا۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص کو دوسرے کی نظر لگ گئی اور وہ شدید بیمار میں مبتلا ہو کر قریب المرگ ہو گیا۔ جب نبی علیہ السلام کو بتایا گیا تو آپ نے اللہ کا کلام پڑھ کر دم کیا اور جس شخص کی نظر بد لگی تھی اس کو بلا کر ڈانٹا اور فرمایا هَلَّا بَقِيَ كُنْتَ تَوْنِي اس شخص کے لیے برکت کی دعا کیوں نہ کی؟ پھر آپ نے یہ علاج بھی بتایا کہ جس شخص کی نظر لگی ہے اس کے وضو کا مستعمل پانی لے کر مریض کے سر پر یکدم مال

دیا جلتے تو اشد تعلقے شفا دے دیتا ہے۔ وضو کا پانی اس طریقے سے حاصل کیا جاتا ہے کہ جس کی نظر لگی ہو وہ کلی کر کے پانی کسی برتن میں انڈیل دیتا ہے اور یہ برتن اس دوران زمین پر نہیں رکھا جاتا بلکہ دوسرا آدمی اسے ہاتھوں پر اٹھائے رکھتا ہے پھر مرنہ ہاتھ دھوتا ہے اور پانی برتن میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر وہ اسی برتن میں اپنی ران کا کنارہ دھوتا ہے اور پھر یہ سارا پانی پیچھے کی طرف سے مریض کے سر پر ڈال دیا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جس شخص سے وضو کا پانی طلب کیا جلتے لے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ لطیف خاطر دے دینا چاہیئے۔ تاکہ مریض شفا یاب ہو جاتے۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا أَصْحَقُ الطَّيْرِ، الْفَالُ مِفْكَوْنٌ کوئی چیز نہیں ہے البتہ فال درست ہے۔ دوسری حدیث میں فال سے مراد کوئی ایسی اچھی بات ہے جس کو سن کر طبیعت خوش ہو جائے۔ فال سے مراد یہ فال ہرگز نہیں جو جعفر اور نجوم والے نکالتے ہیں اور قیمت کا مال معلوم کرتے ہیں یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ہدایات لیتے ہیں۔ بعض لوگ قرآن شریف سے فال نکالتے ہیں اور بعض دیوان حافظ یا ہیر کی کتاب کو فال نکالنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ سب باطل چیزیں ہیں اور شوگون میں آتے ہیں جبکہ شوگون لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ الطَّيْرُ مِفْكَوْنٌ مِنَ الشُّوْكِ شوگون لینا شرک میں داخل ہے۔ بعض لوگ جانور اڑا کر یا تیر نکال کر فال لیتے ہیں یہ بھی شرک میں داخل ہے فال کا صحیح مطلب یہ ہے کہ کسی زبان سے اچھا کلمہ سن کر انسان کی طبیعت خوش ہو جائے۔



## تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانیوالے کی نماز مکروہ ہوتی ہے

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي وَهُوَ مُسَبِّلٌ إِذَا رَكَ إِذَا قَالَ لَمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوَى إِذَا هَبَ فَنَوَضًا قَالَ فَذَهَبَ فَنَوَضًا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ لَمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوَى إِذَا هَبَ فَنَوَضًا..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۶۷)

حضرت عطاء بن یسار جو تابعین میں سے ہیں وہ ایک صحابی کے بارے میں روایت :-  
 بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا جبکہ اس کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا تھا حضور  
 علیہ السلام نے دیکھا تو اس سے فرمایا جاؤ جا کر وضو کرو۔ وہ شخص گیا وضو کیا اور پھر نماز پڑھی۔  
 آپ نے پھر فرمایا جاؤ جا کر وضو کرو۔ اس نے دو بارہ وضو کیا تو دوسرے شخص نے دریافت  
 کیا حضرت آپ نے اس شخص سے دو بارہ وضو کرایا جب کہ اس نے تو پہلے ہی وضو کر کے  
 نماز پڑھی تھی۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا اِنَّكَ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ  
 مُسَبِّلٌ اِذَا رَكَ۔ اس شخص نے ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ اس کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے  
 لٹک رہا تھا اِنَّكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ عَبْدٍ مُسَبِّلٍ  
 اِذَا رَكَ۔ اور اللہ تعالیٰ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں کرتا لہذا میں  
 نے سے دو بارہ وضو کرنے کے لیے کہا۔ اگرچہ کپڑا لٹکانے سے وضو تو نہیں ٹوٹتا مگر آپ نے  
 بطور تنبیہ ایسا فرمایا تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ ایسی نماز نامقبول ہوتی ہے۔  
 تہ بند ٹخنوں سے نیچے ٹکڑ کی بنا پر لٹکا یا جائے تو سب ائمہ کے نزدیک حرام ہے  
 امام ابو حنیفہؒ اس کو مطلقاً مکروہ خیال کرتے ہیں خواہ نماز میں ہو یا باہر اور انسان گنہگار  
 ہوتا ہے۔ تاہم ایسے شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

## جانوروں کے بارے میں نماز پڑھنا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي كَيْلٍ عَنْ ذِي الْعِزَّةِ قَالَ  
عَرَضَ أَعْرَابِيٌّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ  
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَدْرِكُنَا الصَّلَاةُ وَنَحْنُ فِي أَعْطَانِ الْإِبِلِ  
أَفَنُصَلِّي فِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا..... الْح

(مسند احمد طبع بيروت ج ۴ صفحہ ۶۷)

صحابی رسول ذی العزہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی نے آکر عرض کیا حضور! کبھی ہم اونٹوں کے بارے میں ہوتے ہیں اور نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو کیا ہم وہاں پر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا نہیں۔ پھر اس شخص نے سوال کیا۔ اَفَنُصَلِّي فِيهَا مِنْ لَحْمٍ مِمَّا كَانَتْ تَأْكُلُ؟ کھانے کے بعد دوبارہ وضو کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس شخص نے عرض کیا اَفَنُصَلِّي فِي مَرَايِضِ الْغَنَمِ؟ کیا ہم بھیڑ بکریوں کے بارے میں نماز پڑھ لیا کریں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا، ہاں پڑھ لیا کرو۔ اس شخص نے پھر سوال کیا۔ اَفَنُصَلِّي فِيهَا مِنْ لَحْمٍ مِمَّا تَأْكُلُ؟ کیا ہم بھیڑ بکریوں کا گوشت کھانے پر دوبارہ وضو کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا، نہیں کوئی ضرورت نہیں۔

دراصل اونٹوں کے بارے میں اگر جگہ پاک ہو تو وہاں پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس شخص کو جو منع فرما دیا تو یہ شفقت کی بنا پر تھا تاکہ نماز کا سکون خراب نہ ہو۔ اسی طرح اگر بھیڑ بکریوں کے بارے میں جگہ ناپاک ہے تو نماز وہاں بھی نہیں ہو سکتی۔ نماز کے لیے تو جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے صرف پاک جگہ پر ہی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ اونٹوں کے بارے میں نماز پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے منع فرما دیا کہ اونٹ ایک بڑا

جانور ہے اور متحرک بھی ہے۔ دوران نماز اگر اونٹ اپنی گردن یا ٹانگ کو بلا دے تو نماز کو درہم برہم کہہ کے رکھ دیگا۔ برخلاف اس کے بھیڑ بکری ایک چھوٹا اور کمزور جانور ہے اس کی حرکت سے نماز میں خرابی آنے کا خطرہ نہیں ہوتا، لہذا حضور علیہ السلام نے بھیڑ بکریوں کے بارے میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔

اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنے کی توجیہ بعض محدثین یہ بیان کرتے ہیں کہ اس گوشت میں زیادہ چکنائٹ ہوتی ہے لہذا منہ کو صاف کر لینا چاہیے۔ اس کے برخلاف بھیڑ بکری کے گوشت میں زیادہ چکنائٹ نہیں ہوتی لہذا ان کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اکثر محدثین کہتے ہیں کہ اونٹ یا بھیڑ بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں ہے۔



## تقدیر کا مسئلہ

عَنْ ذِي اللَّحْيَةِ الْكَلْبِيِّ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَلْعَمَلُ فِي أَمْرِ مُسْتَأْنَفٍ أَوْ فِي أَمْرٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ قَالَ بَلَىٰ فِي أَمْرٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ قَالَ فَهَيِّئِ الْعَمَلَ فَقَالَ اْعْمَلُوا فَمَا مِيسَرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ .

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۷)

صحابی رسول حضرت ذی اللہ کلابیؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، اللہ کے رسول! ہم جو کام کرتے ہیں کیا یہ مستأنف ہو تا ہے یعنی یہ بعد میں ظاہر ہوتا ہے جب اس سے فراغت حاصل کر لی جائے یا ہر کام پہلے ہی سے طے شدہ ہے اور اسی کے مطابق ہر شخص عمل کرتا ہے۔ دراصل یہ بعض گمراہ فرقوں کا رویہ ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی کام کے انجام دینے سے قبل اللہ کو علم نہیں ہوتا، جب کوئی شخص کوئی عمل کر گزرتا ہے تو اللہ کو علم ہو جاتا ہے اور اسے لکھ لیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا علم اللہ کے پاس ازل سے ہے اور اسی کے مطابق لوگ کام کرتے ہیں۔ سائل کا مقصد یہ تھا کہ اگر ہر چیز پہلے سے طے شدہ ہے تو پھر ہمارے عمل کرنے کا کیا فائدہ؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا اَعْمَلُوا کام کرتے چلے جاؤ۔ کیونکہ کُلُّ مِيسَرٍ لِمَا خُلِقَ لَهُ۔ ہر شخص کو اس کام کے لیے توفیق دی جاتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اگر وہ نیک امور کی انجام دہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو اس کو نیکی کی توفیق ملتی رہے گی، اور برائی کے لیے تخلیق ہوا ہے تو برائی کی توفیق ملتی رہے گی۔ تم بہر حال عمل کرتے جاؤ۔ باقی ہر چیز اللہ کے علم میں پہلے سے موجود ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت پر فلاں کام کریگا غرضیکہ ہر نیک و بد کام کی انجام دہی اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہے اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

## بیت المقدس کی فضیلت

عَنْ ذِي الْأَصَابِعِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) إِنْ ابْتُلَيْنَا بِغَدَاةٍ بِأَلْبَعَاءٍ أَيْنَ نَأْمُسُ نَا قَالَ عَلَيْكَ بَيْتُ الْمُتَنَبِّسِ فَلَعَلَّكَ إِنْ يَنْشَأَكَ خَيْرٌ يَكُنْ يَغْفُوكَ إِلَى خَالِكَ الْمَسْجِدِ وَيَسْ وَخَوْفِكَ -

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۷)

ذی الاصابیحؒ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا حضور! اگر ہم آپ کے بعد زندہ رہے تو آپ ہمیں کس جگہ جا کر ٹھہرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ تمہیں زندگی دے تو بیت المقدس کے قریب جا کر رہنا یہ صحابی شام وغیرہ کے علاقے کے رہنے والے تھے اس لیے آپ نے اس کو ادھر ہی جا کر آباد ہونے کے لیے کہا اور آپ نے اس کی توجیہ یہ بیان فرمائی کہ اگر تمہاری کوئی اولاد ہوگی تو وہ بیت المقدس کی مسجد میں صبح اور چھپے پہر جا کر عبادت کریں گے جو کہ بڑی فضیلت والا مقام ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں قصد کر کے نہ جاؤ کیونکہ ان تینوں مساجد یعنی بیت اللہ شریف بیت المقدس اور مسجد نبوی کی فضیلت منصوص ہے۔ بیت اللہ شریف یعنی مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے جب کہ بیت المقدس اور مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے باقی کسی مسجد کو یہ مرتبہ حاصل نہیں کہ تم وہاں پر احرام باندھ کر یا نیت کر کے جاؤ کہ وہاں جا کر نماز پڑھیں تاکہ ثواب زیادہ ہو۔ غرضیکہ حضور علیہ السلام نے اس صحابی کو بیت المقدس کے قریب آباد ہونے کا مشورہ دیا تاکہ وہاں کی مسجد میں عبادت و ریاضت کر کے اپنا وافر حصہ ثواب حاصل کر سکیں۔

## ذی الجوشن کے قبول اسلام کا واقعہ

عَنْ ذِي الْجَوْشَنِ الصَّبَّاحِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ فَرَغَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ بِابْنِ فَرْسٍ لَهُ يُقَالُ كَبَا الْقُرْحَاءُ فَقُلْتُ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ جِئْتُكَ بِابْنِ الْقُرْحَاءِ لَتَتَّخِذَهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ وَإِنْ أَرَدْتَ أَنْ أَفِضْكَ فِيهَا السُّخْتَادَةَ مِنْ حُرُوعِ بَدْرٍ فَعَلْتُ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸)

ذی الجوشن بھی صحابی رسول ہیں۔ جوشن ذرہ کہتے ہیں جو لوہے کی قمیض ہوتی ہے جنگ کے دوران دفاع کے لیے پہنی جاتی ہے۔ جوشن خاص قسم کی ذرہ رکھتے تھے اس لیے ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا یہ شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ ابھی اسلام نہیں لایا تھا اس نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک گھوڑا بطور تحفہ پیش کیا۔ آپ نے اس کے شرک ہونے کی وجہ سے یہ تحفہ قبول نہ کیا اور فرمایا کہ اگر تم اس گھوڑے کو بیچنا چاہو تو اس کے بدلے میں ذرہ لے سکتے ہو۔ یہ ذرہ جنگ بدر میں غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھی وہ شخص کہنے لگا کہ میں اس گھوڑے کو بیچنا نہیں چاہتا۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم اسلام کیوں نہیں قبول کر لیتے تاکہ اولین مسلمانوں میں شمار ہو جاؤ۔ اس نے انکار کر دیا کہ میں تو اسلام قبول نہیں کرتا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا تمہیں اسلام کا سے کوئی چیز منع کر رہی ہے؟ کہنے لگا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا ہے اور اپنی بستی سے نکال دیا ہے پھر آپ کے ساتھ جنگ بھی کی ہے۔ اب میں انجام دیکھ رہا ہوں۔ اگر آپ غالب آگئے تو میں ایمان قبول کر لوں گا۔ اور اگر وہ غالب رہے تو میں ایمان نہیں لاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ذی الجوشن! شاید کہ تم یہ چیز بھی دیکھ لو۔ آپ نے اشارہ کر دیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کس طرح مسلمانوں کو غالب کرتا ہے۔

ذی الجوشن بیان کرتا ہے کہ میں اپنے علاقے غزیر میں بیٹھا آنے والوں سے خبریں

دریافت کرتا تھا کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان کیا فیصلہ ہوا۔ آخر مجھے بتایا گیا کہ مکہ فتح ہو گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم پر غالب آ گئے ہیں۔ کہتا ہے کہ اس وقت میں نے انہوں کا اظہار کیا کہ کتنا بد قسمت ہوں۔ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر اسلام قبول کر لیتا تو حضور سے جو مطالبہ کرتا مجھے مل جاتا۔ پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ بہر حال جب پہلی بار اس شخص نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آپ نے اس کا گھوڑا قبول نہ کیا تو آپ نے خادم سے فرمایا کہ اس کو راستہ کا توشہ دے دو۔ چنانچہ حضرت بلالؓ نے اچھی قسم کی کھجوریں اس کی تھیلی میں ڈال دیں۔



## عقیقہ اور صلہ رحمی

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَعَ الْفُلَانِ عَقِيقَةً فَأَصْرِقُوا عَنْدهُ وَمَا دَامَ يَطْوُوا عَنْدهُ الْأَخْيَ قَالَ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ مَصَدَقَتُكَ عَلَى الْمُسْكِينِ صَدَقَةٌ وَعَلَى خِي الْقُرْبَى خِي الرِّجْسُ ثَلَاثَانِ صَدَقَةٌ وَصَلَةٌ۔ (مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۴)

سلمان ابن عامر روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، بچے کے لئے عقیقہ ہے لہذا اس کے لیے خون بہاؤ اور الاثن یعنی سر کے بال ہار کر دو۔ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن لڑکے کے لیے دو بکریاں اور لڑکی کے لیے ایک بکری ذبح کرنا مستحب ہے۔ اس دن بچے کا سر بھی منڈوا دیا جائے اگر کوئی شخص صاحب توفیق ہے تو بچے کے بالوں کے برابر وزن کا سونا یا چاندی صدقہ کرے۔ ساتویں دن بچے کا نام بھی رکھے، تاہم اس سے پہلے بھی رکھ سکتا ہے البتہ عقیقہ ساتویں دن ہی مستحب ہے اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے مستدرک حاکم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عقیقہ ساتویں دن نہ کیا جاسکے تو چودھویں یا اکیسویں دن بھی کیا جاسکتا ہے اگر اس کے بعد کریگا تو وہ عقیقہ تو نہیں ہوگا، البتہ صدقہ شمار ہوگا۔ بعض لوگ اس موقع پر غلط رسومات شروع کر دیتے ہیں جیسے سر منڈ کر اس پر خون وغیرہ مل دیتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ بچے کا عقیقہ کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ اگر وہ بچہ بچپن میں فوت ہو گیا تو والدین کے لیے سفارش کریگا اور اگر صاحب استطاعت ہو لے کے باوجود عقیقہ نہیں کیا تو بچہ سفارش نہیں کریگا۔ اس حدیث مبارک میں دوسری بات حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم جو صدقہ کسی غریب مسکین پر کرتے ہو وہ تو صدقہ ہی ہوتا ہے یعنی اس کے بدلے میں صدقہ ہی کا ثواب ملتا ہے تاہم اگر وہی صدقہ کسی قرا بتدار محتاج پر کیا جائے تو اس کا



دو ہزار اجر ملیگا۔ ایک ثواب صدقہ کا ہو گا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ دوسری روایت میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی تو محدود ہے کہ تمہارا قریبی رشتہ دار اگرچہ تمہارا مخالف ہو اور تمہیں گالیاں دیتا ہو پھر بھی اس پر صدقہ کرنے کا دو ہزار اجر حاصل ہو گا۔ قرابتداروں کے ساتھ صلہ رحمی اسلام کا بہت بڑا اصول ہے اور اسکی بہت بڑی تاکید آئی ہے۔ اس کے برخلاف قطع رحمی حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

---

## مشرک کی اجر سے محرومی

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ فَضَالَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ  
أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا  
جُمِعَ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ يُنَادِي مُنَادٍ  
مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَحَدًا فَلْيُطْلَبْ  
ثَوَابَهُ مِنْ حَنْدٍ غَيْرِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ أَخْغَى الشُّرَكَاءَ بِحَنِ  
الشِّرْكِ -

(مسند احمد طبع بیروت : جلد ۴ صفحہ ۲۱۵)

صحابی رسول حضرت ابو سعید بن ابوفضالہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قیامت والے دن جب اللہ تعالیٰ تمام اولین اور آخرین کو جمع کرے گا تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ جس شخص نے کسی ایسے کام میں شریک بنایا جو کام اس نے عرض اللہ کے لیے کرنا تھا تو اس شخص کو چاہیے کہ وہ اس عمل کا بدلہ غیر اللہ سے طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو شرکیوں سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا عمل قطعاً منظور نہیں ہے جس میں اللہ کے سوا دوسروں کو شریک کیا گیا ہو۔ بتوں، قبروں، استھانوں، زندہ یا مردہ انسانوں، جنات، فرشتوں یا بھوت پریت کو خدا کا شریک بنانا تو شرکِ جلی ہے۔ البتہ ریاکاری بھی شرکِ خفی میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ

فَلْيَفْعَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔ (الکہف - ۱۱۰) جو شخص اپنے پروردگار سے ملاقات کی امید رکھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے جنائے عمل کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ بنائے۔ مطلب یہ ہے کہ اجر کی امید اسے رکھنی چاہیے جو خالص اللہ کی رضا کے لیے عمل کرتا ہے۔ اگر کسی نے عمل میں دکھا دیا تو اس کا عمل خالص نہ رہا اور اس میں شرک داخل ہو گیا۔

ایسے شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اعلان کریگا کہ جس نے کوئی عمل غیر اللہ کی رضا کے لیے کیا ہے، وہ اس کا بدلہ بھی اس سے طلب کرے، اللہ کے ہاں اس کے لیے بدلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ شرکوں سے بے نیاز ہے اور اسے ایسے عمل کی کوئی ضرورت نہیں ہے جس میں شرک کو داخل کیا گیا ہو۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو شخص دکھاوے کے لیے کوئی کام کریگا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت والے دن لوگوں کے سامنے رسوا کریگا، کہ دیکھو یہ شخص دکھاوے اور نیک نامی کے لیے کام کیا کرتا تھا۔

---

## نماز پڑھنے کے بعد جماعت کیساتھ شمولیت

عَنْ حَنْظَلَةَ ابْنِ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي النَّبِيلِ  
قَالَ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ فِي بَيْتِي ثُمَّ خَرَجْتُ بِأَبَا حَرِيٍّ لِيُؤَدِّيَ لِي لِقَاءَهُ  
إِلَى الزَّائِحِي فَسَرَّهْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ  
يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَمَضَيْتُ فَلَمْ أَصِلْ مَعَهُ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

حضرت حنظلہ ابن علی اسلمی بنی دیل کے ایک شخص سے روایت بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ظہر کی نماز اپنے گھر میں ادا کی اور پھر میں اپنے اونٹوں کو لے کر نکلا تاکہ انہیں چرواہے کے پاس پہنچا دوں۔ درس اثنائیں مسجد کے قریب سے گزر جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے میں وہاں سے گزر گیا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی کیونکہ میں گھر میں نماز ادا کر چکا تھا۔ پھر جب میں رات کو اونٹوں کو لے کر واپس آیا تو اس بات کا تذکرہ حضور علیہ السلام کے سامنے ہوا کہ فلاں آدمی اونٹ لیکر چلا گیا تھا اور میں نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا حِينَ مَرَرْتَ بِنَا۔ تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھی جبکہ تم ہمارے قریب سے گزر گئے؟ صحابی عرض کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ کے رسول! اِنِّیْ قَدْ كُنْتُ صَلَّيْتُ فِي بَيْتِي میں تو پہلے اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا اس لیے میں نے دوبارہ جماعت کے ساتھ شمولیت اختیار نہ کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگرچہ تم پہلے نماز پڑھ چکے تھے پھر بھی جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے تھا۔

اس قسم کے مواقع دو نمازوں یعنی ظہر اور عشاء میں پیش آسکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص پہلے نماز پڑھ چکا ہے اور پھر اسے جماعت مل جاتی ہے تو اسے شامل ہو جانا چاہیے۔ یہ نماز اس کی نفل شمار ہو جائے گی۔ کیونکہ فرض کی ادائیگی وہ پہلے کر چکا ہے۔ اگر مغرب کی جماعت ہو رہی ہو تو اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ یہ نماز تین رکعت ہے۔ اور نفل تین رکعت نہیں ہو سکتے۔

کوئی شخص فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد بھی دوبارہ نماز نہیں پڑھ سکتا کیوں کہ ان دونوں نمازوں کے بعد نماز نہیں پڑھے جاسکتے۔ صرف ظہر اور عشاء کی نمازوں کے بعد ہی جماعت کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

---

## حضور علیہ السلام کا سن ولادت

عَنْ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ وَلِدْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ فَخُتِنَ لَدُنِ وَلَدِنَا مَوْلِدًا وَاحِدًا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۵)

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی قیس ابن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ میری اور نبی علیہ السلام کی ولادت ایک ہی سال یعنی عام الفیل میں ہوئی جس سال ہاتھی والوں نے کتے پر چڑھائی کی تھی مین کا عیسائی بادشاہ ابرہہ ساٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کی طرف آیا جس کے ساتھ ہاتھیوں کی ایک خاصی تعداد بھی تھی مگر اللہ نے ہاتھیوں کو دلدلی عسریں غیر معمولی طور پر روک کر لشکر کو غیر معمولی طریقے سے ہلاک کر دیا تھا۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ الفیل میں مذکور ہے۔ اَللّٰهُ تَنْ كَيْفَ فَعَلْ دُبُّكَ يَا مَعْكَبُ الْفِيلِ۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ وہ خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے آئے تھے مگر اللہ نے انہیں نیست نابود کر دیا مکے والوں اور عربوں میں یہ سال عام الفیل کے نام سے مشہور تھا بعض روایات کے مطابق حضور علیہ السلام کی ولادت واقعہ مذکور سے چھ ماہ بعد اور بعض کے مطابق پچاس دن بعد ہوئی۔ بہر حال راوی بیان کرتا ہے کہ میری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اسی سال میں ہوئی۔

## شہد کی دنیا میں واپسی کی تمنا

عَنْ أَبِي عَمِيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ مَا مِنْ النَّاسِ نَفْسٍ مَسَلَتْهُ يَتْبُضُّهَا اللَّهُ حَتَّى وَجَلَ تَحْتُ  
أَنْ تَعُوَ إِلَيْكُمْ وَ أَنْ لَهَا الثَّنِيَا وَمَا فِيهَا خَيْرٌ شَرِّهِدٌ... الخ  
(مسند احمد طبع بيروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۶)

حضرت عبدالرحمان بن ابی عمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان نفس ایسا نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ موت سے ہٹکار کر دے اور پھر وہ پسند کرے کہ تمہاری طرف دنیا میں واپس پلٹ آئے اگرچہ اس کو دنیا و مافیہا کی ہر چیز دے دی جائے، سوائے شہید کے جو چاہتا ہے کہ اسے دنیا میں واپس کر دیا جائے تاکہ وہ اللہ کی راہ میں اسی طرح دوبارہ شہید ہو جس طرح پہلے ہوا تھا۔ وہ شہید کہے گا کہ میرے نزدیک اللہ کی راہ میں شہادت اس چیز سے بہتر ہے کہ تمام دیہات اور شہر میرے قبضہ میں آجائیں۔ دبر کا معنی دیہات ہیں جہاں عموماً خیموں میں رہائش کی جاتی ہے اور مدر سے مراد شہر ہیں جہاں مکانوں میں سکونت رکھی جاتی ہے شہیدوں کے علاوہ کافر بھی تمنا کریں گے کہ انہیں دنیا میں ایک دفعہ بھیج دیا جائے تاکہ وہ سابقہ اعمال سے توبہ کر کے توحید اور اعمالِ صالحہ کو اختیار کر لیں۔

## امیر معاویہؓ کیلئے ہادی اور مہدیؑ کی دعا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ الْأَزْدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ مُعَاوِيَةَ وَقَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ صَاحِبًا مَهْدِيًا وَاهْدِ بِهِ. (مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۶)

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے انکے حق میں اس طرح دعا کی۔ اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنادے اور اس کے ذریعے دوسروں کو ہدایت نصیب فرما۔ امیر معاویہؓ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد ان کا حضرت علیؓ سے اختلاف رہنے ہو گیا۔ تنازعہ نے طول چکوا تو قتل و قتال تک نوبت پہنچی۔ اس کے باوجود اس عظیم المرتبت صحابی رسولؐ کے متعلق کوئی بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ شیعہ، رافضی اور خارجی گمراہ لوگ ہیں جو آپؐ کے متعلق بدگمانی کرتے ہیں ان حضرات کا اختلاف ضد اور نفیات کی بنیاد پر نہیں بلکہ محض اجتہادی تھا۔ امیر معاویہؓ بذاتہ ہدایت یافتہ تھے۔ اور دوسروں کو ہدایت کی راہ دکھانے والے تھے۔ شیعہ ان کو منافق کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اور ان کے باپ ابوسفیانؓ نے اسلام کی بڑی خدمت کی جب تک مخالف رہے ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے مگر جب اللہ نے ایمان لانے کی توفیق بخشی تو پھر دین کے قیدانی بن گئے کہا کرتے تھے کہ ہم نے اسلام کی مخالفت، کر کے سخت غلطی کی، اب اسلام کی خدمت بھی اگلی صفوں میں کھڑے ہو کر کریں گے۔ آپؐ اپنے خاندان والوں کو بھی یہی نصیحت کرتے تھے چنانچہ اس خاندان کے لوگوں نے اسلام کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں اور کسی طرح بھی پیچھے نہیں ہٹے ان پر زمانہ جاہلیت کی بنیاد پر اعتراض کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ کفر کی حالت میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بڑی جنگیں لڑیں حتیٰ کہ جنگ بدر میں ان کا ایک لڑکا بھی مارا گیا۔ مگر جب اسلام قبول کر لیا تو پھر بچے سچے مسلمان ہو گئے۔ جو شخص



ان کے متعلق لفاق کا فتویٰ لگتا ہے، وہ خود گمراہ ہے۔ خدا نخواستہ اگر آپ کے ایمان میں  
 خشک ہوتا تو حضور علیہ السلام ان کے لیے کبھی ہدایت یافتہ اور ہدایت دہندہ ہونے  
 کی دعا نہ کرتے۔



## بیت المقدس کی فضیلت

عَنْ ذِي الْأَصَابِعِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَتِي  
بَعْدَكَ بِالْبَقَاءِ أَيْنَ تَأْمُرُنَا قَالَ عَلَيْكَ بِبَيْتِ الْقُدْسِ  
فَلَعَلَّكَ إِنْ تَنَشَأَكَ ذُرِّيَّتُهُ يَخْشَوْنَ إِلَى ذَلِكَ الْمَسْجِدِ  
وَيَسْجُدُونَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۷)

حضور علیہ السلام کے صحابی ذی الاصابعؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ہم آپ کے بعد زندہ رہے تو آپ کیا حکم دیتے ہیں کہ ہم کس جگہ جا کر ٹھہریں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا از زندگی دے تو بیت المقدس کے قریب رہنا یہ صحابی شام وغیرہ کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ فرمایا اگر کوئی تمہاری اولاد ہوگی تو وہ بیت المقدس کی مسجد میں صبح اور پچھلے پہر جائیں گے جو کہ بڑی فضیلت والا مقام ہے جہاں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، فرمایا اس کے قریب رہنے کی کوشش کرنا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تین مسجدوں یعنی بیت اللہ شریف، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کہیں قصد کر کے کجاوہ باندھ کر نہ جاؤ کہ ان تین مساجد کی فضیلت منصوص ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے جبکہ مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس میں پچاس پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر خدا از زندگی دے تو بیت المقدس کے قریب جا کر رہنا۔

# ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم کی مطبوعات

نمبر شمار	نام کتب	نمبر شمار	نام کتب
۱	قرآن مجید (مترجم)	۲۶	خطبات مصادرت
۲	دع الہا بل (فارسی)	۲۷	دلیل المشرکین
۳	مقالات سوانی	۲۸	فیوضات حبیبی
۴	مولانا عبید اللہ سندھی کے علوم و افکار	۲۹	تکمیل الاذعان
۵	مفسر قرآن نمبر	۳۰	تفسیر آیات النور
۶	شاہ ولی اللہ اور ان کے ناجزا دکان	۳۱	مجموعہ رسائل (حصہ دوم)
۷	الطاف القدس	۳۲	نور و بشر
۸	مجموعہ رسائل (حصہ اول)	۳۳	سعدیات فارسی
۹	مباحث کتاب الایمان مسلم شریف	۳۴	کریم سعدی (مترجم)
۱۰	احکام حج	۳۵	عقیدۃ الطحاوی
۱۱	نماز مسنون خورد	۳۶	احکام عمرہ
۱۲	تشریحات سوانی	۳۷	میزان البلاغہ
۱۳	الفقہ الاکبر	۳۸	فیض الحمدین
۱۴	اصطلاحات تفسیر المنطق	۳۹	لامعظم محرم و استقلال و تاجیت اور صحابہ سے تعلیمات
۱۵	حجۃ الاسلام (عربی)	۴۰	بیس تراویح
۱۶	نماز میں نائ کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت	۴۱	امام محمد اور ان کی کتب کا اجمالی تعارف
۱۷	نام نہاد الحدیث	۴۲	صرف ولی اللہی
۱۸	امام ذہری	۴۳	مختصر ترین اور جامع اذکار
۱۹	حی علی الصلاح	۴۴	احکام قربانی
۲۰	دینی مدارس اور ان کا نصاب تعلیم	۴۵	درس الحدیث (مکمل ۴ جلد)
۲۱	احکام رمضان	۴۶	عون النجیر شرح الفوز الکبیر
۲۲	اجوبہ یحییٰ	۴۷	فیض الحدیث
۲۳	مہادی تاریخ الفلسفہ (عربی)	۴۸	درس مشکوٰۃ
۲۴	ماصل مطالعہ	۴۹	مفسر قرآن کی تفسیر اہل علم کے نظر میں
۲۵	نماز مسنون کلاں	۵۰	خطبہ حمزہ الودع تکمیل انسانیت کا عالمی پروگرام اور سن کا چارہ
		۵۱	فیض القرآن



